Scanned by CamScanner

قراءت حفص کا مکمل

قراءۃ کورس

معرفۃ التجوید

جامع الوقف

ضیاء القراءت

فوائد مکیہ

معرفۃ الرسوم

تصحیح شدہ ایڈیشن

فاروقیہ بکڈپو

۳۲۲، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶

تقریظِ جلیل

استاذ العلماء حضرت علامہ الحاج محمد مبین الدین صاحب علیہ الرحمہ
رضوی، امروہوی، شیخ الحدیث، جامعہ نعیمیہ، مراد آباد، (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معرفۃ التجوید کا حاشیہ جامع التجوید اکثر جگہ سے میں نے پڑھا، بہت پسند آیا، طبیعت خوش ہوئی، عزیزم قاری احمد جمال صاحب نے بہت خوبی سے اسے جمع فرمایا ہے، ابتدائی متعلم کا خاص لحاظ رکھا ہے۔ آسان وسلیس عبارت میں مطالب کو سمجھایا ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ عزوجل اسے مقبول انام فرمائے اور اہلِ علم کو اس سے مستفید و مستفیض بنائے، مصنف کو مزید توفیق دے اور بہتر صلہ عطا فرمائے، علم وعمل اور عمر میں برکت مرحمت فرمائے۔

دعاگو:

مبین الدین امروہوی

۳/۸/۰۲ ۱۴ھ پنجشنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

نوٹ: اساتذہ کو چاہیے کہ طلباء کو مندرجہ ذیل قواعد زبانی یاد کرائیں اس کے بعد حاشیہ کی طرف توجہ دلائیں تاکہ طلباء کو ضیاء القراءت سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

(۱) قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے [۱] اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ پڑھنا [۲] چاہیے، چاہے [۳] کسی سورت سے پڑھے یا درمیان سورت سے شروع کرے۔

(۲) سورۂ توبہ [۴] کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ضرور [۵] پڑھنا چاہیے، خواہ [۶] شروع قراءت ہو یا درمیانِ قراءت ہو۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تعریف ترتیل:

حروف کو صحیح مخارج وصفات کے ساتھ ادا کرنا، نیز محلِ وقف وکیفیتِ وقف کی رعایت کرنا۔

[۱] استعاذہ کے یہ الفاظ پسندیدہ ہیں، اس کے علاوہ اور طریقے بھی ہیں (کمی وزیادتی کے ساتھ) کیونکہ قرآن شریف میں حکم استعاذہ تو آیا ہے مگر الفاظِ استعاذہ نہیں آئے کہ اس طرح پناہ مانگنی چاہیے۔

[۲] استعاذہ کا پڑھنا ہمارے نزدیک سنتِ مستحبہ ہے۔

[۳] کیونکہ استعاذہ کا محل ابتداء قراءت ہے، سورت کا شروع ہو یا نہ ہو۔

[۴] اس لیے کہ بسملہ آیت رحمت ہے اور سورۂ توبہ کی ابتدا آیتِ غضب ہے۔ چنانچہ علامہ شاطبی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب شاطبیہ میں تحریر فرمایا ہے۔

"وَمَهْمَا تَصِلُهَا اَوْ بَدَاْتَ بَرَاۗءَةً لِتَنْزِيْلِهَا بِالسَّيْفِ لَسْتَ مُبَسْمِلًا

دوسری وجہ یہ ہے کہ بسملہ سورۂ توبہ کے شروع میں مرسوم ہی نہیں ہے۔

[۵] اس لیے کہ ہر سورۃ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ مرسوم ہے۔

[۶] کیونکہ بسملہ کا محل ابتداء سورت ہے، قراءت کی ابتداء ہو یا نہ ہو۔

Scanned by CamScanner

(۳) شروع قراءت شروع سورت میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ کو وصل اور فصل کے اعتبار سے جس طرح ۱ چاہے پڑھے۔

(۴) شروع قراءت درمیان ۲ سورت میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ کو کلام پاک سے فصل کر کے پڑھے۔

(۵) درمیانِ قراءت شروع سورت میں بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کی تین ۳ صورتیں ہیں:
(۱) وصلِ کل، (۲) فصل کل، (۳) فصل اوّل وصل ثانی۔

فائدہ: جس جگہ سے حرف ۴ نکلتا ہے اسے مخرج ۵ کہتے ہیں اور جس انداز سے حرف

---

۱ چار وجہیں نکلتی ہیں اور چاروں جائز ہیں۔ وصلِ کل، فصل کل، وصل اوّل فصلِ ثانی، فصلِ اوّل وصلِ ثانی۔

۲ درمیان سورت میں بسم اللہ پڑھنا برکۃً جائز ہے اور نہ پڑھنا غیر محل ہونے کی وجہ سے، بسملہ پڑھنے کی صورت میں اس میں بھی چار وجہیں نکلتی ہیں مگر دو جائز اور دو غیر جائز، فصلِ کل، وصل اولِ فصل ثانی جائز۔ وصل کل، فصل اول وصل ثانی غیر جائز، اس لیے کہ بسملہ کا محل ہی نہیں ہے۔ بسملہ نہ پڑھنے کی صورت میں استعاذہ کا وصل بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ شروع میں اللہ کا نام یا صفاتی نام یا ضمیر یا حضور ﷺ کے نام نہ ہوں۔

۳ اس میں بھی چار وجہیں نکلتی ہیں۔ یہ تینوں وجہیں تو جائز ہیں جو متن میں تحریر ہیں۔ چوتھی وجہ غیر جائز ہے۔ وصل اوّل فصل ثانی، اس لیے کہ بسملہ کا تعلق شروع سورت سے ہے، یہاں آخر سورت سے تعلق ہو جائے گا۔

۴ جو انسان کے منہ سے کسی مخرج محقق یا مقدر پر ٹھہرتے ہوئے خاص کیفیت کے ساتھ نکلے وہ حرف ہے۔ حرف کی دو قسمیں ہیں: حرف اصلی، حرف فرعی۔ حرف اصلی اس کو کہتے ہیں جس کا مخرج معین اور مستقل ہو یہ اُنتیس حروف ہیں۔ (الف سے یاء تک) حرف فرعی اس کو کہتے ہیں جس کا مخرج معین نہ ہو بلکہ دو مخرجوں کے درمیان سے نکلتا ہو یا صفت اصلی سے نکل گیا ہو۔ حرف فرعی سات ہیں: الف ممالہ، ہمزۂ مسہلہ، حرف غنہ، الف ولام اور واوٗ مفخمہ، راء مفخمہ میں اختلاف ہے، بعض اصلی کے قائل ہیں بعض فرعی کے، بہر حال یا تو مرققہ فرعی ہے یا مفخمہ، دونوں میں ایک ضرور فرعی ہے۔

۵ مخرج کی دو قسمیں ہیں: محقق، مقدر، حرف کی آواز مخرج پر ٹھہر جائے تو اسے محقق کہتے ہیں اور حرف کی آواز مخرج سے نکل کر سانس پر ٹھہر جائے تو اسے مقدر کہتے ہیں۔

ادا ہوتا ہے اس کو "صفت" ۱ کہتے ہیں۔ مخرج اور صفت کے ساتھ حرف ادا کرنے کو تجوید ۲ کہتے ہیں۔ اور تجوید کے خلاف ہو تو اسے لحن ۳ کہتے ہیں۔

حروفِ اَصلیہ کے مخارج ۴ حسبِ ذیل ہیں

{۱} شروع حلق سے ہمزہ، ہاء، درمیانِ حلق سے عین، حاء، آخرِ حلق سے غین، خاء ادا ہوتا ہے۔

{۲} جڑ زبان تالو سے مل کر قاف ادا ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد ہی کاف ادا ہوتا ہے۔

{۳} بیچ زبان تالو سے مل کر جیم، شین، یا (غیر مدہ) ادا ہوتی ہے۔

---

۱ صفت کی دو قسمیں ہیں: لازمہ، عارضہ۔ لازمہ: جو ہر حال میں پائی جاتی ہے وہ سترہ ہیں۔ لازمہ کی دو قسمیں ہیں: باعتبار تقابل متضادہ، غیر متضادہ، متضادہ جس کی ضد دوسری صفت ہو، وہ دس ہیں: پانچ صفتیں پانچ کی ضد ہیں: (۱) ہمس، اس کی ضد (۲) جہر، (۳) شدت اس کی ضد (۴) رخو، (ایک ان دونوں کے درمیان میں بھی ہے جس کو توسط کہتے ہیں) (۵) استفال اس کی ضد (۶) استعلاء، (۷) اطباق اس کی ضد (۸) انفتاح، (۹) اذلاق اس کی ضد (۱۰) اصمات۔ غیر متضادہ: جس کی ضد دوسری صفت نہ ہو وہ سات ہیں: (۱) صفیر، (۲) تفشی، (۳) استطالت، (۴) تکریر (۵) قلقلہ، (۶) لین، (۷) انحراف۔

عارضہ: اس کو کہتے ہیں جو کبھی کسی صفت کی وجہ سے پائی جائے جیسے پُر ہونا بوجہ استعلاء، باریک ہونا بوجہ استفال، یا کسی حرف کے ملنے کی وجہ سے پائی جائے جیسے اخفاء وادغام وغیرہ کا ہونا۔

۲ ترتیل کا پہلا جز ہے، دوسرا جز وقف ہے۔ تجوید کے بھی دو جز ہیں: (۱) مخرج، (۲) صفت۔

۳ لحن کی دو قسمیں ہیں: جلی وخفی۔ لحن جلی بڑی غلطی کو کہتے ہیں۔ مثلاً حرف وحرکت کا بدل جانا، پڑھنا، سننا دونوں حرام۔ لحن خفی چھوٹی غلطی کو کہتے ہیں۔ مثلاً صفاتِ عارضہ وغیر ممیزہ کا ادا نہ کرنا۔ پڑھنا، سننا دونوں مکروہ۔

۴ علامہ خلیل کے نزدیک سترہ مخارج ہیں: سیبویہ کے نزدیک سولہ، فراء کے نزدیک چودہ، مگر اکثر محققین نے علامہ خلیل ہی کے مذہب کو اختیار کیا ہے۔ معرفۃ التجوید میں علامہ خلیل ہی کے مذہب کو بیان کیا گیا ہے مگر اس میں سولہ ہی مخارج بیان کیے گئے ہیں کیونکہ حرف غنہ کو فرعی ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔ اصولِ مخارج یہ ہیں: حلقِ لسان، شفتین، حلق میں تین مخارج ہیں، لسان میں دس، شفتین میں دو، کل پندرہ ہوئے، سولہواں مخرج جوف ہے یہاں سے حروفِ مدہ نکلتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

{۴} کنارۂ زبان ڈاڑھ سے مل کر ضاد ادا ہوتا ہے۔

{۵} کنارۂ زبان مسوڑھے سے مل کر لام ادا ہوتا ہے۔

{۶} سرا زبان تالو سے مل کر نون ادا ہوتا ہے۔

{۷} پشت زبان قریب سرا زبان تالو سے مل کر راء ادا ہوتی ہے۔

{۸} سرا زبان اوپر کے سامنے والے دانتوں کی جڑ سے تا، دال، طاء ادا ہوتے ہیں اور انہیں دانتوں کا سرا اور سرا زبان مل کر ثاء، ذال، ظاء، ادا ہوتے ہیں۔

{۹} نوکِ زبان اوپر نیچے کے دانتوں سے مل کر زاء، سین، صاد ادا ہوتے ہیں۔

{۱۰} اوپر کے دانتوں کا کنارہ نیچے کے ہونٹ سے مل کر فاء ادا ہوتا ہے۔

{۱۱} دونوں ہونٹ سے مل کر باء، میم [1] اور کچھ کھلا رہ کر واؤ (غیر مدہ) ادا ہوتا ہے۔

{۱۲} حلق کی خالی جگہ سے الف [2] اور بیچ زبان تالو کی خالی جگہ سے یاء مدہ اور ہونٹ کی خالی جگہ سے واؤ مدہ ادا ہوتا ہے۔

فائدہ: جو حرف ایک دوسرے کے مشابہ ہیں وہ کسی نہ کسی صفت سے ضرور پہچانے جائیں گے ایسی صفت کو صفتِ ممیزہ [3] کہتے ہیں۔ پس صاد، طاء، ظاء اور قاف میں صفتِ ممیزہ پُر ہے اور ثاء، ذال میں نرمی والی صفتِ ممیزہ ہے اور ضاد کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں کسی قدر دراز [4] ہوتی ہے یہ صفت ظاء میں نہیں ہے۔

---

[1] لیکن باء میں دونوں ہونٹ کی تری اور میم میں دونوں ہونٹ کی خشکی ملتی ہے۔

[2] جس جگہ سے ہمزہ ادا ہوتا ہے اسی کی خالی جگہ سے الف اور جس جگہ سے یاء غیر مدہ ادا ہوتی ہے اسی کی خالی جگہ سے یاء مدہ اور جس جگہ سے واؤ غیر مدہ ادا ہوتا ہے اسی کی خالی جگہ سے واؤ مدہ ادا ہوتا ہے۔

ـــ ہونٹ کی تری سے۔ ۱۲ جمال القادری

[3] یہ صفت لازمہ کی قسموں میں سے ہے باعتبار تمایز، دوسری قسم، صفت غیر ممیزہ ہے۔ صفت غیر ممیزہ اس کو کہتے ہیں کہ ایک حرف کو دوسرے حرف سے تمیز نہ ہو جیسے صاد وغیرہ میں صفت اطباق ادا نہ کی جائے۔

[4] ضاد اور ظاء میں یہی فرق ہے کہ ضاد کو ظاء کے ساتھ مشابہت ہے مگر عینیت نہیں، ضاد تمام حرفوں میں مشکل حرف مانا گیا ہے جس کی ادائیگی بہت دشوار ہے لہذا اس کو کسی اچھے مقری سے مشق کر کے درست کر لینا چاہیے تاکہ ضاد اور ظاء میں امتیازی فرق حاصل ہو جائے۔

(۶) راء [1] پر زبر یا پیش ہو تو ہمیشہ پُر ہوگی جیسے رَحْمَةٌ، رُزِقُوْا وغیرہ۔

(۷) راء [2] ساکن سے پہلے زبر یا پیش ہو تو راء پُر ہوگی جیسے بَرْقٌ، یُرْزَقُوْنَ وغیرہ۔

(۸) راء ساکن سے پہلے زیر ہو اور اس کے بعد کوئی پُر حرف اسی کلمہ [3] میں ہو تو راء پُر ہوگی جیسے فِرْقَةٌ لیکن فِرْقٍ میں پُر اور باریک [4] دونوں جائز ہے۔

(۹) راء ساکن سے پہلے زیر عارضی [5] ہو تو راء پُر ہوگی جیسے اِرْجِعُوْا وغیرہ۔

(۱۰) راء ساکن سے پہلے زیر کسی دوسرے [6] کلمہ میں ہو تو راء پُر ہوگی جیسے اَلَّذِیْ ارْتَضٰی وغیرہ۔

(۱۱) راء مشدد [7] پر زبر یا پیش ہو تو راء پُر ہوگی جیسے لٰکِنَّ الْبِرَّ وَلَیْسَ الْبِرُّ۔

(۱۲) جو راء متحرکہ یا مشددہ [8] بوجہ وقف ساکن ہو وہ راء ساکنہ کے حکم [9] میں ہے۔

(۱۳) الف اور واؤ مدہ سے پہلے کوئی پُر حرف [10] ہو تو یہ دونوں بھی پُر ہوں [11] گے جیسے قَالَ وَقُوْلُوْا وغیرہ۔

---

[1] اگر زیر ہو تو راء باریک ہوگی جیسے رِضْوَانًا وغیرہ۔

[2] اگر زیر اصلی متصل ہو اور کوئی حرف پُر اس کلمہ میں نہ ہو تو راء باریک ہوگی جیسے فِرْعَوْنَ وغیرہ۔

[3] اگر دوسرے کلمہ میں ہو تو راء باریک ہوگی جیسے اَنْذِرْ قَوْمَکَ وغیرہ۔

[4] قاف کا اعتبار کر کے پُر اور بین الکسرتین کی بنا پر باریک (یعنی دو زیر کے درمیان راء کے واقع ہونے کی وجہ سے)

[5] جو زیر کسی وجہ سے آیا ہو (یہ زیر حرف ساکن کی ادائیگی کے لیے آتا ہے)

[6] چاہے زیر اصلی ہو جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنَ وغیرہ، یا عارضی ہو جیسے اِنِ ارْتَبْتُمْ وغیرہ۔

[7] زیر ہو تو راء باریک ہوگی جیسے بِالْبِرِّ۔

[8] یعنی حرکت والی راء یا تشدید والی راء۔

[9] اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ماقبل زبر یا پیش ہو تو راء پُر ہوگی جیسے اَکْبَرْ، التَّکَاثُرْ اور مُسْتَقَرٌّ وغیرہ۔ اگر زیر ہو تو راء باریک ہوگی جیسے الْمَقَابِرْ، مُسْتَمِرٌّ وغیرہ۔

[10] پُر حرف یہ ہیں: خاء، صاد، ضاد، طاء، ظاء، غین، قاف، اور راء۔

[11] اگر پُر حرف نہ ہوں تو باریک ہوں گے جیسے کَانَ وَکُوْنُوْا وغیرہ۔

Scanned by CamScanner

(۱۴) لفظِ اللہ سے پہلے زبر یا پیش ہو تو لامِ اللہ ہمیشہ [1] پُر ہوگا جیسے اَللّٰھُمَّ وغیرہ۔

(۱۵) حرفِ مد [2] کے بعد ہمزہ ایک ہی کلمہ میں ہو تو مد متصل کہتے ہیں جیسے سَوَآءٌ وغیرہ۔

(۱۶) حرفِ مد کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو مد منفصل کہتے ہیں جیسے بِہٖٓ اَنۡ یُّؤۡ وغیرہ۔

فائدہ: مد متصل اور منفصل میں صرف توسط ہے اور توسط کی مقدار چار الف [3] ہے۔

(۱۷) حرفِ مد کے بعد [4] سکونِ لازم ہو تو مدِ لازم [5] کہتے ہیں جیسے اٰلۡئٰنَ اس میں صرف طول ہے، طول کی مقدار پانچ الف ہے۔

---

[1] دونوں لام پُر ہوں گے۔ اگر زیر ہو تو دونوں لام باریک ہوں گے جیسے بِاللّٰہِ وغیرہ۔

[2] مد کی دو قسمیں ہیں: مد اصلی، مد فرعی۔ حرف مد کے بعد ہمزہ یا سکون نہ ہو تو اس کو مد اصلی کہتے ہیں۔ اس کی مقدار حرکت کی دوگنی ہے۔ اگر ہمزہ یا سکون ہو تو اس کو مد فرعی کہتے ہیں۔ اس کی مقدار یہ ہے کہ حرف مد کو اصلی مقدار سے روایت کے موافق بڑھانا۔ مد کی چھ قسمیں ہیں: مد متصل، مد منفصل، مد لازم، مد عارض، مد لین لازم، مد لین عارض۔ ان سب کی تعریفیں متن میں آئیں گی۔ محل مد دو ہیں: حروفِ مدہ، حروف لین۔ حروف مدہ تین ہیں: الف، یاء ساکن ماقبل زیر، واؤ ساکن ماقبل پیش، ان تینوں کی مثال اُوۡتِیۡنَا ہے۔ اُوۡ واؤ مدہ کی مثال، تِیۡ یاء مدہ کی مثال، نَا الف مدہ کی مثال۔ حروف لین دو ہیں: واؤ ساکن یاء ساکن ماقبل زیر جیسے اَوۡحَیۡنَآ کے اَوۡ اور حَیۡ میں۔ شرائط مد حروف مدہ ہیں: یعنی الف وواؤ ساکن ماقبل پیش، یاء ساکن ماقبل زیر۔ سبب دو ہیں: (۱) ہمزہ، (۲) سکون۔ وجوہِ مد تین ہیں: (۱) قصر، (۲) توسط، (۳) طول۔ کیفیتِ مد دو ہیں: (۱) توسط، (۲) طول۔ مقدارِ مد پانچ ہیں: (۱) پانچ الف، (۲) چار الف (۳) تین الف، (۴) ڈھائی الف، (۵) دو الف۔ احکام مد تین ہیں: (۱) لازم، (۲) واجب، (۳) جائز۔ مدِ لازم میں لازم، مد متصل میں واجب، بقیہ میں جائز۔

[3] مقدارِ توسط ڈھائی الف اور دو الف بھی ہے۔

[4] جو پہلے سے ساکن ہو، وصلاً، وقفاً دونوں حالتوں میں باقی رہے۔

[5] مد لازم کی چار قسمیں ہیں: کلمی مثقل، کلمی مخفف، حرفی مثقل، حرفی مخفف۔ اگر کلمہ میں حرف مد کے بعد تشدید ہو تو اسے کلمی مثقل کہتے ہیں جیسے اَلۡحَآقَّۃُ اگر محض سکون ہو تو اسے کلمی مخفف کہیں گے جیسے اٰلۡئٰنَ اگر حروف مقطعات میں حرف مد کے بعد تشدید ہو تو حرفی مثقل کہیں گے جیسے الٓمّٓ کے لام میں اگر محض سکون ہو تو اسے حرفی مخفف کہیں گے جیسے قٓ ان چاروں میں طول ہوگا طول کی مقدار پانچ الف تو ہے ہی تین الف بھی جائز ہے جب کہ متصل، منفصل کی مقدار اس سے کم یعنی ڈھائی یا دو الف کریں۔

تنبیہ: حرفِ مد کے بعد سکون دوسرے کلمہ میں ہو تو حرفِ مد گر جائے [1] گا، جیسے قَالَ الۡحَمۡدُ، قَالُوا الۡحَمۡدُ۔ وغیرہ

(۱۸) حرفِ مد کے بعد سکونِ [2] عارض ہو تو مد عارض کہتے ہیں جیسے نَسۡتَعِیۡنُ وغیرہ۔ اس میں طول، توسط، قصر تینوں وجہ جائز ہیں لیکن اس توسط کی مقدار تین الف [3] ہے۔

تنبیہ: ایک قسم کے کئی مد جمع ہوں تو پڑھنے میں سب کو برابر ادا کرنا چاہیے اور کئی قسم کے مد جمع ہوں تو ضعیف کو قوی پر ترجیح [4] نہ دینا چاہیے۔

فائدہ: اگر مد متصل پر وقف کیا جائے تو سکون کی وجہ سے طول، توسط جائز ہے۔ لیکن قصر اس وجہ سے جائز نہیں کہ مدِ متصل کا توسط ادا [5] نہ ہوگا۔ جیسے اَلسُّفَهَآءُ وغیرہ۔

(۱۹) حرفِ لین کے بعد سکون [6] آنے سے طول، توسط، قصر تینوں وجہ جائز ہیں۔

فائدہ: مخرج اور صفاتِ لازمہ کے ساتھ ادا کرنے کو اظہار [7] کہتے ہیں۔

---

[1] اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے مگر وقف میں باقی رہے گا۔ [2] جو وقفاً ساکن کیا جاتا ہو وہ سکونِ عارض ہے۔

[3] توسط کی مقدار دو الف بھی ہے جب کہ طول کی مقدار تین الف ادا کریں۔ مد عارض میں طول اولیٰ ہے۔

[4] مثلاً مد لازم کی مقدار کو مد متصل کی مقدار سے کم کرنا۔ مد متصل کی مقدار کو مد منفصل کی مقدار سے کم کرنا، مد منفصل کی مقدار کو مد عارض کی مقدار سے کم کرنا، مد عارض کو مد لین کی مقدار سے کم کرنا جائز نہیں ہاں اس کا برعکس جائز ہے۔

[5] کیونکہ اس کا ہمزہ اصلی ہے اور اس پر سکونِ عارض ہے تو قصر کرنے سے اصلی کا لغو کرنا اور عارض کا باقی رکھنا لازم آئے گا۔

[6] سکونِ اصلی ہو یا عارضی، اگر اصلی ہوگا تو اس کو مد لین لازم کہیں گے جیسے سورۂ مریم میں کٓھٰیٰعٓصٓ کے عین میں، اگر عارض ہو تو مد لین عارض کہیں گے جیسے خَیۡرٌ سے خَیۡر، مد لین لازم میں طول اولیٰ ہے، مد لین عارض میں قصر اولیٰ ہے۔

[7] اظہار تجوید کا ایک جز ہے، تجوید میں اصل اظہار ہے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ حرف ادا کرنے کے ساتھ ہی یہ صفت ادا ہو جاتی ہے بیان صرف اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ اخفاء، اقلاب، ادغام سمجھ میں آجائیں کیونکہ یہ تینوں قواعد اظہار ہی کے مقابلے میں بولے جاتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

(۲۰) لامِ تعریف ٭ کے بعد اِبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيْمَهٗ میں سے کوئی حرف آئے تو اظہار ہوگا جیسے وَالْحِجَارِ وغیرہ ورنہ ادغام ۱؎ ہوگا۔

(۲۱) میم ساکن کے بعد میم ۲؎ اور باء کے علاوہ کوئی حرف آئے تو اظہار ۳؎ ہوگا جیسے اَمْوَالُ وغیرہ۔

(۲۲) نون ساکن ۳؎ اور تنوین کے بعد حرف حلقی آئے تو اظہار ہوتا ہے جیسے اَنْهَارُ۔ وغیرہ

فائدہ: نون ساکن ۴؎ اور تنوین کو میم سے بدل کر پڑھنے کو اِقلاب ۵؎ کہتے ہیں۔

٭ یہ اسماء پر ہی آتا ہے، ہمزہ وصلی کے ساتھ آتا ہے، الف کے علاوہ تمام حروف پر داخل ہوتا ہے کیونکہ الف کلمہ کے شروع میں نہیں آتا، اسی طرح نون ساکن وتنوین اور میم ساکن کے بعد بھی الف نہیں آتا لہٰذا الف کو ان حرفوں کے بعد آنے سے ہر جگہ مستثنیٰ سمجھیں۔ ان حرفوں کو حروفِ قمریہ کہتے ہیں اور جن حروف میں لامِ تعریف کا ادغام ہوگا انہیں حروفِ شمسیہ کہتے ہیں جیسے اَلشَّمْسُ وغیرہ، اس کے بھی حروف ہیں۔ حروفِ قمریہ کے علاوہ سب شمسیہ ہیں۔

۱؎ حروفِ شمسیہ آنے پر ادغام ہوگا جیسے اَلثَّاقِبُ وغیرہ، حروف قمریہ کو قمریہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اَلْقَمَرُ میں لامِ تعریف کا اظہار ہوا ہے، حروفِ شمسیہ کو شمسیہ اس لیے کہتے ہیں کہ الشمسُ میں لامِ تعریف کا ادغام ہوا ہے، ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے نام پڑ جاتا ہے۔

۲؎ میم آئے تو ادغام ہوگا جیسے مِنْهُمْ مَّغْفِرَةٌ۔ باء آئے تو اخفا ہوگا جیسے اَمْ بِهٖ۔

۳؎ خواہ ایک کلمہ میں جیسے تَمْسُوْنَ یا دو کلموں میں جیسے عَلَيْهِمْ غَيْرِ اظہار ہوگا اس کو اظہارِ شفوی کہتے ہیں۔

۳؎ نون ساکن اور تنوین میں رسماً اور اسماً فرق ہے، ادائیگی میں بالکل نون ساکن کے مثل ہے۔

۴؎ نون ساکن خواہ ایک کلمہ میں ہو جیسے تَنْهَوْنَ یا دو کلموں میں جیسے مَنْ اٰمَنَ اظہار ہوگا، تنوین کا اظہار دو کلموں میں ہوتا ہے ایک کلمہ کے درمیان تنوین آتی ہی نہیں اس لیے کہ تنوین کلمہ کے آخر میں آتی ہے۔

۵؎ اقلاب اس وجہ سے ہوتا ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو غُنّہ کے ساتھ اظہار کرنے میں دونوں ہونٹ کو اختلافِ مخرج کی وجہ سے جدا کرنا مشکل پڑتا ہے، اقلاب کرنے میں اتحادِ مخرج کی وجہ سے یہ ثقل دور ہوجاتا ہے اور ادا کرنے میں دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں جس کی وجہ سے غنہ کرنے میں سہولت ہوجاتی ہے۔ اقلاب کے بعد اخفا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ نونِ ساکن اور تنوین کی جگہ میم ساکن آجاتی ہے تو اب میم ساکن کا قاعدہ جاری کیا جائے گا۔

(۲۳) نون ساکن اور تنوین کے بعد باء آئے تو اقلاب ۱؎ ہوگا جیسے مِنْ مبَعْدِ وغیرہ۔

(۲۴) نون ساکن اور تنوین کے بعد يَرْمَلُوْنَ میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام ۲؎ ہوگا جیسے مَنْ يَّقُوْلُ وغیرہ۔

(۲۵) نون ساکن اور تنوین کو پوشیدہ اور میم ساکن کے ضعیف کرنے کو اخفا ۳؎ کہتے ہیں۔

(۲۶) نون ساکن اور تنوین کے بعد حروفِ حلقی اور حروف يَرْمَلُوْنَ کے علاوہ کوئی حرف آئے تو اخفا ۴؎ ہوگا جیسے مَنْ كَانَ وغیرہ۔

(۲۷) میم ساکن کے بعد باء آئے تو اخفا ۵؎ ہوگا جیسے اَمْ بِهٖ وغیرہ۔

فائدہ: پہلے حرف کو دوسرے حرف میں ملا کر مشدّد پڑھنے کو ادغام ۶؎ کہتے ہیں۔

ادغام میں مدغم ۷؎ اور مدغم فیہ ایک ہی حرف ہو تو اس کو ادغام مثلین ۸؎ کہیں گے اور اگر دونوں حرف کا مخرج ایک ہی ہو تو اس کو متجانسین کہیں گے ورنہ متقاربین کہیں گے۔

۱؎ خواہ ایک کلمہ میں ہو جیسے يَنْۢبُتُ یا دو کلمہ میں جیسے مِنْ مبَعْدِ تو اقلاب ہوگا۔

۲؎ اس کے لیے دو کلموں کا ہونا شرط ہے ایک کلمہ میں ہو تو ادغام نہیں ہوگا جیسے دُنْيَا وغیرہ۔ ادغام کی تعریف متن میں آئے گی، لام اور راء میں ادغام بلاغنّہ اور واؤ یا نون اور میم میں ادغام باغنّہ ہوگا۔

۳؎ نون ساکن اور تنوین کے اخفا کو اظہار وادغام کی درمیانی حالت سے ادا کریں اور نون ساکن وتنوین اپنے مخرج سے ادا نہ ہو، میم ساکن کے اخفا میں دونوں ہونٹوں کی خشکی کو نہایت نرمی کے ساتھ ملا کر ادا کریں اور اس کو اپنے مخرج سے ادا کریں مگر ضعیف۔

۴؎ خواہ ایک کلمہ میں ہو جیسے فَانْسَخْ یا دو کلموں میں ہو جیسے مَنْ كَانَ تو اخفا ہوگا۔

۵؎ اس کو اخفاء شفوی کہتے ہیں۔

۶؎ ادغام کی دو قسمیں ہیں: ادغامِ کبیر اور ادغامِ صغیر، مدغم اور مدغم فیہ دونوں متحرک ہوں تو ادغام کبیر کہتے ہیں۔ مدغم ساکن اور مدغم فیہ متحرک ہو تو ادغامِ صغیر کہتے ہیں۔ امام حفص علیہ الرحمہ کی روایت میں اسی سے بحث کرتے ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں ادغام صغیر ہی کی بحثیں ہیں۔

۷؎ مدغم: جس کو ملایا جائے۔ مدغم فیہ: جس میں ملایا جائے۔

۸؎ مثلین، متجانسین، متقاربین یہ تینوں مد کی قسمیں ہیں باعتبار محل ومخرج، کیفیت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں ادغام تام، ادغام ناقص، مدغم کی صفت باقی نہ رہے تو اُسے ادغامِ تام کہتے ہیں اگر باقی رہے تو ادغام ناقص کہیں گے۔

Scanned by CamScanner

(۲۰) لامِ تعریف * کے بعد اَبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيْمَهٗ میں سے کوئی حرف آئے تو اظہار ہوگا جیسے وَالْجَارِ وغیرہ ورنہ ادغام [1] ہوگا۔

(۲۱) میم ساکن کے بعد میم [2] اور باء کے علاوہ کوئی حرف آئے تو اظہار [3] ہوگا جیسے اَمْوَالُ وغیرہ۔

(۲۲) نون ساکن [3] اور تنوین کے بعد حرف حلقی آئے تو اظہار ہوتا ہے جیسے اَنْهَارُ وغیرہ

فائدہ: نون ساکن [4] اور تنوین کو میم سے بدل کر پڑھنے کو اِقلاب [5] کہتے ہیں۔

---

* یہ اسماء پر ہی آتا ہے، ہمزہ وصلی کے ساتھ آتا ہے، الف کے علاوہ تمام حروف پر داخل ہوتا ہے کیونکہ الف کلمہ کے شروع میں نہیں آتا، اسی طرح نون ساکن وتنوین اور میم ساکن کے بعد بھی الف نہیں آتا لہٰذا الف کو ان حرفوں کے بعد آنے سے ہر جگہ مستثنیٰ سمجھیں۔ ان حرفوں کو حروفِ قمریہ کہتے ہیں اور جن حروف میں لامِ تعریف کا ادغام ہوگا انہیں حروف شمسیہ کہتے ہیں جیسے اَلشَّمْسُ وغیرہ، اس کے بھی حروف ہیں۔ حروفِ قمریہ کے علاوہ سب شمسیہ ہیں۔

[1] حروفِ شمسیہ آنے پر ادغام ہوگا جیسے اَلثَّاقِبُ وغیرہ، حروف قمریہ کو قمریہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اَلْقَمَرُ میں لامِ تعریف کا اظہار ہوا ہے، حروفِ شمسیہ کو شمسیہ اس لیے کہتے ہیں کہ الشمسُ میں لامِ تعریف کا ادغام ہوا ہے، ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے نام پڑ جاتا ہے۔

[2] میم آئے تو ادغام ہوگا جیسے مِنْهُمْ مَّغْفِرَةٌ. باء آئے تو اخفا ہوگا جیسے اَمْ بِهٖ.

[3] خواہ ایک کلمہ میں جیسے تَمْسُوْنَ یا دو کلموں میں جیسے عَلَيْهِمْ غَيْرِ اظہار ہوگا اس کو اظہارِ شفوی کہتے ہیں۔

[3] نون ساکن اور تنوین میں رسماً اور اسماً فرق ہے، ادائیگی میں بالکل نون ساکن کے مثل ہے۔

[4] نون ساکن خواہ ایک کلمہ میں ہو جیسے تَنْحِتُوْنَ یا دو کلموں میں جیسے مَنْ اٰمَنَ اظہار ہوگا، تنوین کا اظہار دو کلموں میں ہوتا ہے ایک کلمہ کے درمیان تنوین آتی ہی نہیں اس لیے کہ تنوین کلمہ کے آخر میں آتی ہے۔

[5] اقلاب اس وجہ سے ہوتا ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو غنّہ کے ساتھ اظہار کرنے میں دونوں ہونٹ کو اختلافِ مخرج کی وجہ سے جدا کرنا مشکل پڑتا ہے، اقلاب کرنے میں اتحادِ مخرج کی وجہ سے یہ ثقل دور ہوجاتا ہے اور ادا کرنے میں دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں جس کی وجہ سے غنہ کرنے میں سہولت ہوجاتی ہے۔ اقلاب کے بعد اخفا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ نونِ ساکن اور تنوین کی جگہ میم ساکن آجاتی ہے تو اب میم ساکن کا قاعدہ جاری کیا جائے گا۔

(۲۳) نون ساکن اور تنوین کے بعد باء آئے تو اقلاب [1] ہوگا جیسے مِنْۢ بَعْدِ وغیرہ۔

(۲۴) نون ساکن اور تنوین کے بعد یَرْمَلُوْنَ میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام [2] ہوگا جیسے مَنْ يَّقُوْلُ وغیرہ۔

(۲۵) نون ساکن اور تنوین کو پوشیدہ اور میم ساکن کے ضعیف کرنے کو اخفا [3] کہتے ہیں۔

(۲۶) نون ساکن اور تنوین کے بعد حروفِ حلقی اور حروف یَرْمَلُوْنَ کے علاوہ کوئی حرف آئے تو اخفا [4] ہوگا جیسے مَنْ كَانَ وغیرہ۔

(۲۷) میم ساکن کے بعد باء آئے تو اخفا [5] ہوگا جیسے اَمْ بِهٖ وغیرہ۔

فائدہ: پہلے حرف کو دوسرے حرف میں ملا کر مشدد پڑھنے کو ادغام [6] کہتے ہیں۔

ادغام میں مدغم [7] اور مدغم فیہ ایک ہی حرف ہو تو اس کو ادغام مثلین [8] کہیں گے اور اگر دونوں حرف کا مخرج ایک ہی ہو تو اس کو متجانسین کہیں گے ورنہ متقاربین کہیں گے۔

---

[1] خواہ ایک کلمہ میں ہو جیسے يَنْۢبُتُ یا دو کلمہ میں جیسے مِنْۢ بَعْدِ تو اقلاب ہوگا۔

[2] اس کے لیے دو کلموں کا ہونا شرط ہے ایک کلمہ میں ہو تو ادغام نہیں ہوگا جیسے دُنْيَا وغیرہ۔ ادغام کی تعریف متن میں آئے گی، لام اور راء میں ادغام بلا غنّہ اور واؤ یا نون اور میم میں ادغام باغنّہ ہوگا۔

[3] نون ساکن اور تنوین کے اخفا کو اظہار و ادغام کی درمیانی حالت سے ادا کریں اور نون ساکن وتنوین اپنے مخرج سے ادا نہ ہو، میم ساکن کے اخفا میں دونوں ہونٹوں کی خشکی کو نہایت نرمی کے ساتھ ملا کر ادا کریں اور اس کو اپنے مخرج سے ادا کریں مگر ضعیف۔

[4] خواہ ایک کلمہ میں ہو جیسے فَانْسَخْ یا دو کلموں میں ہو جیسے مَنْ كَانَ تو اخفا ہوگا۔

[5] اس کو اخفاءِ شفوی کہتے ہیں۔

[6] ادغام کی دو قسمیں ہیں: ادغام کبیر اور ادغام صغیر، مدغم اور مدغم فیہ دونوں متحرک ہوں تو ادغام کبیر کہتے ہیں۔ مدغم ساکن اور مدغم فیہ متحرک ہو تو ادغامِ صغیر کہتے ہیں۔ امام حفص علیہ الرحمہ کی روایت میں اسی سے بحث کرتے ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں ادغام صغیر ہی کی بحثیں ہیں۔

[7] مدغم: جس کو ملایا جائے۔ مدغم فیہ: جس میں ملایا جائے۔

[8] مثلین، متجانسین، متقاربین یہ تینوں مد کی قسمیں ہیں باعتبار محل ومخرج، کیفیت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں ادغام تام، ادغام ناقص، مدغم کی صفت باقی نہ رہے تو اُسے ادغامِ تام کہتے ہیں اگر باقی رہے تو ادغام ناقص کہیں گے۔

Scanned by CamScanner

(۲۰) لامِ تعریف * کے بعد اِبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيْمَهٗ میں سے کوئی حرف آئے تو اظہار ہوگا جیسے وَالْجَارِ وغیرہ ورنہ ادغام ۱ ہوگا۔

(۲۱) میم ساکن کے بعد میم ۲ اور باء کے علاوہ کوئی حرف آئے تو اظہار ۳ ہوگا جیسے اَمْوَالُ وغیرہ۔

(۲۲) نون ساکن ۳ اور تنوین کے بعد حرفِ حلقی آئے تو اظہار ہوتا ہے جیسے اَنْهَارٌ وغیرہ

فائدہ: نون ساکن ۴ اور تنوین کو میم سے بدل کر پڑھنے کو اقلاب ۵ کہتے ہیں۔

---

* یہ اسماء پر ہی آتا ہے، ہمزہ وصلی کے ساتھ آتا ہے، الف کے علاوہ تمام حروف پر داخل ہوتا ہے کیونکہ الف کلمہ کے شروع میں نہیں آتا، اسی طرح نون ساکن وتنوین اور میم ساکن کے بعد بھی الف نہیں آتا لہٰذا الف کو ان حرفوں کے بعد آنے سے ہر جگہ مستثنیٰ سمجھیں۔ ان حرفوں کو حروفِ قمریہ کہتے ہیں اور جن حروف میں لامِ تعریف کا ادغام ہوگا انہیں حروفِ شمسیہ کہتے ہیں جیسے اَلشَّمْسُ وغیرہ، اس کے بھی حروف ہیں۔ حروفِ قمریہ کے علاوہ سب شمسیہ ہیں۔

۱ حروفِ شمسیہ آنے پر ادغام ہوگا جیسے اَلثَّاقِبُ وغیرہ، حروفِ قمریہ کو قمریہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اَلْقَمَرُ میں لامِ تعریف کا اظہار ہوا ہے، حروفِ شمسیہ کو شمسیہ اس لیے کہتے ہیں کہ الشمسُ میں لامِ تعریف کا ادغام ہوا ہے، ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے نام پڑ جاتا ہے۔

۲ میم آئے تو ادغام ہوگا جیسے مِنْهُمْ مَّغْفِرَةٌ، باء آئے تو اخفا ہوگا جیسے اَمْ بِهٖ۔

۳ خواہ ایک کلمہ میں جیسے تَمْسُوْنَ یا دو کلموں میں جیسے عَلَيْهِمْ غَيْرِ اظہار ہوگا اس کو اظہارِ شفوی کہتے ہیں۔

۳ نون ساکن اور تنوین میں رسماً اور اسماً فرق ہے، ادائیگی میں بالکل نون ساکن کے مثل ہے۔

۴ نون ساکن خواہ ایک کلمہ میں ہو جیسے تَنْهَوْنَ یا دو کلموں میں جیسے مَنْ اٰمَنَ اظہار ہوگا، تنوین کا اظہار دو کلموں میں ہوتا ہے ایک کلمہ کے درمیان تنوین آتی ہی نہیں اس لیے کہ تنوین کلمہ کے آخر میں آتی ہے۔

۵ اقلاب اس وجہ سے ہوتا ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو غنّہ کے ساتھ اظہار کرنے میں دونوں ہونٹ کو اختلافِ مخرج کی وجہ سے جدا کرنا مشکل پڑتا ہے، اقلاب کرنے میں اتحادِ مخرج کی وجہ سے یہ ثقل دور ہوجاتا ہے اور ادا کرنے میں دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں جس کی وجہ سے غنہ کرنے میں سہولت ہوجاتی ہے۔ اقلاب کے بعد اخفا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ نونِ ساکن اور تنوین کی جگہ میم ساکن آجاتی ہے تو اب میم ساکن کا قاعدہ جاری کیا جائے گا۔

(۲۳) نون ساکن اور تنوین کے بعد باء آئے تو اقلاب ۱ ہوگا جیسے مِنْ مبَعْدِ وغیرہ۔

(۲۴) نون ساکن اور تنوین کے بعد يَرْمَلُوْنَ میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام ۲ ہوگا جیسے مَنْ يَّقُوْلُ وغیرہ۔

(۲۵) نون ساکن اور تنوین کو پوشیدہ اور میم ساکن کے ضعیف کرنے کو اخفاء ۳ کہتے ہیں۔

(۲۶) نون ساکن اور تنوین کے بعد حروفِ حلقی اور حروف يَرْمَلُوْنَ کے علاوہ کوئی حرف آئے تو اخفاء ۴ ہوگا جیسے مَنْ كَانَ وغیرہ۔

(۲۷) میم ساکن کے بعد باء آئے تو اخفاء ۵ ہوگا جیسے اَمْ بِهٖ وغیرہ۔

فائدہ: پہلے حرف کو دوسرے حرف میں ملا کر مشدد پڑھنے کو ادغام ۶ کہتے ہیں۔

ادغام میں مدغم ۷ اور مدغم فیہ ایک ہی حرف ہو تو اس کو ادغام مثلین ۸ کہیں گے اور اگر دونوں حرف کا مخرج ایک ہی ہو تو اس کو متجانسین کہیں گے ورنہ متقاربین کہیں گے۔

---

۱ خواہ ایک کلمہ میں ہو جیسے يَنْبُتُ یا دو کلمہ میں جیسے مِنْ مبَعْدِ تو اقلاب ہوگا۔

۲ اس کے لیے دو کلموں کا ہونا شرط ہے ایک کلمہ میں ہو تو ادغام نہیں ہوگا جیسے دُنْيَا وغیرہ۔ ادغام کی تعریف متن میں آئے گی، لام اور راء میں ادغام بلا غنّہ اور واؤ یا نون اور میم میں ادغام باغنّہ ہوگا۔

۳ نون ساکن اور تنوین کے اخفا کو اظہار وادغام کی درمیانی حالت سے ادا کریں اور نون ساکن وتنوین اپنے مخرج سے ادا نہ ہو، میم ساکن کے اخفا میں دونوں ہونٹوں کی خشکی کو نہایت نرمی کے ساتھ ملا کر ادا کریں اور اس کو اپنے مخرج سے ادا کریں مگر ضعیف۔

۴ خواہ ایک کلمہ میں ہو جیسے فَانْسَخْ یا دو کلموں میں ہو جیسے مَنْ كَانَ تو اخفا ہوگا۔

۵ اس کو اخفاء شفوی کہتے ہیں۔

۶ ادغام کی دو قسمیں ہیں: ادغام کبیر اور ادغام صغیر، مدغم اور مدغم فیہ دونوں متحرک ہوں تو ادغام کبیر کہتے ہیں۔ مدغم ساکن اور مدغم فیہ متحرک ہو تو ادغامِ صغیر کہتے ہیں۔ امام حفص علیہ الرحمہ کی روایت میں اسی سے بحث کرتے ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں ادغام صغیر ہی کی بحثیں ہیں۔

۷ مدغم: جس کو ملایا جائے۔ مدغم فیہ: جس میں ملایا جائے۔

۸ مثلین، متجانسین، متقاربین یہ تینوں مد کی قسمیں ہیں باعتبار محل ومخرج، کیفیت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں ادغام تام، ادغام ناقص، مدغم کی صفت باقی نہ رہے تو اُسے ادغامِ تام کہتے ہیں اگر باقی رہے تو ادغام ناقص کہیں گے۔

Scanned by CamScanner

(۲۸) مثلین کا پہلا حرف ساکن ہو تو ادغام [۱] ہوگا جیسے مَالِيَهْ هَلَكَ وغیرہ۔

(۲۹) متجانسین کا پہلا حرف ساکن ہو تو حرف با، کا میم میں تاء کا دال وطاء میں تاء کا ذال میں، دال کا تاء میں، ذال کا ظاء میں اور طاء کا تاء میں ادغام [۲] ہوگا۔

(۳۰) متقاربین کا پہلا حرف ساکن ہو تو قاف کا کاف میں [۳] اور لام کا راء میں ادغام ہوگا۔ [۴] (۳۱) جب نونِ ساکن اور تنوین یا میم ساکن کا اخفا کیا جائے یا ادغام کیا جائے یا نون میم مشدّد ہوں تو ایک الف کے برابر [۵] غنہ کرنا چاہیے۔

فائدہ: تنوین کے بعد کوئی ساکن حرف آئے تو تنوین نونِ ساکن کو ایک زیر دے کر پڑھنا [۶] چاہیے جیسے قَدِيْرُنِ الَّذِيْ وغیرہ۔

فائدہ: جب دو ہمزہ [۷] جمع ہوں تو دونوں کو خوب صاف ادا کرنا [۸] چاہیے۔ اس کو تحقیق کہتے ہیں لیکن ءَاَعْجَمِيٌّ [۹] کے دوسرے ہمزہ کو اس طرح ادا کیا جائے کہ ہمزہ میں جھٹکا نہ ہو،

---

۱ ہر جگہ ہوگا۔

۲ صرف انہیں حرفوں میں ہوگا جو بیان کیے گئے ہیں، ادغام متجانسین میں ہر جگہ تام ہوگا، صرف طاء کا تاء میں ناقص ہوگا۔

۳ قاف کا کاف میں ادغام ناقص اور تام دونوں ہوگا مگر تام اولیٰ ہے۔

۴ ادغام متقاربین صرف قاف کا کاف میں، لام کا راء میں، نون ساکن اور تنوین کا حروف يَرْمَلُوْنَ میں لام تعریف کا لام کے علاوہ حروف شمسیہ میں ہوگا۔

۵ مخفف اور ادغام ناقص کی حالت میں غنہ حرف فرعی ہوجاتا ہے اور نون میم مشدّد میں غنہ خوب اچھی طرح ظاہر کرنا چاہیے۔

۶ اجتماع ساکنین کی وجہ سے دونوں کی ادائیگی مشکل ہے اس وجہ سے حرکت دی جاتی ہے۔

۷ جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ، ءَاِذَا، ءَاُنْزِلَ وغیرہ۔

۸ یعنی صرف اپنے ہی مخرج سے صاف صاف ادا کرنا چاہیے۔

۹ صرف اسی کلمہ میں حضرت امام حفص علیہ الرحمہ کے نزدیک تسہیل واجب ہے، اس کے علاوہ چھ جگہ تین کلموں میں تسہیل جائز ہے اور وہ یہ ہیں: ءَآللّٰهُ دو جگہ، ءَآلْـٰٔنَ دو جگہ، ءَآلذَّكَرَيْنِ دو جگہ، مگر تسہیل سے ابدال بہتر ہے۔

اس کو تسہیل [۱] کہتے ہیں۔

فائدہ: وقف [۲] کرتے وقت سانس اور آواز دونوں بند کردیں [۳] اور صرف متحرک کو ساکن کردیں اور تاء مدوّرہ ہو تو اسے ہائے ساکنہ [۴] سے، اور اگر آخر میں دوزبر ہوں تو الف [۵] سے بدل دیں۔

ہدایت

جب تجوید کے ضروری قاعدے یاد ہوجائیں تو پڑھنے والے کو چاہیے کہ وقف اور رسم قرآنی کے ضروری قواعد [۶] جامع الوقف اور معرفۃ الرسوم سے معلوم کریں۔

اللہ تعالیٰ اس کے پڑھنے والوں کو تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

---

۱ یعنی ہمزہ کو ہمزہ اور الف کے مخرج کے درمیان سے ادا کریں۔

۲ یعنی آخر کلمہ پر سانس اور آواز توڑ کر بقدر ضرورت ٹھہرنا، اس کو وقف کہتے ہیں۔

۳ اس کو وقف بالاسکان کہتے ہیں جیسے تَعْمَلُوْنَ سے يَعْمَلُوْنْ وغیرہ۔

۴ اس کو وقف بالابدال کہتے ہیں جیسے رَحْمَةٌ سے رَحْمَهْ وغیرہ۔

۵ الف لکھا ہوا ہو جیسے عَلِيْمًا سے عَلِيْمَا وغیرہ یا نہ لکھا ہو جیسے جُفَآءً سے جُفَآءَ وغیرہ اس کو بھی وقف بالابدال کہتے ہیں، اور اگر جس کلمہ پر وقف کیا جائے وہ متحرک نہ ہو اور نہ تاء مدوّرہ اور نہ دوزبر ہوں تو اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیں اس کو وقف بالسکون کہتے ہیں جیسے فَلَا تَقْهَرْ، لَا تَنْهَرْ وغیرہ۔

۶ کیونکہ روایت حفص علیہ الرحمہ میں تین علموں کا جاننا بہت ضروری ہے۔ علم تجوید، علم وقف اور علم رسم، بغیر ان علموں کے روایتِ حفص مکمل نہیں ہوسکتی ہے۔ مقری کو چاہیے کہ جب تک طلبا علمِ تجوید کے ساتھ ساتھ علمِ وقف و علمِ رسم کو نہ سیکھ لیں اس وقت تک ان کو اجازت و سند نہ دیں۔

Scanned by CamScanner

تتمّت: ۱

اَحقر ابنِ ضیاء ۲ محب الدین احمد عفی عنہ

۲۱ ر جمادی الاولی ۱۴۳۹ھ بروز جمعہ

ساتھ برابر دعائیں بھی فرماتے رہتے تھے۔ یہ سب حضرت کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔

فی الحال مرکزی دار القراءت پاڑ نالہ، شہر لکھنؤ کے سرپرست ہیں، یہ حضرت کے صاحبزادے برادر مکرم حضرت قاری احمد ضیاء صاحب قبلہ فاضل جامع ازہر (مصر) کے زیرِ اہتمام چل رہا ہے۔ بلکہ بھائی صاحب ہی اس کے بانی بھی ہیں۔ حضرت از حد کمزور ہو گئے ہیں، مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ وطفیل میں حضرت کا سایہ تمام قاریوں کے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین، ثُمَّ آمین۔

---

۱ بحمدہٖ تعالیٰ یہاں پہونچ کر حاشیہ بھی تمام ہوا، یاربَّ العالمین! جس طرح اس کے متن کو مقبولیت حاصل ہوئی اسی طرح اس متن کے صدقہ وطفیل میں اس حاشیہ کو مقبولِ انام بنادے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم۔

۲ آپ امام القراء حضرت قاری مقری ضیاء الدین احمد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ (قاری عصام الدین وقاری مستجاب الدین صاحب یہ دونوں بڑے بھائی تھے) اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ واستاذ الاساتذہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی علیہ الرحمہ سے مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں تجوید وقراءت کی تعلیم حاصل کی اور پھر اسی مدرسہ سبحانیہ میں مسندِ تدریس پر فائز ہو گئے تھے۔ پھر اس کے بعد تجوید الفرقان شہر لکھنؤ تشریف لائے۔ عرصۂ دراز تک تجوید الفرقان میں مسندِ صدارت پر فائز رہے، وہیں پر احقر نے بھی تین سال حضرت کی خدمت میں رہ کر قراءت کا مکمل کورس (قراءت عشرہ) کیا۔ حضرت نے بہت محبت وشفقت سے پڑھایا، ساتھ ہی ساتھ برابر دعائیں بھی فرماتے رہتے تھے۔ یہ سب حضرت کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔

فی الحال مرکزی دار القرأت پاڑ نالہ، شہر لکھنؤ کے سرپرست ہیں، یہ حضرت کے صاحبزادے برادر مکرم حضرت قاری احمد ضیاء صاحب قبلہ فاضل جامع ازہر (مصر) کے زیرِ اہتمام چل رہا ہے، بلکہ بھائی صاحب ہی اس کے بانی بھی ہیں۔ حضرت از حد کمزور ہو گئے ہیں، مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ وطفیل میں حضرت کا سایہ تمام قاریوں کے سروں پر تادیر قائم رکھے، آمین ثم آمین

ان شاء اللہ! حضرت کی سوانح عمری جامع الترتیل میں تحریر کروں گا۔

احمد جمال القادری

خادم القراء جامعہ نعیمیہ شہر مرادآباد

۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ بروز اتوار

بروز زندگی: معصر فاروقیہ بر الترتیل آنفاقی

Scanned by CamScanner

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

ضیاء القراءت

محشّٰی

مجموعہ

سراج القراءت

و

تحفۃ المبتدی

ناشر:
فاروقیہ بکڈپو، دھلی ۶

ضیاء القراءت

رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَحْمَدُهٗ وَاُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

بعد حمد وصلوٰۃ کے احقر ضیاء الدین احمد کان اللہ لہ ولوالدیہ ساکن احمد آباد عرف نارا ضلع الٰہ آباد کہتا ہے کہ مجھ سے اکثر احباب اور بزرگوں نے قواعد ضروریہ تجوید اردو زبان میں لکھنے کو فرمایا بالآخر اراکین مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور کے فرمانے سے مختصر رسالہ لکھا مگر وہ ناتمام چھپا اور اصل نسخہ بھی گم ہوگیا پھر اس کے پورا کرنے کو اکثر قدر دانوں نے بالخصوص محبی، مولوی، حافظ وصی الرحمٰن صاحب سلمہ ربہ نے فرمایا ان کے فرمانے کے موافق اس کی تصحیح کر کے پورا کرتا ہوں اور اس کا نام ضیاء القراءت رکھتا ہوں اللہ پاک قبول فرماوے اور شائقینِ صحتِ کلام پاک کو اس سے نفع پہونچاوے۔ اٰمین ثُمَّ اٰمین۔

آیۂ شریفہ اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ [1] کے موافق جب قرآن شریف پڑھا جاوے تو پڑھنے والے کو پہلے پناہ مانگنی شیطان رجیم سے ضروری ہے پناہ کے الفاظ پسندیدہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ہیں اس میں زیادتی مثل اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور کمی مثل اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ اور دوسرے لفظوں سے بھی جائز ہے چاہے وہ الفاظ مرویہ یعنی حدیث کے الفاظ ہوں جیسے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ۔ یا غیر مرویہ جیسے اَللّٰهُمَّ اَعْصِمْنِيْ مِنْ اِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ لیکن مرویہ اولیٰ ہے اور سوائے سورۂ توبہ کے ہر سورۃ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰه لکھی ہے اس وجہ سے سوائے سورۂ توبہ کے ہر سورۃ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ضرور پڑھنا چاہیے اور درمیان ہر سورت کے شروع قراءت میں بِسْمِ اللّٰه پڑھنا برکت کے واسطے اور نہ پڑھنا دونوں جائز ہیں۔ شروع اور وسط قراءت کے لحاظ سے شروع اور وسط سورت کی تین صورتیں [2] ہیں اور ہر

[1] یعنی جب پڑھو کلام اللہ کو تو پناہ مانگو ساتھ اللہ پاک کے شیطان راندۂ درگاہ سے۔ ۱۲ وصی الرحمن

[2] چوتھی صورت یعنی وسط قراءت وسطِ سورت میں استعاذہ اور بسم اللہ دونوں کا نہ ہونا ظاہر ہے اس وجہ سے اس کتاب میں نہیں ذکر کیا گیا۔ ۱۲ منہ۔

ایک کا حکم جداگانہ ہے۔

(۱) پہلی صورت: شروع قراءت شروع سورت سے۔

(۲) دوسری: شروع سورت درمیانِ قراءت سے۔

(۳) تیسری: شروع قراءت درمیانِ سورت سے۔

پس پہلی صورت میں یعنی جب شروع قراءت شروع سورت سے ہوتو اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں پڑھنا چاہیے اور پڑھنے میں وصل یعنی ملا کر پڑھنا اور فصل یعنی وقف اور رہاؤ کرکے پڑھنا دونوں جائز ہیں تو اس صورت میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے وصل اور فصل کے لحاظ سے چار صورتیں جائز ہیں۔(۱) وصل اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور سورۃ کا، اس کا نام وصل کل ہے اور اس کو ''وصل وصل'' بھی کہتے ہیں۔(۲) فصل ہر ایک کا یعنی اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور سورۃ کا، اس کا نام فصل کل ہے اور اس کو ''وقف وقف'' بھی کہتے ہیں۔(۳) فصل اعوذ وصل بسم اللہ اس کا نام فصل اول وصل ثانی ہے اس کو ''وقف وصل'' بھی کہتے ہیں۔(۴) وصل اعوذ فصل بسم اللہ اس کا نام وصل اول فصل ثانی ہے اس کو ''وصل وقف'' بھی کہتے ہیں۔

اور دوسری صورت یعنی جب شروع سورت درمیان قراءت سے ہو پس کسی سورت کو ختم کرکے دوسری سورت یا وہی سورت شروع کی جائے تو اس صورت میں بروایت حفص رحمۃ اللہ علیہ جن کی روایت ہندوستان میں مروّج ہے بسم اللہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ چاہے دونوں سورتوں کے درمیان فصل کیا جاوے یا وصل، اور بسم اللہ پڑھنے کی صرف تین صورتیں ہیں وصل کل اور فصل کل اور فصل اول وصل ثانی۔ چوتھی صورت وصل اوّل فصل ثانی اس میں جائز نہیں۔ کیونکہ بسم اللہ کا شروع سورت سے تعلق ہے اور اس صورت میں بسم اللہ کو جس سے ملا کر پڑھا جاوے گا اُس سے بسم اللہ کا تعلق معلوم ہوگا اور جب کسی سورۃ کو ختم کرکے سورۂ توبہ شروع کی جائے تو وصل، وقف، سکتہ تینوں وجہ جائز ہیں۔

تیسری صورت: یعنی جب شروع قراءت درمیانِ سورت سے ہو تو اعوذ باللہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ چاہے بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے پس اگر بسم اللہ بھی پڑھی جاوے تو صرف دو وجہ جائز ہیں: (۱) فصل کل، (۲) اور وصل اوّل فصل ثانی اور اگر بسم اللہ نہ پڑھی جاوے تو اعوذ باللہ کو شروع قراءت سے فصل کرکے پڑھنا چاہیے۔ اس میں وصل بھی جائز ہے بشرطیکہ شروع میں اللہ پاک کا

کوئی نام نہ ہو۔ اعوذ باللہ اور بسم اللہ ہر ایک آہستہ اور بلند آواز سے پڑھے جانے میں تابع قراءت کے ہے۔

بموجب آیۂ شریفہ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔ [1] جب کلام اللہ پڑھا جاوے تو پڑھنے والے کو ترتیل کے ساتھ کلام اللہ پڑھنا واجب اور موجب ثواب ہے۔ اور ترتیل کے خلاف پڑھنے میں عذاب اور نماز نہ ہونے کا خوف پھر اللہ پاک نے جب ترتیل کا حکم ظاہر فرمادیا اور علماء اور قراء ترتیل کا حکم بتلانے والے اور ترتیل کے ساتھ کلام اللہ پڑھانے والے ہر زمانہ میں موجود ہیں تو نہ دنیا میں یہ عذر ہوسکتا ہے کہ ہم کو ترتیل کا ضروری ہونا معلوم نہیں۔ اور معلوم بھی ہوتو کوئی سکھانے والا نہیں۔ اور نہ قیامت میں اللہ پاک کے سامنے کوئی عذر چلے گا۔ دنیا میں کوئی شخص تعزیراتِ ہند کے خلاف کرکے اپنے حاکم کے سامنے یہ عذر نہیں کرسکتا کہ ہم کو معلوم نہ تھا کہ تعزیرات ہند کے خلاف کرنے میں کوئی جرم اور سزا ہے۔ اور اگر کوئی یہ عذر کرے تو قبول نہیں۔ بلکہ بے وقوف بن کر سزا ضرور پاوے۔

پس چونکہ کم سے کم نماز میں کلام اللہ پڑھنا ضروری اور کلام اللہ ترتیل کے ساتھ پڑھنا ضروری اور ترتیل بلا سیکھے دشوار۔ کیونکہ کلام اللہ زبانِ عربی فصیح میں ہے اور ترتیل کا سیکھنا آسان جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ابھی معلوم ہوجائے گا۔ لہٰذا ترتیل کا سیکھنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ اور سیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب استاذ کامل پڑھ کر سناوے تو غور سے سنے پھر خود استاذ کو سنادے تو اس کی کوشش کرے کہ جس طرح سنا ہے اسی طرح پڑھے اور حرفوں کو ادا کرے اور جو جو غلطیاں استاذ بتلاوے انہیں کے صحیح کرنے کی زیادہ کوشش کرکے مشق کرے تاکہ پھر کبھی غلطی نہ ہو اس طرح ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ترتیل آجاوے گی، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترتیل کے یہ معنی بتلائے ہیں کہ حرفوں کو **تجوید** یعنی صحیح مخرج اور صفت سے ادا کرنا، اور **معرفت وقوف** یعنی جگہ اور قاعدے رہاؤ کے پہچاننا۔ تاکہ جب وقف کی ضرورت ہوتو وقف بے موقع اور بے قاعدہ خلاف طریقہ عربی نہ ہوجاوے اور اکثر آدمی اکثر حرفوں کو صحیح ادا کرتے ہیں صرف بعض بعض حرف میں غلطی ہوتی ہے اور کل حروف کلام اللہ کے اُنتیس (۲۹) ہیں جیسا کہ مخرج کے بیان میں معلوم

[1] اور ضرور ترتیل کے ساتھ پڑھو کلام اللہ کو۔ ۱۲ وصی الرحمن اسلام آبادی عفی عنہ

Scanned by CamScanner

ہوگا تو اگر چار پانچ یا دس گیارہ حرف کی غلطی ہے تو تھوڑی دیر میں اس کو کسی استاذ کامل سے صحیح
کر کے دو چار روز مشق کر کے پختہ کر لینا تا کہ پھر غلطی نہ ہو کیا مشکل ہے۔ اگر بالفرض کسی سے سب
حرف انتیسوں صحیح نہ ادا ہوتے ہوں تب بھی دو دو چار چار حرف روزانہ صحیح کر کے ہفتہ دو ہفتہ میں کل
حروف صحیح کر کے چندروز مشق کر لینا اور پورا کلام اللہ صحیح کر لینا کچھ مشکل نہیں کیونکہ تمام کلام اللہ میں
یہی اُنتیس حروف ہیں کہیں کہیں ایک حرف دوسرے حرف سے مل کر بھی دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اس
وجہ سے جو جو حروف غلط ہوں جب صحیح ہو جاویں تو ایک دفعہ پورا کلام اللہ سنا دیا جائے بس۔

رہا لہجۂ عربی سو یہ تجوید و قراءت میں داخل نہیں البتہ عربی لہجہ سے کلام اللہ پڑھنا مستحسن
اور بہت اچھا ہے اگر نہ ہو سکے تو یہ اس قدر ضروری بھی نہیں اگر چہ بلا استاذ کامل محض کتاب سے
ترتیل حاصل نہیں ہو سکتی مگر کتاب سے مدد ضرور ملتی ہے۔ اس وجہ سے ترتیل کے ضروری قاعدے
لکھے جاتے ہیں۔

جب وقف کی ضرورت ہو تو حتی الامکان آیات اور علامات وقف کی رعایت کرنا بہت اچھا
ہے یعنی آیات پر وقف احب ہے اس کے بعد میم [1] پر، پھر طاء پر، پھر جیم پر، پھر زاء پر، پھر صاد
پر۔ وقف اولیٰ کو بلا ضرورت چھوڑ کر غیر اولیٰ پر ٹھہرنا مناسب نہیں۔ مثلاً آیت کو چھوڑ کر غیر آیت پر
وقف کرنا بہتر نہیں ہاں اگر آیت دور ہو تو پھر جو وقف اولیٰ ہو اس پر رہاؤ کرے آیت اور علامت
وقف پر وقف کرنے سے اعادہ یعنی ماقبل سے دو ایک کلمہ لوٹانا نہیں چاہیے اگر چہ آیت "لا" یا وقف
ضعیف ہو البتہ اگر سانس پوری ہو جانے کی وجہ سے درمیان یا علاماتِ وصل پر وقف کر لیا جائے
تو اعادہ ضروری ہے۔

وقف کا قاعدہ یہ ہے کہ آخر کلمہ میں حرف متحرک کو ساکن [2] کیا جاوے اور جو تاء ہاء

[1] یہ مشہور ہے کہ میم پر وقف نہ کرنے سے کافر ہو جاتا ہے یہ غلط ہے بلا انکار نص صریح کے کافر نہیں ہوتا۔ ۱۲ عبداللہ تھانوی۔

[2] اس کو وقف مع الاسکان کہتے ہیں، اور اگر آخر حرف موقوف مضموم یا مکسور ہو تو وقف بالرّوم یعنی رہاؤ میں کچھ پیش یا زیر ادا کرنا بھی جائز ہے اور اگر آخر موقوف مضموم ہو تو وقف بالاشمام یعنی آخر کلمہ ساکن کر کے ہونٹوں سے پیش کی طرف اشارہ کرنا بھی جائز ہے۔ ۱۲ منہ۔

کی صورت میں ہو اس کو ہاء سے بدلا جاوے اور اگر آخر میں دو زبر ہوں تو الف [1] سے بدلا جاوے
اور سانس کو توڑ دیا جائے۔

پس اگر وقف میں ان میں سے کسی بات کے خلاف ہوگا تو وقف خلاف قاعدہ ہوگا جیسا کہ
اکثر ان باتوں کا لحاظ نہیں کرتے۔ اسی طرح وصل یعنی جب کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے ملا کر
پڑھا جاوے یا کسی لفظ سے شروع کیا جاوے تو اُس کا قاعدہ استاذ سے سیکھ لیا جاوے تا کہ لفظ غلط
نہ ہو جاوے جیسے سورۂ یوسف میں مُبِیْنِ ۨ اقْتُلُوْا اگر مُبِیْنٍ کو اُقْتُلُوْا سے ملا کر پڑھا جاوے تو
نون کے دو زیر کو نون مکسور پڑھنا چاہیے اور اُقْتُلُوْا کے ہمزہ کو نہ پڑھنا چاہیے بلکہ نون مکسور کو قاف
سے ملا کر پڑھنا چاہیے اور اگر مُبِیْنٍ پر رہاؤ کیا جاوے اور اُقْتُلُوْا سے شروع کیا جاوے تو
اُقْتُلُوْا کے ہمزہ کو پیش دے کر پڑھنا چاہیے اگر چہ ہمزہ پر پیش لکھا ہوا نہیں ہے۔

حالتِ وصل میں چار جگہ حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں سکتہ واجب [2] ہے۔ سورۂ
کہف میں لفظ عِوَجًا پر سکتہ، سورۂ یٰسٓ میں مِنْ مَّرْقَدِنَا پر، سورۂ قیامہ میں قِیْلَ مَنْ پر سکتہ،
سورۂ مطففین میں کَلَّا بَلْ پر سکتہ۔ اور چار جگہ سکتہ جائز ہے۔ [3] سورہ اعراف میں دو جگہ ظَلَمْنَآ
اَنْفُسَنَا پر سکتہ۔ دوسرے اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا پر سکتہ۔ سورہ یوسف میں اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا پر سکتہ
سورہ قصص میں یُصْدِرَ الرِّعَآءُ پر سکتہ۔ ان کے سوا سورۂ فاتحہ وغیرہ میں کہیں سکتہ نہیں۔ [4]
سکتہ [5] کے معنی بلا سانس کے توڑے ہوئے آواز بند کر کے تھوڑا ٹھہر جانا۔

[1] سوائے تاء مدوّرہ کے جیسے نِعْمَۃً وغیرہ۔ ۱۲ عبداللہ تھانوی

[2] بطریق شاطبی واجب اور طیبہ کے طریق سے یہ سکتے جائز ہیں رسم قرانی کے لحاظ سے جن امور کے بیان کی حاجت تھی اس کتاب میں صرف وہی امور بطریق شاطبی مذکور ہیں۔ ۱۲

[3] یہ سکتے مرویہ نہیں بلکہ مثل وقوف کے ہیں۔ ۱۲ عبداللہ تھانوی۔

[4] یعنی ثابت اور قرآن شریف میں سکتہ لکھا ہوا ہے اور سجاوندی وغیرہ میں مروی ہے لیکن شاطبیہ اور طیبہ وغیرہ کے طریق سے یہ سکتے ثابت نہیں پس کسی روایت کے پابند کو کسی طریق کی پابندی ضروری ہے ورنہ کذب فی الروایۃ لازم آوے گا۔ اس کتاب میں یہ سکتے صرف اس وجہ سے لکھے گئے ہیں کہ قرآن شریف میں لکھے گئے ہیں۔

[5] سکتہ کا حکم یہ ہے کہ متحرک کو ساکن کیا جاوے اور دو زبر کو الف سے بدل کر پڑھا جاوے۔
۱۲۔ احقر ابن ضیاء عفی عنہ ناروی

Scanned by CamScanner

حرف کے ادا کرنے میں جس جگہ آواز ٹھہرتی ہے اس کو مخرج کہتے ہیں۔ موافق کتب تجوید جس حرف کا جو مخرج لکھا جاتا ہے۔ اگر وہ وہیں سے ادا ہو تو حرف صحیح ہوگا ورنہ غلط صرف اسی غلط حرف کو صحیح اور مخرج اصلی سے ادا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے اور **مخرج** کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جس حرف کا مخرج معلوم کرنا مقصود ہو تو اس کو ساکن کر کے اُس کے پہلے ہمزۂ مفتوحہ لا کر ادا کیا جاوے جیسے اَبْ کی با۔ پس جس جگہ آواز ٹھہر جاوے وہی اُس کا مخرج ہوگا۔

کل حرف اُنتیس اور **مخرج** سترہ ہیں: کیونکہ بعض بعض مخرج سے کئی کئی حرف ادا ہوتے ہیں۔ **حلق** میں تین مخرج ہیں: (۱) شروع حلق سینہ کی طرف مخرج ہمزہ اور ہاء کا۔ (۲) بیچ حلق مخرج عین اور حاء مہملہ کا۔ (۳) آخر حلق مخرج غین اور خاء کا۔ ے

حلق کے چھ حرف ہیں اے مہ لقا   ہمزہ ہاء وعین وحاء وغین وخا

منھ میں دس مخرج ہیں: (۱) جڑ زبان حلق کی طرف مع اوپر کے تالو کے مخرج قاف کا۔ (۲) مخرج قاف سے ذرا ورے[1] مخرج کاف کا۔ (۳) بیچ زبان مع اوپر کے تالو کے مخرج جیم، شین معجمہ، یاء غیر مدہ کا۔ (۴) کنارۂ زبان مع داڑھ کے مخرج ضاد معجمہ کا دونوں جانب سے بہت مشکل ہے۔ اُس سے کم داہنی جانب سے اُس سے کم بائیں طرف سے۔ (۵) کنارۂ زبان اور ضاحک ناب رباعی اور ثنیہ کے مسوڑھے مخرج لام کا ہے اکثر داہنی جانب سے ادا ہوتا ہے۔ ے

ہے تعداد دانتوں کی کُل تیس اور دو   ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں دو دو

ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس   کہ کہتے ہیں قُرّاء اَضراس سب کو

ضواحک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ   نواجذ بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

(۶) سرا زبان مع اوپر کے تالو کے مخرج نون کا۔ (۷) نون کے مخرج سے ذرا اندر مخرج راء کا۔ (۸) سرا زبان مع جڑ ثنایا علیا مخرج تاء، دال، طاء کا۔ (۹) سرا زبان مع سرا ثنایا علیا مخرج ثاء، ذال، ظاء کا۔ (۱۰) نوک زبان مع درمیان سرا ثنایا سُفلی و علیا مخرج زاء، سین، صاد کا۔ ہونٹ میں دو مخرج ہیں: (۱) نیچے کے ہونٹ کی تری مع سرا ثنایا علیا مخرج فاء کا۔ (۲) دونوں لبوں کی تری مل کر مخرج باء کا اور دونوں کی خشکی مل کر مخرج میم کا اور دونوں کے دونوں کنارے مل کر اور بیچ کھلا رہ

[1] یعنی ذرا منھ کی طرف کچھ ہٹ کر۔ ۱۲۔ احقر ابن ضیاء عفی عنہ ناروی

کر مخرج واؤ غیر مدہ کا۔ جوف یعنی حلق اور منھ اور ہونٹ کے درمیان کی خالی جگہ مخرج حروف مدہ کا ہے۔ حروف مدہ تین ہیں: الف اور جس واؤ ساکن سے پہلے پیش اور یاء ساکن سے پہلے زیر ہو۔ الف ہمیشہ بلا ضغطہ ساکن ہوتا ہے اور اس کے پہلے ہمیشہ زبر ہوتا ہے۔ بخلاف ہمزہ کے، کیونکہ ہمزہ کبھی متحرک ہوتا ہے کبھی ساکن اور جب ساکن ہوتا ہے تو ضغطہ یعنی جھٹکے سے ادا ہوتا ہے جیسے شَأن اور مأکول اور یاء اور واؤ ساکن سے پہلے اگر زبر ہو تو ان دونوں حرفوں کو حرف لین کہتے ہیں۔ مخرج سترہواں خیشوم یعنی بانسہ ہے یہ مخرج غنہ کا ہے چاہے غنہ صفت نون اور میم کی ہو یا حرف فرعی ہو یعنی وہ نون اور میم جن میں اخفا یا ادغام ناقص کیا جاوے حرف غنہ کی مقدار ایک الف ہے اور صفت غنہ نون اور میم کے ساتھ ہی ادا ہوتی ہے، ان دونوں کے سوا کسی حرف میں غنہ نہ کرنا چاہیے۔

صفت: حرف کی وہ حالت ہے جس سے مخرج کے کئی حروف آپس میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا معلوم ہوتے ہیں اور جس سے حرف صحیح سختی نرمی وغیرہ میں مثل انداز ادائے اہل عرب ہو جاتا ہے۔

صفات کی دو قسمیں ہیں: (۱) **لازمہ:** جو حرف سے کبھی نہیں جدا ہوتی۔

(۲) **عارضہ:** جو کسی صفت لازمہ کی وجہ سے یا کسی دوسرے حرف کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے۔ صفات لازمہ مشہورہ بھی مثل مخارج کے سترہ ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک متضادہ۔ جس کی ضد کوئی دوسری صفت ہو۔ دوسری غیر متضادہ۔ جس کی کوئی صفت ضد نہ ہو۔

صفاتِ متضادہ دس ہیں: جن میں سے پانچ صفتیں پانچ کی ضد ہیں:

(۱) **ہمس:** جس حرف کی یہ صفت ہو اس کو مہموسہ کہتے ہیں۔ حروف مہموسہ دس ہیں: جو فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَكَتَ میں مرکب ہیں۔ اُن کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرنا چاہیے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز پست ہو جیسے يَلْهَثُ کی ثاء۔

(۲) **جہر:** یہ ضد ہمس کی ہے اس کے حروف کو مجہورہ کہتے ہیں۔ مہموسہ کے سوا سب حروف مجہورہ ہیں۔ اُن کے ادا کرتے وقت اُن کے مخرج میں آواز ایسی قوت سے ٹھہرنا چاہیے کہ سانس کا جاری ہونا موقوف ہو جاوے اور آواز بلند ہو جیسے مَأْكُوْلٍ کا ہمزہ۔

(۳) **شدت:** اس کے حروف کو شدیدہ کہتے ہیں۔ حروف شدیدہ آٹھ ہیں: أَجِدُ

Scanned by CamScanner

قَطْبِ بَکَتْ میں مرکب ہیں اُن کے ادامیں آواز اُن کے مخرج میں اتنی قوت سے نکلنی چاہیے کہ فوراً بند ہوجاوے اور سخت ہوجیسے اَحَدُ کی دال۔

حروف لِنْ عُمَرُ کے ادامیں بھی آواز مخرج میں بند ہوجاتی ہے مگر چونکہ فوراً بند ہوکر کچھ جاری بھی ہوسکتی ہے جیسے قُلْ کا لام اور ان کی قوت میں کچھ کمی ہے اس وجہ سے ان کو متوسطہ کہتے ہیں۔ اور کاف، تاء میں اگرچہ آواز فوراً بند ہوجاتی ہے بوجہ قوت شدت کے مگر کچھ سانس بھی جاری رہ سکتی ہے بوجہ ضعف ہمس کے اس وجہ سے یہ دونوں حرف مہموسۂ شدیدہ ہیں حروف شدیدہ جب متحرک ہوتے ہیں تو جس قدر آواز جاری ہوتی ہے وہ حرکت کی آواز ہوتی ہے۔

(۴) **رخو:** یہ ضد شدت کی ہے۔ اس کے حروف کو رخوہ کہتے ہیں۔ حروف شدیدہ اور متوسطہ کے سوا سب رخوہ ہیں ان کے ادامیں آواز ان کے مخرج میں اتنے ضعف سے نکلنی چاہیے کہ آواز جاری رہ سکے اور نرم ہوجیسے مَعَایِشُ کی شین۔

(۵) **استعلاء:** اس کے حروف کو مستعلیہ کہتے ہیں جو خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ میں مرکب ہیں ان کے ادامیں ہمیشہ جڑ زبان اوپر اٹھ جانا چاہیے جس کی وجہ سے یہ حروف پُر ہوجائیں جیسے خَبِیْرٌ کی خاء۔

(۶) **استفال:** یہ ضد استعلاء کی ہے اس کے حرفوں کو مستفلہ کہتے ہیں۔ ان کے ادا میں جڑ زبان اوپر نہ چڑھنا چاہیے جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہیں۔ جیسے ذٰلِكَ کی ذال۔

(۷) **اطباق:** اس کے حروف کو مطبقہ کہتے ہیں جو ص، ض، ط، ظ ہیں ان کے ادا میں بیچ زبان کو تالو سے ڈھانک لینا چاہیے جیسے مَطْلَعِ کی طاء۔

(۸) **انفتاح:** یہ ضد اطباق کی ہے اس کے حروف کو منفتحہ کہتے ہیں حروف مطبقہ کے سوا سب منفتحہ ہیں۔ ان کے ادامیں بیچ زبان کو تالو سے جدا رہنا چاہیے جیسے کَمْ کا کاف۔

(۹) **اذلاق:** اس کے حروف کو مذلقہ کہتے ہیں جو فَرَّ مِنْ لُبٍّ میں مرکب ہیں یہ حروف ہونٹ یا زبان کے کنارے سے اس طرح ادا کیے جائیں کہ بہت سہولت سے ادا ہوں جیسے پھسلتی جگہ سے کوئی چیز بآسانی پھسل جاتی ہے جیسے مَالِكِ کی میم۔

(۱۰) **اصمات:** یہ ضد اذلاق کی ہے اس کے حروف کو مصمتہ کہتے ہیں جو

ماسوائے فَرَّ مِنْ لُبٍّ کے ہیں ان حروف کو ان کے مخرج سے مضبوط اور جماؤ کے ساتھ ادا کرنا چاہیے ورنہ صاف ادا نہ ہوں گے۔

صفات غیر متضادہ سات ہیں:

(۱) **صفیر:** اس کے حروف کو صفیریہ کہتے ہیں جو ص، ز، س ہیں ان کے ادامیں ایک آواز تیز مثل سیٹی کے ہونا چاہیے جیسے مَسَّ کی سین۔

(۲) **قلقلہ:** اس کے حروف قُطْبُ جَدٍّ ہیں اُن کے ادامیں خاص کر جب یہ حروف ساکن ہوں تو ایک آواز لوٹتی ہوئی نکلنی چاہیے نہ وہ مثل تشدید کے ہو نہ کوئی حرکت مثل قاف فَلَقِ کے۔

(۳) **لین:** اس کے دونوں حروف کو اُن کے مخرج سے بلا تکلف نرم ادا کرنا چاہیے اس طرح پر کہ اُن میں اگر مد کرنا چاہیں تو مد ہوسکے مثل یاء صَیْفٍ اور واؤ خَوْفٍ کے۔

(۴) **انحراف:** اس کے حروف کو منحرفہ کہتے ہیں جو لام اور راء ہیں۔ لام کے ادا میں آواز سرے زبان کی طرف اور راء کے ادامیں آواز پیٹھ زبان کی طرف پھرے لیکن اس طرح کہ بجائے لام کے راء اور بجائے راء کے لام نہ ہونے پاوے جیسا کہ بعض بچوں سے ہوجاتا ہے۔

(۵) **تفشی:** یہ صفت شین معجمہ کی ہے اس کے ادامیں آواز پھیلی ہوئی ہونا چاہیے لیکن آواز اوپر نہ چڑھنے پاوے ورنہ شین پُر ہوجائے گی جیسے شَیْءٍ کی شین۔

(۶) **استطالت:** یہ صفت ضاد معجمہ کی ہے اس کے ادامیں شروع مخرج سے آخر مخرج تک بتدریج آواز نکلنی چاہیے یعنی آواز یکا یک فوراً ایک دفعہ نہ نکلے تاکہ کیفیت درازی مد کی سی ظاہر ہوجیسے وَلَا الضَّآلِّیْنَ کا ضاد اس میں دیر تک قصداً آواز کو چکر دینا یا اُس کو دال پُر یا ظاء پڑھنا ٹھیک نہیں بلکہ اس کو اس کے مخرج اصلی سے مع رعایت صفات ادا کیا جاوے انشاء اللہ تعالیٰ ضاد صحیح خود ادا ہوجائے گا لیکن اس کی صحت کسی قاری ماہر سے ضرور کرنی چاہیے کیونکہ یہ حرف عرب کے سوا دوسری زبان میں نہیں اور قراءت نقلی چیز ہے جو چیز نقلی ہو وہ محض عقل سے نہیں حاصل ہوسکتی۔

(۷) **تکریر:** یہ صفت راء کی ہے اس کے ادا کرنے کے وقت اس کے مخرج میں زبان کو پورے طور پر قرار اور جماؤ نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اگر بالکل ہی جماؤ سے نہ ادا کی جائے تو بجائے ایک راء کے کئی راء ہوجاویں اسی وجہ سے راء میں ایک قسم کی قوت ہوتی ہے جیسے رَبِّ کی راء اگر یہ

Scanned by CamScanner

صفت راء کی نہ ادا کی جاوے تو راء مثل واؤ ہو جاوے لیکن تکریر حد سے زیادہ نہ کرنا چاہیے کہ بجائے ایک راء کے کئی راء ادا ہو جائیں۔

صفات عارضہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ کہ کسی صفت لازمہ کی وجہ سے پیدا ہو جیسے باریک ہونا حرف کا بوجہ استفال اور پُر ہونا بوجہ استعلاء کے ہوتا ہے۔

(۲) وہ کہ کسی دوسرے حرف کے ملنے [1] سے پیدا ہو۔ کل حروف باریک ہیں سوائے مستعلیہ اور اُن حرفوں کے جن میں کبھی کسی وجہ سے صفت استعلاء ہو جاوے۔ اس قسم کے حروف لام اور راء اور الف اور واؤ ہیں۔ حروف مستعلیہ ہمیشہ پُر ہوتے ہیں اور لام ہمیشہ باریک ہوتا ہے مگر جب لفظ اَللّٰہ کے لام سے پہلے زبر یا پیش ہو تو لفظ اَللّٰہ کے دونوں لام پُر ہوں گے جیسے اَرَادَ اللّٰهُ قَالُوا اللّٰهُمَّ اور سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَاوَلّٰهُمْ کا لام باریک ہوگا کیونکہ یہ لام لفظ اللہ کا نہیں اور اگر لفظ اللہ سے پہلے زیر ہو تو لام باریک ہوگا۔ جیسے لِلّٰہِ کا لام۔

راء کے پُر اور باریک پڑھنے کے دس (۱۰) قاعدے ہیں:

(۱) راء پر زبر یا پیش ہو تو پُر ہوگی جیسے رَبِّ، رُبَمَا اور زیر ہو تو باریک ہوگی جیسے رِجَالٌ۔

(۲) راء ساکن سے پہلے زبر یا پیش ہو تو پُر ہوگی جیسے فَرْدًا قُرْاٰنٌ اور زیر اصلی ایک کلمہ میں ہو اور اس راء ساکن کے بعد کوئی حرف مستعلیہ ایک کلمہ میں نہ ہو تو باریک جیسے فِرْعَوْنَ۔ جو زیر کسی وجہ سے ہو اس کو زیر عارضی کہتے ہیں۔ اور جو زیر اصل لفظ کا ہو اُس کو زیر اصلی کہتے ہیں۔

(۳) رائے ساکن سے پہلے زیر عارضی ہو تو پُر ہوگی جیسے اِرْجِعُوْا اور اَمِ ارْتَابُوْا۔

(۴) رائے ساکن سے پہلے زیر ایک کلمہ میں نہ ہو تو پُر ہوگی جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنَ۔

(۵) رائے ساکن سے پہلے زیر ہو اور اس راء کے بعد حروف مستعلیہ ایک کلمہ میں ہو تو پُر ہوگی جیسے لَبِالْمِرْصَادِ مگر لفظ فِرْقٍ میں پُر و باریک دونوں جائز ہیں۔

[1] ایک حرف کو دوسرے سے مل کر جو صفات پیدا ہوں اُن کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ جیسے ءَاَعْجَمِیٌّ میں تسہیل اور مثل ءٰاۤلذَّكَرَيْنِ میں تسہیل وابدال ہوتا ہے اور ساکن حرف کے بعد ہمزہ وصلی آنے سے صورت نقل پیدا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کلمہ کو بنانا چاہیں تو چند حروف جمع کر کے کسی کو ساکن کریں اور کسی کو متحرک پس ایک کو دوسرے سے مل کر سکون اور حرکت جو کہ صفات عارضہ ہیں پیدا ہوتی ہیں مثلاً زید بنایا تو ز کو متحرک اور یاء کو ساکن پھر اگر حرکت ناقص ادا کی جائے تو روم یا اختلاس ہوگا اور سکون میں اشارہ حرکت کی طرف ہوگا تو اشمام ہو جائے گا جیسا کہ لَاتَاْمَنَّا میں۔ ۱۲ عبداللہ

(۶) رائے ساکن سے پہلے زیر ہو اور اُس راء کے بعد حرف مستعلیہ دوسرے کلمہ میں ہو تو باریک ہوگی جیسے وَاصْبِرْ صَبْرًا۔

(۷) رائے ساکن سے پہلے یائے ساکن ہو تو باریک ہوگی جیسے خَيْرٌ خَبِيْرٌ۔

(۸) رائے ساکن سے پہلے ساکن غیر یاء ہو اور اس ساکن سے پہلے زبر یا پیش ہو تو پُر ہوگی۔ جیسے نَارٌ نُوْرٌ اور زیر ہو تو باریک ہوگی جیسے اَلسِّحْرُ۔

(۹) رائے مشددہ پر زبر یا پیش ہو تو دونوں راء پُر ہوں گی جیسے لَيْسَ الْبِرَّ وَلَيْسَ الْبِرُّ اور زیر ہو تو دونوں باریک جیسے بِالْبِرِّ۔

(۱۰) راء کا زبر بوجہ امالہ کے زیر کی طرف مائل ہو جاوے تو راء باریک ہوگی جیسے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا امالہ کی وجہ سے جب زبر زیر کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو اس کے بعد کا الف بھی یاء کی طرف مائل ہو جاتا ہے بروایت حفص رحمۃ اللہ علیہ صرف اسی لفظ میں امالہ ہے اور الف اور واؤ مدہ سے پہلے اگر حرف پُر ہو تو یہ دونوں بھی پُر ہوں گے ورنہ باریک۔

جو صفات عارضہ کسی حرف کے ملنے سے پیدا ہوتی ہیں چند قسم پر ہیں:

(۱) مد یعنی حرف کو دوگونہ سہ گونہ وغیرہ موافق ضرورت کے بڑھانا۔ مد صرف حرف مد اور لین میں ہوتا ہے جب کہ حرف مد کے بعد ہمزہ یا سکون اور حرف لین کے بعد سکون آوے سکون اگر اصل لفظ کا ہو تو سکون لازمی اور اصلی کہتے ہیں اور اگر کسی وجہ سے آیا ہو تو سکون عارضی کہتے ہیں۔ حرف مد کے بعد اگر ہمزہ ہو تو مد کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **مد متصل:** اگر حرف مد کے بعد ہمزہ ایک ہی کلمہ میں ہو جیسے جَآءَ، جِیْٓءَ، سُوْٓءَ

(۲) **مد منفصل:** اگر حرف مد کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو جیسے مَآ اَنْزَلْنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ مد متصل [1] اور منفصل دونوں کی مقدار بروایت حفص رحمۃ اللہ علیہ دو یا ڈھائی یا چار الف ہے لیکن جب پڑھنا شروع کیا جاوے تو جس مد کی جو مقدار پہلے مد میں اختیار کی

[1] مد متصل و منفصل دونوں میں حفص رحمۃ اللہ علیہ کے لیے توسط کی تین مقداریں ہیں جیسا کہ حضرت مصنف مدظلہ نے بیان فرمایا ہے ۱۲۔ عبداللہ

Scanned by CamScanner

جاوے وہی آخر تک رہے کہیں دو کہیں ڈھائی کہیں چار الف بڑھانا یا منفصل کی مقدار مد متصل
سے زیادہ کرنا درست نہیں بلکہ دونوں کی مقدار برابر یا منفصل کی کم ہونا چاہیے [1] ایک الف کی
مقدار ایک زبر کی مقدار کی دوگنی ہے حرف مد کے بعد اگر سکون لازمی ہو تو اس مد کو لازم کہتے ہیں۔
مدلازم [2] کی مقدار تین یا پانچ الف ہے اس میں بھی ہر مرتبہ ایک ہی مقدار اختیار کرنا چاہیے۔

مدلازم کی چار (۴) قسمیں ہیں:

(۱) **کلمی مثقّل**: جس میں حرف مد کلمہ میں تشدید سے پہلے ہو جیسے اَتُحَآجُّوْنِّیْ۔

(۲) **کلمی مخفّف**: جس میں حرف مد کلمہ میں سکون سے پہلے ہو جیسے آٰلْئٰنَ۔

(۳) **حرفی مثقّل**: جس میں حرف مد کسی حروف مقطعات میں تشدید سے پہلے ہو۔ جیسے الٓمّٓ کے لام میں۔

(۴) **حرفی مخفّف**: جس میں حرف مد کسی حروف مقطعات میں سکون سے پہلے ہو۔ جیسے الٓمّٓ کے میم میں۔

حرف مد کے بعد اگر سکون عارضی ہو تو اس مد کو مد عارضی کہتے ہیں جیسے یَوْمِ الْحِسَابْ، یَوْمِ الدِّیْنْ، یَعْلَمُوْنْ اس مد میں قصر یعنی حرف کو دوناوغیرہ نہ کرنا بھی جائز ہے مگر قصر سے توسط اور توسط سے طول [3] اولیٰ ہے۔ قصر کی مقدار ایک الف اور توسط کی مقدار دو الف یا تین اور طول کی مقدار

---

[1] لیکن قصر جائز نہیں کیونکہ یہ کتاب بطریق شاطبی لکھی گئی ہے اور خلاف فی الطرق بھی جائز نہیں۔
۱۲۔ احقر ابن ضیاء عُفی عنہ ناروی۔

[2] مد لازم میں سب کے لیے طول ہے اور طول کی دو مقداریں ہیں جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے۔
۱۲ عبداللہ تھانوی

[3] مد عارض میں یہ وجوہ ثلثہ اسکان اور اشمام میں جائز ہیں لیکن روم کی حالت میں بوجہ نہ ہونے سبب مد کے صرف قصر ہوگا پس مثل اَلْعٰلَمِیْنْ میں صرف وقف بالاسکان کے ساتھ مدود ثلثہ طول توسط قصر اور مثل یَوْمِ الدِّیْنْ میں چار وجہیں مدود ثلثہ اسکان کے ساتھ اور قصر روم کے ساتھ اور مثل نَسْتَعِیْنْ میں سات وجہیں مدود ثلثہ اور اسکان اور اشمام کے ساتھ اور قصر روم کے ساتھ جائز ہیں۔ اگر چند عارض جمع ہوں تو حاصل ضرب سے صرف وجوہ صحیحہ میں سے جن میں ترتیب اور ترجیح وجہ ضعیف کی قوی اور خلاف مساوات لازم نہ آوے ایک ہی وجہ پڑھنا چاہیے۔ ۱۲ منہ۔

تین الف یا پانچ الف ہے۔ اس مد میں تینوں وجہ طول، توسط، قصر جائز ہیں اور ہر ایک کی مقدار سے جو پہلی جگہ اختیار کی جاوے وہی ہر جگہ مناسب ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں اعلان وجوہ [1] جائزہ کی وجہ سے کبھی طول کبھی توسط کبھی قصر اور مقدار کا فرق کرلیا جاوے تو جائز ہے بخلاف مد متصل، مد منفصل کے کہ ان میں ہر مقدار کو پڑھنا اور جمع کرنا جائز نہیں جب مثل یَشَآءُ، قُرُوْٓءٍ، شَیْءٌ میں بوجہ وقف کے دونوں سبب مد کے ہمزہ اور سکون عارضی جمع ہوں تو ان میں پانچ الف کی مقدار بھی مد جائز ہے لیکن قصر جائز نہیں تا کہ الغاء [2] سبب اصلی لازمی اور اعتبار سبب عارضی نہ لازم آوے اگر الٓمّٓ اللّٰہُ شروع آل عمران کے میم کو لفظ اللہ سے ملا کر پڑھا جاوے تو میم پر زبر دے کر اور لفظ اللہ کا ہمزہ گرا کر پڑھنا چاہیے اور اس وقت میم کا یاء میں مد کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہے مد بوجہ اعتبار سبب اصلی اور قصر بوجہ سکون نہ ہونے کے لیکن میم مشدد نہ ہووے حرف لین کے بعد اگر سکون لازمی ہو جیسے عٓسٓقٓ سورہ مریم اور شوریٰ میں تو اس مد کو مد لازمی لین کہتے ہیں اس میں طول اولیٰ ہے پھر توسط پھر قصر۔

حرف لین کے بعد اگر سکون عارضی ہو تو اس کو مد عارضی لین کہتے ہیں جیسے وَالصَّیْفْ اور خَوْفْ اس میں قصر اولیٰ ہے، پھر توسط پھر طول۔

اظہار یعنی حرف کو اُس کے مخرج اور صفات سے بلا کسی تغیر کے اصلی حالت سے ادا کرنا۔

اظہار کے تین قاعدے ہیں:

(۱) نون ساکن اور تنوین کا اظہار: یہ اُس وقت ہوگا جب اُن کے بعد کوئی حرف حلقی آوے جیسے اَنْعَمْتَ اور عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ وغیرہ۔

(۲) میم ساکن کا "اظہار" یہ اُس وقت ہوگا جب کہ میم ساکن کے بعد میم اور باء کے سوا اور

---

[1] یعنی جب کئی مد عارض جمع ہوں تو ضرب دینے سے جس قدر وجوہ نکلیں ان کو ظاہر کرنے کے لیے یکے بعد دیگرے ہر ہر وجہ کو جاری کر کے سمجھانا چاہیں تو اس صورت میں کل وجہوں کو جمع کرنا اور پڑھنا جائز ہے لیکن ایک ہی موقع پر سب وجہوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔ ۱۲۔ احقر ابن ضیاء۔

[2] یعنی مد متصل پر وقف کیا تو علاوہ ہمزہ کے دوسرا سبب مد کا سکون عارض ہونے سے مد عارض کے وجوہ ثلثہ پیدا ہوں گے لہذا اس صورت میں یہ نہ کریں کہ قصر کر کے مد متصل کا ہمزہ جو سبب اصلی اور قوی ہے اُس کو لغو اور بے کار کردیں اور مد عارض کا اعتبار کر کے قصر کو ترجیح دیں۔ ۱۲۔ احقر ابن ضیاء عُفی عنہ

Scanned by CamScanner

کوئی حرف آوے جیسے هُمْ فِيْهَا وغیرہ۔

(۳) لام تعریف کا "اظہار" یہ اُس وقت ہوگا جب کہ اس کے بعد کوئی حرف حروف قمریہ اِبْغِ حَجَّكَ خَفْ عَقِيْمَه میں سے آوے جیسے وَالْقَمَرْ وغیرہ۔ ہر قاعدہ کی صرف ایک دو مثالیں اس وجہ سے لکھی جاتی ہیں تا کہ پڑھنے والا خود قاعدہ یاد کر کے مثالیں تلاش کر لے، بشرط روایت اظہار دو حرفوں کے دوری، مخرج کی وجہ سے ہوتا ہے اور ادغام قرب اور اتحاد مخرج کی وجہ سے۔ اخفا کچھ دوری اور کچھ قرب مخرج کی وجہ سے۔ تنوین دوزبر دوزیر دوپیش کو کہتے ہیں۔ ادا میں یہ بھی نون ساکن ہے اگر تنوین کے بعد کوئی حرف ساکن آوے تو تنوین کو زیر دے کر پڑھنا چاہیے جیسے لُمَزَةِ نِ الَّذِيْ ایسی تنوین مکسور کو ہندوستان میں نون قطنی کہتے ہیں۔

(۲) ادغام: یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف میں ملا کر مشدد پڑھنا پہلا حرف جو ملایا جاتا ہے اس کو مدغم اور دوسرا جس میں ملاتے ہیں اُس کو مدغم فیہ کہتے ہیں۔

ادغام کے تین قاعدے ہیں:

(۱) ادغامِ مثلین: اگر کسی حرف ساکن کے بعد وہی حرف آوے جیسے قُلْ لَّكُمْ۔

(۲) ادغامِ متجانسین: اگر ایک مخرج کے دو حرف جمع ہوں اور پہلا ساکن ہو مثل میں قَدْ تَّبَيَّنَ ۞ وَاِذْ ظَّلَمُوْا وَيَلْهَثْ ذّٰلِكَ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ وَارْكَبْ مَّعَنَا اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا اَحَطْتُّ وغیرہ کے۔

(۳) ادغامِ متقاربین: اگر دو حرف قریب المخرج دو کلمہ کے جمع ہوں اور پہلا ساکن ہو مثل قُلْ رَّبِّ وَالشَّمْسِ وَمِنْ وَّالٍ وَمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ وغیرہ۔ لام تعریف اور میم ساکن اور نون ساکن اور تنوین کا ادغام انہیں تینوں قسموں میں مندرج

۞ ادغام متجانسین میں مثل قَدْ تَّبَيَّنَ وغیرہ کے ہر ہر مثال سے ادغام کا قاعدہ کلیہ بیان کرنا مقصود ہے اس طرح پر کہ دال کا تاء میں ذال کا ثاء میں ثاء کا ذال میں تاء کا طاء میں جہاں کہیں ہو ادغام بطور قاعدہ کلیہ کے ہوگا اور ان قواعد کلیہ میں سے تین میں صرف ایک ایک مثال لکھی گئی ہے اسی طرح ادغام متقاربین کی مثالوں سے بھی قواعد کلیہ سمجھ لینا چاہیے۔ ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ۔

ہے۔ لیکن لام فعل اور مدہ اور حلقی غیر مثلین کا ادغام نہیں اور بروایت حفص رحمۃ اللہ علیہ يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ اور نٓ وَالْقَلَمِ میں ادغام نہیں، ادغام متجانسین اور متقاربین میں ادغام کے لیے مدغم کو مدغم فیہ کی جنس سے کرنا ضروری ہے اگر مدغم بالکل مدغم فیہ کے جنس سے ہو جائے تو اس کو ادغام تام کہتے ہیں ورنہ ناقص صرف حرف يُؤْمِنُ میں اور طاء کا تاء میں ادغام ناقص ہوتا ہے باقی کل ادغام تام ہیں البتہ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ میں ناقص بھی جائز ہے مگر تام اولیٰ ہے اور صرف حرف يُؤْمِنُ میں ادغام باغنہ ہوتا ہے باقی کل ادغام بے غنہ ہوتے ہیں اور جب نون اور میم مشدد ہوں تو ان میں غنہ واجب ہے جیسے اِنَّ اور عَمَّ۔

(۳) قلب: یعنی نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر باء آوے تو نون اور تنوین کو میم سے بدل کر اخفا کیا جاوے جیسے لَيُنْۢبَذَنَّ۔

(۴) اخفا: یعنی نون اور میم کی صرف صفت غنہ مابعد کے حرف سے مل [۱] کر ادا ہو اور خود حرف اپنے مخرج سے ادا نہ ہو جیسا کہ پنکھا اور سنگ وغیرہ میں غنہ ادا ہوتا ہے۔

اخفا کے دو قاعدے ہیں:

(۱) جب نون ساکن اور تنوین کے بعد حروف حلقی اور يَرْمَلُوْنَ اور الف اور باء کے سوا باقی پندرہ حرفوں میں سے کوئی حرف آوے تو نون ساکن اور تنوین میں اخفا ہوگا جیسے مِنْكُمْ۔

(۲) جب میم ساکن کے بعد باء آوے تو میم میں اخفا ہوگا جیسے اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ یعنی میم مخفاۃ اپنے مخرج سے کامل [۲] ادا نہ ہو۔ جس حرف میں صفت عارضہ مثل مد منفصل ادغام وغیرہ بعد والے حروف کے ملنے کی وجہ سے ہو اور اس پر رہاؤ یا سکتہ کیا جاوے تو اس میں وہ صفتِ عارضہ نہ ادا ہوگی بلکہ وہ حرف اپنی صفت اصلی قصر یا اظہار وغیرہ سے ادا کیا جاوے جیسے قَالُوْٓا اٰمَنَّا. عِوَجًا۔ سکتہ

---

[۱] اس موقع پر اکثر لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ غنہ مابعد سے مل کر ادا ہونے کو اعتماد مابعد مستلزم ہے اس وجہ سے نون مخفی کو بعد والے حرف پر زور دے کر ادغام ناقص کی طرح ادا کرتے ہیں یہ سخت غلطی ہے چونکہ نون مخفی بہ نسبت مابعد کے ضعیف ہے لہذا اس کو اس کے مخرج خیشوم سے نہایت لطیف ادا کیا جاوے تا کہ بعد والا حرف مشدد نہ سنائی دے اور غنہ ایک الف کے برابر ادا ہو جائے۔ ۱۲ احقر ابن ضیاء عفی عنہ۔

[۲] کہ یہ میم مخفاۃ اپنے مخرج سے کمزور ادا ہوتی ہے۔ ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

وَيُمَا يَلْهَثْ ذٰلِكَ

(۵) **تسہیل**: یعنی جب دو ہمزہ جمع ہوں تو دوسرے ہمزہ کو اس کے حرکت کے مناسب حرف مد اور ہمزہ کے مخرج سے ادا کرنا۔

حفص رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تسہیل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **واجب**: جو صرف لفظ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ میں ہے۔

(۲) **جائز**: جو صرف تین لفظوں میں ہے۔ (۱) ءٰٓالذَّكَرَيْنِ یہ لفظ صرف دو جگہ سورۂ انعام میں ہے۔ (۲) آٰلْـٰٔنَ یہ لفظ بھی صرف دو جگہ سورۂ یونس میں ہے۔ (۳) آٰللّٰهُ اَذِنَ سورۂ یونس میں اور آٰللّٰهُ خَيْرٌ سورۂ نمل میں یہ لفظ بھی صرف دو ہی جگہ ہے۔ ان تینوں لفظوں میں تسہیل سے ابدال اولیٰ ہے۔

(۶) **اشمام**: یعنی سنانے کے وقت ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا یہ اشمام صرف لفظ لَا تَأْمَنَّا کے پہلے نون میں ادغام کے وقت ہوگا جو سورۂ یوسف میں ہے۔

(۷) **رَوم**: یعنی کچھ ضمہ بقدر تہائی حرکت کے پڑھنا روم بھی صرف اسی لَا تَأْمَنَّا کے پہلے نون میں ہے جب کہ نون کا اظہار کیا[1] جاوے۔

(۸) **صورتِ نقل**: یہ مثل بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ میں ہے اس میں نقل حقیقۃً اس وجہ سے نہیں کہ ہمزہ وصلی ہے اگر اَلِاسْمُ سے ابتدا کی جاوے تو لِاسْمُ الْفُسُوْقُ اور اَلِاسْمُ الْفُسُوْقُ دونوں جائز ہیں۔

(۹) **سکون**: اس کو بہت جماؤ کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے تاکہ حرکت نہ ہو جاوے۔

(۱۰) **حرکت**: زبر و زیر و پیش کے گھٹانے بڑھانے اور کھڑے پڑے کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے۔ اور زیر اور پیش کو باریک ادا کرنا چاہیے اس کے بعد بعض ضروری باتیں یہ ہیں کہ سورۂ روم کے تینوں لفظ ضعف کے بروایت حفص رحمۃ اللہ علیہ ضاد کے زبر سے بھی ثابت ہیں لفظ لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ اور الظُّنُوْنَا اور الرَّسُوْلَا اور السَّبِيْلَا اور سَلَٰسِلَا اور پہلا قَوَارِيْرَا اور

---

[1] روم کے وقت اظہار اس لیے ہوگا کہ روم کی صورت میں حرکت ہوتی ہے اور حرکت ادغام کو مانع ہے۔ ۱۲ عبداللہ تھانوی

کل لفظ اَنَا[1]۔ ان سب کے الف صرف وقف میں پڑھے جاویں گے۔ وصل میں نہ پڑھے جاویں گے۔ لیکن سَلَٰسِلَا وقف میں بغیر الف کے بھی جائز ہے۔ اور قَوَارِيْرَا ثانی میں نہ الف وقف میں ہے نہ وصل میں۔ اور جو حرف تماثل فی الرسم کی وجہ سے نہیں لکھا جاتا وہ وقف، وصل دونوں حالتوں میں پڑھا جاتا ہے جیسے تَلْوٗا اور يُحْيِي وغیرہ وَيَبْصُۜطُ سورۂ بقر میں اور بَصْۜطَةً سورۂ اعراف میں یہ دونوں لفظ باوجودیکہ ص سے لکھے جاتے ہیں مگر ان کو سین سے پڑھنا چاہیے اور الْمُصَۜيْطِرُوْنَ جو سورۂ طور میں ہے اس میں صاد اور سین دونوں[2] جائز ہیں۔ اگر دو کلمہ ملا کر لکھے ہوں تو درمیان میں وقف نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ دوسرے کلمہ کے آخر پر ٹھہراؤ کرنا چاہیے اس کے سوا رسم خط کے متعلق بہت سے قواعد ہیں۔ لہٰذا کتب[3] رسم خط سے رسم خط قرآن کا قاری کو جاننا بہت ضروری ہے۔ فقط وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

صفاتِ حروف اور حروف کے اقسام

(۱) لِلْهَمْزَةِ جهر واستفال ثبت	فتح وشدة وصمت يافتى
(۲) لِلْهَاء الاستفال مع فتح كذا	همس ورخو ثم اصمات خذ
(۳) لِلْعَيْنِ جهر ثم وسط حصلا	فتح نِ استفال ثم صمت نقلا
(۴) لِلْحَاء صمت رخوة همس اتى	وَالانفتاح الاستفال يا فتىٰ
(۵) لِلْغَيْنِ الاستعلاء وصمت ب الفتح	ورخوة كذالك جهر قد وضع
(۶) للخاء الاستعلاء وفتح اعلما	رخو وصمت ثم همس افهما

---

[1] یعنی اَنَا ضمیر واحد متکلم منفصل پس اس سے اَنَا بِيَ اور جَآءَنَا کے مثل نکل جائیں گے۔ ۱۲ عبداللہ تھانوی۔

[2] بعض قرآن شریف میں لفظ بِمُصَۜيْطِرٍ پر بھی چھوٹی س لکھی ہے مگر بطریق شاطبی اس لفظ کو صاد ہی کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ ۱۲ احقر ابن ضیاء عفی عنہ۔

[3] رسم خط کے قواعد معلوم کرنا ہو تو معرفۃ الرسوم دیکھیں اس سے بخوبی تفصیل معلوم ہو جاوے گی۔ ۱۲۔ ابن ضیاء عفی عنہ۔

Scanned by CamScanner

(۷) لِلْقَافِ اصمات وجهر قلقلا — وشدة فتح وعلو فاعقلا
(۸) لِلْكَافِ صمت شدة همس اتى — والانفتاح الاستفال يا فتى
(۹) لِلْجِيمِ جهر شدة وقلقلة — صمت انفتاح واستفال فاضع له
(۱۰) لِلْشين همس مع تفش مستفل — صمت ورخو ثم فتح قد نقل
(۱۱) لِلْياءِ الاستفال مع فتح كذا — جهرورخو ثم اصمات خذا
(۱۲) لِلْضادِ اصمات مع استعلاجهر — اطالة رخو واطباق شهر
(۱۳) لِلْامِ الاستفال مع وسط فتح — جهر والانحراف والذلق وضع
(۱۴) لِلْنُونِ الاستفال مع جهر عرف — وسط والانفتاح والذلق وصف
(۱۵) لِلْرَّاءِ ذلق وانحراف كررت — فتح وجهر واستفال وسطت
(۱۶) لِلْطاء اطباق جهر استعلا ورد — قلقله صمت وشدة تعد
(۱۷) لِلْدَّالِ اصمات وجهر قلقلة — وشدة فتح وسفل فاعقله
(۱۸) لِلْتَاءِ شدة كذاك همس — صمت انفتاح واستفال خمس
(۱۹) لِلْصَادِ الاستعلاء وهمس اطبقا — رخو صفير ثم صمت حققا
(۲۰) لِلسينِ رخو ثم صمت سفلت — همس صفير ما فتى انفتحت
(۲۱) لِلزاء جهر مع صفير مستفل — صمت ورخو ثم فتح قد نقل
(۲۲) لِلْظاء صمت مع اطباق عرف — علو وجهر ثم رخو قد وصف
(۲۳) لِلذَّالِ الاستفال مع جهر كذا — فتح ورخو ثم اصمات خذا
(۲۴) لِلثَّاءِ همس وانفتاح قد اتیٰ — رخاوة صمت استفال يا فتیٰ
(۲۵) لِلْفَاءِ فتح استفال قد رسم — رخو وذلق ثم همس قد رسم
(۲۶) لِلْوَاو جهر مع اصمات سفل — فتح ورخو ثم لين قد حصل
(۲۷) لِلْباء فتح شدة تسفل — ذلاقة جهر كذا القلقل
(۲۸) لِلْمِيْمِ الاستفال مع جهر كذا — وسط وفتح ثم اذلاق خذا
(۲۹) واحرف المد لها اشتراك — فى خمس اوصاف لها ادراك
(۳۰) رخاوة جهر وفتح قد اتیٰ — صمات كل واستفال ثبتا

(۳۱) اقوى الحروف الطاء وضاد معجمه — والظاء ثم القاف وهى الخاتمه
(۳۲) قويها جيم ودال ثم را — صاد وزاى ثم غين قررا
(۳۳) واوسط همز وبا تاء الف — خاء وذال عين كاف ثم قف
(۳۴) واضعف الحروف ثاء حاء — والنون والميم وفاءهاء
(۳۵) ضعيفها سين وشين لام — والواو والياء هى الختام

تَمَّتْ

قطعۂ تاریخ از تالیف جناب سید لایق حسین صاحب امروھوی
مرحوم خوشنویس المتخلص بہ قوی

مشفقم قاری ضیاء الدین — پاک دیں پاکباز فیض مآب
کردہ تصنیف این کتاب عجیب — ماشاء اللہ حسن طبع جناب
اے قوی ہست مصرع سالش — مخزنِ نور شمع عالم تاب
۱۹۰۷

سراج القراءت

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم

الحمدللہِ علی نِعْمَائِه التِی لا تحصٰی ۔والشکرله علی فضلهٖ الَّذی لا یستقصٰی والصَّلوٰۃُ والسَّلَامُ علیٰ نبیه الاوّاب ۔وَاٰله واصحابه المجودین بالکتاب والتَّابعین لهُم وتَابعیْهِم باحسَانٍ اِلیٰ یومِ المَآب.

اَمَّا بعدُ: کہتا ہے مسکین عبداللہ تھانوی کہ استاذی حضرت مولانا القاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی مدظلّہم نے اس خادم سے فرمایا کہ رسالہ ضیاء القراءت میں وجوہ جائزہ نہیں ہیں اور میں عدیم الفرصت ہوں اس لیے تم وجوہ جائزہ بطور ضمیمہ کے لکھ دو فی الواقع ناچیز اس قابل نہ تھا مگر شفقت پدری اور عنایت کریمی، کہ اپنے غلام کو یہ خدمت حسن ظن سے عنایت فرما کر مفخر فرمایا، اس لیے اب فرمان والاشان کی تعمیل شروع کرتا ہوں اور اللہ سے مدد چاہتا ہوں۔وھو حسبی ونعم الوکیل۔

باب اول در بیان وجوہ جائزہ

قبل اس کے کہ وجوہ جائزہ معلوم کیے جاویں بطور تمہید کے یہ جان لینا چاہیے کہ کلام اللہ کے تین ارکان ہیں: (۱) الفاظ کا موافق نحو کے ہونا (۲) موافقِ رسم عثمانی کے (۳) اسناد کا صحیح ہونا اور بعضوں کے نزدیک تواتر روایت شرط ہے۔

روایات تین قسم کی ہیں:

(۱) وہ ہیں جن کی اسناد بالاتفاق متواتر ہیں یعنی قرأۃ سبعہ مروّجہ۔

(۲) وہ جن کی اسناد کے تواتر میں اختلاف ہے یعنی قرأۃ عشرہ میں سے قرأۃ ابوجعفر اور یعقوب اور خلف بزار کی مگر یہ بھی جمہور کے نزدیک متواتر ہی ہیں۔

(۳) اور جن کی اسناد بالاتفاق شاذ ہیں جیسے قرأۃ ابن محیصین رحمۃ اللہ علیہ کی اور یزیدی یحیٰی رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور اعمش سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی۔ اگر نماز میں سبعہ متواترہ میں سے کوئی روایت پڑھی جاوے تو بالاتفاق نماز ہوجائے گی۔ اور اگر ثلٰثہ متمم عشرہ میں سے کوئی روایت پڑھی جاوے تو اس میں تفصیل ہے جن کے نزدیک متواتر ہے اُن کے نزدیک ہوجائے گی اور جن کے نزدیک شاذ ہے اُن کے نزدیک نہ ہوگی اور اربعہ متمم اربعہ عشرہ میں سے اگر قرآنیت کا اعتقاد کر کے قصداً کوئی روایت پڑھی تو نماز نہ ہوگی۔ انحصار روایت شاذہ کا انہیں اربعہ میں نہیں ہے بلکہ اس سے بھی اور بہت زیادہ ہیں۔ سبعہ مروّجہ مشہورہ کے سات امام ہیں: نافع مدنی، ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، ابن عامر شامی، عاصم، حمزہ، کسائی کوفیین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پھر ان میں سے ہر ایک کے دو دو راوی مشہور ہیں۔ اور ان رواۃ کے بھی بہت بہت شاگرد ہیں جن کو اصطلاح قراء میں طریق کہتے ہیں۔ جو اختلاف قراء کی طرف منسوب ہو اس کو قراءت اور جو رواۃ کی طرف منسوب ہو اس کو روایت اور جو طرق کی طرف منسوب ہو اس کو طریق کہتے ہیں۔ مثلاً اثبات بسملہ کا قراءت ہے مکی کی اور روایت ہے قالون کی نافع سے اور طریق ہے اصبہانی کا ورش سے جو اختلاف قراء اور رواۃ اور طرق سے ثابت ہو اس کو خلاف واجب کہتے ہیں اور جو بہ سبیل تخییر واباحۃ ثابت ہو اس کو خلاف جائز کہتے ہیں مثل وجوہ وقف بالسکون و بالاشمام و بالروم اور مدود ثلٰثہ یعنی طول، توسط بقصر وقفی کے جونسی ایک وجہ وجوہ جائزہ میں سے ادا کر لے وہی کافی ہوجائے گی۔ بخلاف وجوہ

واجبہ کے، کہ مثلاً کسی لفظ میں کسی کے لیے تین وجہیں ہوں تو جمع الجمع میں ہر ایک کا پڑھنا ضروری ہے اگر ایک وجہ بھی چھوٹ جائے تو جمع الجمع نہ ہوگا۔ وجوہ جائزہ کی دو قسمیں ہیں: ایک متعلق وقف کے دوسری متعلق مد کے۔ جو وقف کے متعلق ہیں وہ موقوف علی الوقف ہیں۔ اس لیے مناسب ہے کہ پہلے وقف کی حقیقت تفصیلی معلوم کر لی جائے۔

وقف کی تعریف یہ ہے کہ درمیان قراءت میں کلمہ کے آخر حرف پر کیفیت وقف کے موافق آواز بند کر کے سانس کو توڑ دیا جائے۔ وقف کی تین کیفیتیں ہیں: (۱) اسکان (۲) اشمام (۳) روم۔ لیکن اصل اسکان ہے کیونکہ وقف استراحت کے لیے ہوتا ہے اور سکون اخف ہے کل حرکات سے۔ ابلغ ہے حصول استراحۃ میں، لہٰذا بمقابلہ روم و اشمام کے اصل ہوا روم اور اشمام میں گو کہ پوری حرکت نہیں ہے لیکن حرکت کی بو سے خالی بھی نہیں ہے پس اشارۂ حرکت میں بمقابلہ سکون کے ضرور ثقل ہوگا۔

تعریف اسکان کی یہ ہے کہ حرکت کو حرف سے اس طرح سلب کیا جاوے کہ حرکت کی بو بھی باقی نہ رہے بلکہ سکون محض ہو موقوف علیہ مفتوح ہو یا مضموم یا مکسور سب میں بالاسکان جائز ہے۔

روم کی تعریف یہ ہے کہ حرف موقوف علیہ کی حرکت کی آواز کو اس قدر کمزور ادا کیا جاوے کہ قریب والا سن سکے۔

روم ایک ہلکی سے ہوتی ہے صدا
جس کو سن سکتا ہے یعنی پاس کا

روم صرف موقوف علیہ مضموم یا مکسور میں جائز ہے مفتوح میں مروی نہیں۔

اشمام کی تعریف یہ ہے کہ موقوف علیہ کو ساکن کرتے ہوئے لبوں کو غنچہ کی طرح بنا کر ضمہ کی طرف اشارہ کر دینا۔

اب سمجھ اشمام تحریک دو لب
قصد گو یا ضم کا ہے اے باادب

اگر سامع بینا ہو تو اس کو معلوم کر سکتا ہے ورنہ نہیں اور یہ صرف موقوف علیہ مضموم ہی میں جائز ہے مفتوح، مکسور میں مروی نہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ روم و اشمام سے فائدہ یہ ہے کہ حرف موقوف علیہ کے لیے جو حالت وصل میں حرکت ثابت کی گئی تھی اُس کو سامع روم میں اور ناظر اشمام میں معلوم

Scanned by CamScanner

کرلیوے اس سے معلوم ہوا کہ قراءت قرآن اگر خلوت میں ہو تب روم واشمام کی ضرورت نہیں۔
حاصل یہ کہ موقوف علیہ مضموم میں اسکان، اشمام، روم تینوں جائز ہیں اور کسرہ میں صرف روم واسکان جائز ہے اشمام جائز نہیں کیونکہ اشمام چاہتا ہے شفتین کے ارتفاع کو اور کسرہ چاہتا ہے انخفاض کو اور انخفاض کے ساتھ ارتفاع جمع نہیں ہوسکتا اور فتحہ میں صرف اسکان ہی جائز ہے روم تو اس وجہ سے جائز نہیں کہ یہ اخف الحرکات ہے اس کو جس وقت بھی ادا کیا جاوے اپنی خفت اور سرعت فی النطق کی وجہ سے کامل ہی ادا ہوگا۔ اور اشمام اس وجہ سے جائز نہیں کہ اشمام میں انضمام شفتین ہوتا ہے اور انضمام سے ضمہ ہی کی طرف اشارہ ہوگا۔ فتحہ کی طرف اشارہ نہیں ہوسکتا۔
جو تاء تانیث وقف میں ہاء ہو جائے یا جو حرف کہ وصل ہی میں ساکن ہو اور اسی میں میم ضمیر جمع بھی داخل ہو یا متحرک بحرکت عارضیہ یا نقلیہ ہو ان سب میں صرف اسکان ہی جائز ہے روم واشمام جائز نہیں اور جس ہاء ضمیر سے پہلے واؤ یا ضمہ یا کسرہ ہو تو اصح مذہب پر اس ہاء میں بھی صرف اسکان ہی ہوگا روم واشمام جائز نہیں بوجہ ثقل کے۔

تنبیہ: جس وقت کہ حرف منون یا موصولہ پر وقف بالروم یا بالاشمام کیا جاوے تو تنوین اور صلہ کو حذف کردیں گے۔ یہ حقیقت اور کیفیت تھی وقف کی اب اُن وجوہ کو سمجھنا چاہیے جو اُس سے پیدا ہوتی ہیں پس موقوف علیہ اگر مفتوح ہے اور ماقبل اس سے حرف مدہ ہے جیسے اَلْعٰلَمِیْن تو کل قراء کے نزدیک اس حرف مدہ میں تین وجہیں جائز ہیں اول طول پھر توسط پھر قصر۔ اور اگر مکسور ہے جیسے عَلٰی نُوْرٍ تو حرف مدہ میں عقلی چھ وجہیں نکلتی ہیں: تین بالاسکان کی اور تین بالروم کی۔ مگر روم میں توسط، طول جائز نہیں، کیونکہ سبب مد فرعی کا سکون تھا اور وہ بوجہ روم کے جاتا رہا۔ پس صرف چار وجہیں جائز رہیں: روم کا قصر اور اسکان کی تینوں وجہیں۔ اور اگر مضموم ہے جیسے نَسْتَعِیْنُ تو وہاں وجہ عقلی نو نکلتی ہیں: تین اسکان میں، تین اشمام میں، تین روم میں۔ مگر چونکہ روم میں توسط، طول جائز نہیں اس لیے سات وجہیں باقی رہیں۔

تنبیہ: بعینہٖ یہی تفصیل مدلین عارض میں ہے اتنا فرق ہے کہ اس میں اول قصر ہوتا ہے پھر توسط پھر طول، بخلاف مد عارض کے۔ یہ وجوہ تو اس وقت ہیں کہ ایک مد عارض کو تنہا پڑھیں اور اگر چند مدود عارضہ ایک ساتھ جمع کیے جاویں تو اس وقت ایک کو دوسرے کے ساتھ ملانے سے

ضربی وجوہ بہت نکلتی ہیں۔ سیکڑوں ہزاروں لاکھوں تک نوبت پہونچتی ہے۔ ان میں صحیح اور غلط کی شناخت کے چند معیار ہیں:

(۱) اول یہ کہ اگر وجہ ضعیف کو قوی پر ترجیح لازم نہ آوے تو صحیح ہے ورنہ نہیں جیسے لین عارض مد عارض سے اور منفصل متصل سے ضعیف ہے تو لین عارض کی کوئی وجہ اگر مد عارض سے یا منفصل کی مقدار متصل سے نہ بڑھے تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ اگر چند مد ایک قسم کے جمع ہوں تو ان میں اگر تساوی رہے تو صحیح ہے ورنہ نہیں مثلاً اگر ایک میں توسط کر کے دوسرے میں بھی توسط کیا ہے تو وجہ صحیح ہے اور اگر دوسرے میں طول یا قصر کیا ہے تو غیر صحیح۔

(۳) تیسرے یہ کہ ان مدود کی مقادیر میں خلط بالاقوال نہ کرے تو صحیح ہے ورنہ نہیں مثلاً مد عارض ولین عارض میں ایک قول پر طول کی مقدار تین الف اور توسط کی مقدار دو الف ہے۔ اور دوسرے قول پر طول کی مقدار پانچ الف اور توسط کی تین الف ہے۔ اور قصر کی مقدار دونوں قولوں پر ایک ہی الف ہے۔ اور مد متصل و منفصل کے توسط میں بھی کئی اقوال ہیں دو الف، ڈھائی الف، چار الف۔ پس اگر قاری ان مقداروں میں خلط نہ کرے تو وجہ صحیح ہے ورنہ نہیں۔ یعنی ایک میں تین الف کی مقدار اختیار کر کے دوسرے میں بھی وہی اختیار کی تو وجہ جائز ہے اور اگر ایک میں تین کی مقدار اختیار کر کے دوسرے میں پانچ یا ایک میں ڈھائی کی اختیار کر کے دوسرے میں چار یا دو کی اختیار کی تو یہ سب وجہیں ناجائز ہیں۔

تنبیہ: ناجائز اور غیر صحیح سے غلط اور ممنوع مراد نہیں ہے بلکہ خلاف اولیٰ مراد ہے۔ اب تفصیل اُن وجوہ کی جو چند آیات اور مدود کو ایک ساتھ جمع کرنے سے پیدا ہوں یہ ہے کہ مثلاً اَعُوْذُ اور بسملہ اور العالمین کے فصل کل کی حالت میں ضربی عقلی وجہیں اڑتالیس نکلتی ہیں اس طرح پر کہ الرحیم مکسور میں کل چار وجہیں ہیں تین اسکان کی ایک روم کی، اور یہی چار وجہیں الرحیم میں بھی ہیں اور العلمین میں صرف تین وجہیں اسکان کی ہیں، پس الرجیم کے چار کو الرحیم کے چار میں ضرب دینے سے چار چوک سولہ وجہیں نکلتی ہیں اور ان سولہ کو العالمین کی تین میں ضرب دینے سے سولہ تیاں اڑتالیس وجہیں ہوئیں۔ ان میں سے چار وجہیں بالاتفاق صحیح ہیں یعنی الرجیم الرحیم العالمین سب میں

Scanned by CamScanner

طول توسط قصر مع الاسکان اور الرحیم میں قصر مع الروم، العالمین میں قصر مع الاسکان ہو اور الرجیم اور الرحیم کے قصر مع الروم کے ساتھ العالمین کا توسط اور طول یہ دو وجہیں مختلف فیہ[1] ہیں۔ باقی سب وجہیں بالاتفاق غیر صحیح ہیں۔ جملہ وجوہ کی وضاحت کے لیے نقشہ ہٰذا لکھا جاتا ہے۔

الرجیم	الرحیم	العٰلمین
(۱)(قصر بالاسکان)	(۲)(قصر بالاسکان)	(۱)(قصر) توسط طول بالاسکان
(قصر بالاسکان)	توسط بالاسکان	قصر توسط طول بالاسکان
(قصر بالاسکان)	طول بالاسکان	قصر توسط طول بالاسکان
(قصر بالاسکان)	قصر بالروم	قصر توسط طول بالاسکان
(۲)(توسط بالاسکان)	قصر بالاسکان	قصر توسط طول بالاسکان
(توسط بالاسکان)	(۳) توسط بالاسکان	قصر (۲) توسط طول بالاسکان
(توسط بالاسکان)	طول بالاسکان	قصر توسط طول

الرجیم	الرحیم	العٰلمین
(توسط بالاسکان)	قصر بالروم	قصر توسط طول بالاسکان
(۳)(طول بالاسکان)	قصر بالاسکان	قصر توسط طول بالاسکان
(طول بالاسکان)	توسط بالاسکان	قصر توسط طول بالاسکان
(طول بالاسکان)	(۳)(طول بالاسکان)	قصر توسط طول بالاسکان
(۴)(قصر بالروم)	قصر بالروم	قصر توسط طول (۳) بالاسکان
(قصر بالروم)	قصر بالاسکان	قصر توسط طول بالاسکان
(قصر بالروم)	توسط بالاسکان	قصر توسط طول بالاسکان
(قصر بالروم)	طول بالاسکان	قصر توسط طول بالاسکان
(قصر بالروم)	(۴)(قصر بالروم)	(قصر) توسط اور طول بالاسکان مختلف فیہ

یہ چاروجہیں نمبر والی بالاتفاق صحیح ہیں اور الرجیم اور الرحیم کے قصر بالروم کے ساتھ العٰلمین کا

[1] ان دو وجہوں کے جواز کی صورت میں عدم مساوات کا یہ جواب ہے کہ الرجیم الرحیم میں بوجہ عارض کے یعنی توسط اور طول نہیں ہو سکتا لہٰذا اس عارض کا اعتبار نہ کر کے العالمین میں توسط و طول کریں گے۔ ۱۲ عبداللہ تھانوی

توسط مختلف فیہ، باقی سب وجوہ بالاتفاق ناجائز ہیں۔ اور وصل اوّل فصل ثانی کی صورت میں یعنی جب اعوذ کو بسملہ سے ملادیں اور بسملہ پر وقف کریں تو ضربی وجہیں بارہ نکلتی ہیں اس طرح پر کہ الرحیم کے چار کو العٰلمین کے تین میں ضرب دینے سے چار تیاں بارہ ہوتی ہیں۔ چار ہی بالاتفاق جائز ہیں یعنی الرحیم العٰلمین میں طول توسط قصر بالاسکان اور الرحیم میں قصر بالروم العٰلمین میں قصر بالاسکان ہوا اور دو وجہیں یعنی الرحیم کے قصر بالروم کے ساتھ العٰلمین میں توسط طول ہو مختلف فیہ ہے باقی چھ ناجائز ہیں جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہے۔

الرحیم		العٰلمین
(۱) قصر بالاسکان		(۱)(قصر) توسط طول بالاسکان
(۲) توسط بالاسکان		قصر (۲ توسط) طول
(۳) طول بالاسکان		قصر توسط (۳ طول)
(۴) قصر بالروم		(۴ قصر) توسط اور طول بالاسکان مختلف فیہ

اور فصل اول وصل ثانی کی صورت میں بھی بعینہٖ یہی بارہ وجوہ مذکورہ اُسی تفصیل کے ساتھ ہیں جو کہ اس نقشہ نمبر (۲) میں مذکور ہیں اس لیے علیحدہ اس کے واسطے نقشہ نہیں بنایا گیا اور وصل کل کی حالت میں الرجیم اور الرحیم میں کچھ نہ ہوگا صرف العٰلمین میں قصر توسط طول ہوگا اور اگر مدعارض اور لین عارض جمع ہوں مثل لَا رَیْبَ اور لِلْمُتَّقِیْنَ کے تو ضربی وجہیں نو نکلتی ہیں ان میں سے جن وجہوں میں لین عارض کی مقدار مدعارض سے بڑھ جاوے وہ ناجائز ہوں گی یعنی لین کا قصر عارض کی تینوں اور لین کا توسط عارض کا توسط و طول اور لین کا طول عارض کا بھی طول یہ وجہیں جائز ہیں، باقی لین کا توسط عارض کا قصر اور لین کا طول عارض کا قصر توسط ناجائز ہے کیونکہ ان وجوہ میں ضعیف کو قوی پر ترجیح لازم آتی ہے جیسا کہ نقشۂ ذیل سے ظاہر ہے۔

لَا رَیْبَ		لِلْمُتَّقِیْنَ
(قصر بالاسکان)		(۱)(قصر) (۲) توسط (۳) طول
(توسط)		قصر (۴) توسط (۵) طول
طول		قصر توسط (۶) طول

اور اگر عارض مقدم ہو لین پر مثل مِنْ جُوْعٍ وَّمِنْ خَوْفٍ کے تو اس میں بھی ترجیح والی وجوہ

Scanned by CamScanner

ناجائز ہیں باقی جائز ہیں یعنی عارض کا طول لین کے تینوں عارض کا توسط لین کا توسط لین کا توسط قصر عارض کا قصر لین کا بھی قصر اور دونوں کا قصر بالردم یہ وجوہ جائز ہیں باقی ناجائز۔ یہ وجوہات تو اس وقت ہیں کہ انہیں الفاظ پر وقف کر کے وجہیں نکالی جائیں اگر ان کے ساتھ اور بھی آیات منضم کی جاویں تو باعتبار موقوف علیہ کی حرکات کے بہت بہت سی وجہیں نکلیں گی، مثلاً الْعٰلَمِيْنَ کے بعد الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پر وقف کریں تو اس الرحیم کے چار میں ان اڑتالیس (۴۸) وجوہ کو ضرب دینے سے ایک سو بانوے وجہیں ہو جائیں گی۔ یا کہیں وصل اور اور کہیں وقف کریں تو وجوہ کم وبیش ہوتی رہیں گی صحیح غیر صحیح کا قاعدہ معلوم ہو چکا۔ جو وجوہ کہ صرف مدہی کے متعلق ہیں اُن کا بیان یہ ہے کہ اگر دو مد متصل ایک جگہ جمع ہوں۔ مثلاً اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ تو اس میں اول کے دو الف ڈھائی الف چار الف کو ثانی کی تینوں میں ضرب دینے سے نو وجہیں نکلتی ہیں مساوات کی تین جائز ہیں۔ باقی چھ ناجائز بوجہ خلط بالاقوال کے۔ جو مقدار ایک جگہ اختیار کی جاوے وہی دوسری جگہ بھی اختیار کرنا چاہیے اور اگر دو منفصل ایک جگہ جمع ہوں مثلاً وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ تو اس میں بھی وہی نو وجہیں ہیں۔ تین جائز ہیں باقی چھ بوجہ خلط کے ناجائز اگر چند متصل یا چند منفصل یا متصل و منفصل دونوں ایک جگہ جمع ہوں تو انہیں قواعد سے ضربی وجہیں صحیح غیر صحیح نکالنی چاہئیں مثلاً بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ میں ضربی وجہیں ستائیس نکلتی ہیں۔ تین مساوات کی جائز ہیں۔ اور متصل میں چار الف منفصل میں دو ڈھائی الف، اور متصل میں ڈھائی الف، منفصل میں دو الف، یہ تین وجہیں بھی جائز ہیں، باقی سب ناجائز۔

بابِ دوم: فصل اول در بیان قواعد مختلفہ

جب کسی کلمہ پر وقف کرے تو اخیر حرف پر کرے وسط میں نہیں۔ ایسے ہی کلمہ کے وسط سے ابتدا نہ کرے۔ اور یہی حکم ہے ان دو کلموں کا جو رسم خط میں موصول لکھے ہوں یعنی پہلے کلمہ کے اخیر پر وقف نہ کرے اور نہ وہاں سے ابتدا بلکہ ثانی کلمہ کے آخر حرف پر وقف کرنا چاہیے اور آئندہ الفاظ سے ابتدا جیسے الْاَرْضَ وَجَعَلْنَا هُمْ وغیرہ۔ جب حرف مد کلمہ کے اخیر میں ہو اور دوسرے کلمہ کے شروع میں حرف ساکن ہو حرف مد کو حذف کر دیں گے۔ جیسے مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ہمزہ وصل درمیان میں جس وقت واقع ہو تو گر جاتا ہے اور اسی کلمہ سے اگر ابتدا کی جاوے تو پڑھا جاتا ہے۔

قاعدہ اس کا یہ ہے کہ فعل کا اگر تیسرا حرف مضموم ہو تو ہمزہ مضموم ہو گا ورنہ مکسور خواہ فعل ماضی ہو یا امر اور ثلاثی مزید وملحق بہ ثلاثی مزید کے مصادر اور وہ الفاظ جو آئندہ ذکر کیے جاویں گے اُن کا ہمزہ مکسور ہوتا ہے اور الف لام تعریف کا ہمزہ مفتوح ہوتا ہے پس اس سے معلوم ہو گیا کہ ثلاثی مزید اور ملحق بثلاثی کے مصادر اور ماضی اور امر سب کا ہمزہ وصلی ہوتا ہے سوائے باب افعال کے کہ اُس کا ہمزہ قطعی ہوتا ہے ایسے ہی ثلاثی مجرد کے امر کا اور لفظ اسمٌ وابنٌ وابنتٌ وامرأةٌ واثنین واثنتین کا اور لام تعریف ان سب کا ہمزہ وصلی ہوتا ہے۔ جب ابتدا میں ہمزہ وصل کے بعد کوئی ہمزہ ساکن ہو تو اس کو موافق حرکت ماقبل کے حرف مد سے بدل دیں گے جیسے اُوْتُمِنَ جن مواقع میں علاماتِ وقف ہیں اگر اُن پر وقف نہ کیا جائے تو جو قاعدہ قواعد تجوید سے وہاں پایا جاوے اسی کے موافق وصل کرے مثلاً میم ساکن ضمیر جمع کے کوئی ساکن حرف ہو تو اس کو ضمہ دے کر پڑھیں اور مِنْ جارہ کے بعد ساکن ہو تو فتحہ دے کر اور کسی اور ساکن کے بعد کوئی ساکن حرف ہو تو اَلنِّسَآءُ كِنْ اِذَا حُزِنْكَ حُزِنْكَ بِالْكَسْرِ کے قاعدہ سے کسرہ دے کر اور تنوین کے بعد ساکن ہو تو نون قطنی لا کر پڑھیں گے ایسے ہی نون و تنوین کے بعد کوئی حرف يَرْمَلُوْنَ کا ہو تو ادغام کر کے وغیرہ وغیرہ۔

فصل دوسری [1]

ان کلمات میں جو قرآن میں اور طرح لکھے ہیں اور پڑھنے میں اور طرح ہیں:

نمبر شمار	لکھنے کی صورت	پڑھنے کی صورت	نمبر پارہ بمعہ رکوع
۱	اَنَا	اَنَ	جس جگہ ہو
۲	يَبْصُطُ	يَبْسُطُ	سیقول ۲، ع: ۱۶
۳	بَصْطَةً	بَسْطَةً	ولو أننا ۔ ع: ۱۶
۴	اَفَائِنْ	اَفَئِنْ	لن تنالوا ۔ پ: ۴ ۔ ع: ۶
۵	لَااِلَى اللهِ	لَاِلَى اللهِ	لن تنالوا ۔ پ: ۴ ۔ ع: ۸
۶	تَبُوْٓءَا	تَبُوْٓءَ	لا یحب اللہ ۔ ع: ۹
۷	مَلَائِهٖ	مَلَئِهٖ	جس جگہ ہو

[1] تنبیہ: اس نقشہ میں بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن کا الف وصل میں تو نہیں پڑھا جاتا مگر وقف میں پڑھا جاتا ہے جیسا کہ ضیاء القراءت کے آخر میں ایسے الفاظ بیان ہو چکے ہیں۔ ۱۲ عبد اللہ تھانوی۔

Scanned by CamScanner

نمبر شمار	لکھنے کی صورت	پڑھنے کی صورت	نمبر پارہ بمعہ رکوع
۸	لَااَوْضَعُوْا	لَاَوْضَعُوْا	واعلموا ۔ع:۱۳
۹	ثَمُوْدَا	ثَمُوْدَ	پ:۱۲۔ع:۶۔پ:۲۷۔ع:۶
۱۰	لِتَتْلُوَا	لِتَتْلُوَ	وما أبری نفسی ۔ع:۱۴
۱۱	لَنْ نَدْعُوَا	لَنْ نَدْعُوَ	سُبحٰن الذی پ:۱۵۔ع:۱۶
۱۲	لِشَایْئٍ	لِشَیْئٍ	سبحٰن الذی ۔ع:۱۶
۱۳	لٰکِنَّا	لٰکِنَّ	سبحٰن الذی ۔ع:۱۷
۱۴	لَااَذْبَحَنَّهٗ	لَاَذْبَحَنَّهٗ	وقال الذین ۔ع:۱۷
۱۵	لَااِلَی الْجَحِیْمِ	لَاِلَی الْجَحِیْمِ	ومالی (۲۳)۔ع:۷
۱۶	لِیَبْلُوَا	لِیَبْلُوَ	حٰم (۲۶)۔ع:۵
۱۷	نَبْلُوَا	نَبْلُوَ	حٰم (۲۶)۔ع:۵
۱۸	لَااَنْتُمْ	لَاَنْتُمْ	قد سمع الله (۲۸)۔ع:۵
۱۹	سَلَاسِلَا	سَلَاسِلَ	تبارك الذی (۲۹)۔ع:۱۹
۲۰	قَوَارِیْرَا	قَوَارِیْرَ	تبارك الذی (۲۹)۔ع:۱۹
۲۱	الظُّنُوْنَا	الظُّنُوْنَ	اتل ما اوحی (۲۱)۔ع:۱۸
۲۲	الرَّسُوْلَا	الرَّسُوْلَ	وَمَن یقنت (۲۲)۔ع:۵
۲۳	السَّلْسَبِیْلَا	السَّلْسَبِیْلَ	وَمَن یقنت (۲۲)۔ع:۵

فصل تیسری

اختلاف جزری کا شاطبی سے روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ میں:

مد متصل میں توسط کے علاوہ طول اور منفصل میں توسط کے علاوہ قصر بھی ثابت ہے اور جو قصر کے راوی ہیں ان کی روایت سے حفص رحمۃ اللہ علیہ کے لیے لاالٰہ الا میں مد تعظیمی مان کر توسط بھی

کر سکتے ہیں۔حرف ساکن کے بعد اگر ہمزہ واقع ہو عام ہے کہ دوسرے کلمہ میں ہو یا اُسی ایک کلمہ میں اور دوسرے کلمہ میں بھی عام ہے کہ ساکن حروف سے موصول ہو یا مقطوع اور وہ حرف ساکن خواہ لین ہو یا صحیح مگر مدہ نہ ہو ان سب صورتوں میں اس ساکن حرف پر ترک سکتہ اور سکتہ دونوں کر سکتے ہیں ۔جیسے:القرآن ومسئولًا وقد افلح ومن اٰمن والارض والانسان وخلوا الی ونبأ ابنی اٰدم وشیٔ وسوأت وغیرہم چار جگہ جو سکتہ ہے یعنی بل سکتہ ران ومن سکتہ راق وعوجا سکتہ ومن مرقدنا سکتہ پر ان میں ترک سکتہ بھی ثابت ہے۔نون وتنوین کا لام وراء میں ادغام بلاغنہ اور باغنہ دونوں ثابت ہیں۔یَلْهَثْ ذٰلِكَ اور اِرْكَبْ مَّعَنَا میں ادغام کے علاوہ اظہار بھی ثابت ہے ایسے ہی یٰسٓ والقرآن اور نٓ والقلم میں اظہار کے علاوہ ادغام بھی ثابت ہے۔وَیَبْصُۜطُ سورۂ بقرہ میں اور بَصْۜطَةً سورۂ اعراف سین کے علاوہ صاد بھی ثابت ہے ایسے ہی بِمُصَۜیْطِرٍ سورۂ غاشیہ میں صاد کے علاوہ سین بھی ثابت ہے اور اَلْمُصَۜیْطِرُوْنَ سورۂ طور میں دونوں طریق سے دونوں ثابت ہیں۔

تمت

کتبه الاحقر عبدالله التهانوی المدرس فی المدرسة الرحمانیة الواقعة فی بلدة مراداٰباد

میں نے اول سے آخر تک اس ضمیمہ کو دیکھا صحیح اور نہایت ہی مفید پایا۔
عبدالرحمن عفی عنه الٰه آبادی

تحفة المبتدی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔

اَمَّا بعدُ: احقر ابن ضیاء محب الدین احمد عفی عنہ ساکن قصبہ نارا ضلع الہ آباد کہتا ہے کہ حضرت والد صاحب قبلہ نے جو کچھ اپنے رسالہ ضیاء القراءت میں تحریر فرمایا ہے بعض احباب کے اصرار کی وجہ سے اس کا انتخاب مبتدی کے ضبط کے لیے مختصر بیان کر کے میں نے اس کا نام تحفة المبتدی رکھا۔اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماوے۔آمین وبه نستعینُ۔

Scanned by CamScanner

پہلا سبق

اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے بیان میں: ابتدائے قراءت میں استعاذہ اور ابتدائے سورۃ میں بسملہ ضروری ہے۔ قراءت کا شروع اگر شروع سورت غیر سورۂ توبہ سے ہو تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو وصل اور فصل کے اعتبار سے قاری جس طرح چاہے پڑھے اور سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھے، اور شروع سورت کی بِسْمِ اللّٰہِ جب آخر سورت سے ملائی جاوے تو شروع سورت سے بھی ملا کر پڑھی جاوے اس صورت میں سورۂ توبہ سے پہلے سکتہ ❁ بھی جائز ہے۔ اور درمیان سورت کے شروع قراءت میں صرف استعاذہ ضروری ہے مگر اسم اللہ سے فصل چاہیے اور اگر بسم اللہ بھی پڑھے تو درمیان سورۃ سے وصل نہ کرے۔

دوسرا سبق

ترتیل کی تعریف اور اس کے اجزاء کے بیان میں:

ترتیل کی تعریف تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف ہے اُس کے دو جز ہیں: (۱) تجوید یعنی حرف کو اپنے مخرج اور صفت سے ادا کرنا حرف یعنی وہ آواز جو کسی مخرج محقق یا مقدر پر اعتماد کرے محقق جزو معین اجزائے حلق لسان، شفت اور مقدر جوف اور خیشوم ہے۔ پھر حرف کی دو قسمیں ہیں: اصلی اور فرعی۔ اصلی الف سے یا تک انتیس (۲۹) حرف مشہور ہیں اور فرعی ❁ ہمزہ مسہلہ الف ممالہ صاد و یا مشمہ۔ حرف غنہ الف ولام مفخمہ ہیں اور صفت یعنی حرف کی وہ حالت سختی نرمی وغیرہ جس سے صحت حرف اور ایک مخرج کے حرفوں میں امتیاز حاصل ہو اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) لازمہ (۲) اور عارضہ۔ صفت لازمہ دو قسم پر ہے اول متضادہ دوسرے غیر متضادہ اور صفت عارضہ بھی دو قسم پر ہے اول جو کسی حرف کے ملنے سے پیدا ہو۔ دوسرے جو کسی صفت لازمہ کے سبب سے پیدا ہو۔ (۲) معرفت وقوف اس میں دو چیز کا جاننا ضروری ہے اول کیفیت وقف یہ تین قسم پر ہے: (۱) اسکان (۲) اشمام (۳) روم۔ دوسرے محل وقف چونکہ اس کا علم معنی کے جاننے پر موقوف ہے اس

❁ سکتہ: یعنی صرف آواز بند کر کے تھوڑا ٹھہرنا علاوہ سکتہ کے وصل اور وقف کا پایا جانا ظاہر ہے۔ ۱۲ منہ

❁ امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صاد و یا مشمہ کا حروف فرعیہ میں شمار نہیں ہے۔ ۱۲ منہ

وجہ سے اس رسالہ [1] میں صرف اُن کے رموز بیان کیے جاویں گے۔ **فائدہ:** اگر بوجہ ختم سانس اضطراراً وقف کیا جاوے تو ایسے وقف کو اضطراری کہتے ہیں ورنہ وقف اختیاری کہتے ہیں۔

تیسرا سبق

وقف کے بیان میں: وقف کے معنی ہیں آخر کلمہ غیر موصول پر سانس اور آواز کو توڑ کر ٹھہرنا اور سانس لینا اگر وقف بالاسکان کیا جاوے تو حرف موقوف علیہ کو ساکن پڑھے لیکن اگر آخر کلمہ پر دو زبر ہوں تو الف سے اور اگر آخر کلمہ میں گول تا ہو تو ہائے ساکنہ سے بدلا جاوے کیونکہ وقف تابع رسم خط کے ہے اور اگر وقف بالاشمام کیا جاوے تو موقوف علیہ ساکن کے ضمہ کا ہونٹوں سے اشارہ کرے یہ وقف صرف موقوف علیہ مضموم میں ہوتا ہے اور اگر وقف بالروم کرے تو موقوف علیہ کی کچھ حرکت پڑھے یہ وقف موقوف علیہ مفتوح میں نہ کرنا چاہیے۔ روم اور اشمام حرکت عارضی اور میم جمع اور تاء مدوّرہ میں نہیں ہوتا۔ وقف اختیاری میں آیات اور علامات کا اتباع کرے۔ علامتِ وقف میم، طاء، جیم قوی اور باقی [2] ضعیف ہیں اور وقف اضطراری ہر کلمہ کے آخر پر ہوسکتا ہے۔ **تنبیہ:** وسط کلمہ پر وقف نہ کرنا چاہیے نہ وسط کلمہ سے ابتدا اور اعادہ کرنا چاہیے اور دو کلمہ موصولہ حکم میں ایک [3] کلمہ کے ہے اگر غیر علامت وقف پر وقف کیا جاوے تو ناواقف کو اعادہ یعنی موقوف علیہ کے ماقبل سے لوٹانا چاہیے۔

سوالاتِ ماسبق: (۱) شروع قراءت اور شروع سورت کے حکم میں کیا فرق ہے؟ (۲) شروع قراءت درمیان سورت کا کیا حکم ہے۔؟ (۳) شروع قراءت شروع سورت میں وصل اور فصل کے اعتبار سے وجوہ عقلیہ جائزہ کس قدر ہیں؟ (۴) شروع قراءت درمیان سورت میں بسملہ پڑھنے کی صورت میں جو وجہ ناجائز ہو وہ بیان کرو؟ (۵) شروع سورت درمیان قراءت کا حکم بیان کرو؟ (۶) شروع سورت درمیان قراءت میں کون سی وجہ ناجائز ہے؟ (۷) درمیان قراءت میں سورۂ توبہ شروع کرنے کے طریقے بیان کرو؟ (۸) ترتیل اور تجوید میں کیا فرق ہے؟ (۹) حرف کی تعریف اور تقسیم بیان کرو۔ (۱۰) حفص رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتنے حرف فرعی ہیں؟

[1] مفصل بیان کتاب معرفۃ الرسوم سے معلوم ہوسکتا ہے ۱۲۔ منہ

[2] مثل زاء، صاد وغیرہ کے جو اکثر کلام پاک میں رموز بنے ہیں۔ ۱۲

[3] مثل بئسما وغیرہ کے بعض جگہ ایک ہی میں لکھا ہے ایسی صورت میں بئس پر وقف نہ کرنا چاہیے بلکہ لفظ ما کو بھی ملالیں اسی طرح دوسرا کلمہ موصولہ سے ابتدا و اعادہ جائز نہیں دیکھو معرفۃ الرسوم۔ ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

(۱۱) وقف میں کن باتوں کا جاننا ضروری ہے؟ (۱۲) جب تاء مدوّرہ پر دو زبر ہوتے ہیں تو تنوین بحالتِ وقف الف سے کیوں نہیں بدلی جاتی؟ (۱۳) وقف بالروم اور وقف بالاشمام موقوف علیہ منون اور ہائے ضمیر میں ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۴) وقف اختیاری کے مواقع بیان کرو؟ (۱۵) وقف اور سکتہ ابتدا اور اعادہ میں کیا فرق ہے؟

چوتھا سبق

مخارجِ حروف کے بیان میں: (۱) الف اور واؤ اور ی مدہ کا مخرج جوف ہے۔ (۲) ب اور م اور واو کا مخرج دونوں لب ہیں۔ (۳) ت اور ط اور د مہملہ کا مخرج اوپر کے سامنے والے بڑے دونوں دانتوں کی جڑ اور سرا زبان ہے۔ (۴) ث اور ظ اور ذ کا مخرج انہیں دونوں دانتوں کی نوک اور سرا زبان ہے۔ (۵) ج اور ش اور ی کا مخرج بیچ زبان اور تالو ہے۔ (۶) ح اور ع مہملہ کا مخرج بیچ حلق ہے۔ (۷) خ اور غ کا مخرج آخر حلق منہ کی طرف ہے۔ (۸) ر مہملہ کا مخرج پشت زبان قریب سرا زبان اور تالو (۹) ز اور س اور ص مہملہ کا مخرج سامنے کے دانتوں کا سرا اور سرا زبان ہے۔ (۱۰) ض کا مخرج ڈاڑھ اور کنارہ زبان ہے۔ (۱۱) ف کا مخرج سامنے کے دونوں دانتوں کا کنارہ اور نیچے کا ہونٹ ہے۔ (۱۲) ق کا مخرج جڑ زبان اور تالو ہے۔ (۱۳) ک کا مخرج قاف کے مخرج کے بعد منہ کی طرف کچھ ہٹ کر ہے۔ (۱۴) ل کا مخرج ضاد کے مخرج کے بعد کنارہ زبان اور دانتوں کی جڑ ہے۔ (۱۵) ن کا مخرج نوک زبان اور تالو ہے۔ (۱۶) ہمزہ اور ہ کا مخرج شروع حلق ہے۔ (۱۷) غنہ کا مخرج خیشوم ہے۔ **فائدہ:** الف ہمیشہ مدہ ہوتا ہے اور ی جب ساکن ماقبل مکسور اور و جب ساکن ماقبل مضموم ہو تو مدہ ہوتے ہیں ورنہ غیر مدہ اور و، ی ساکن ماقبل مفتوح کو حرف لین کہتے ہیں۔ اور مخرج پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ حرف متحرک کے بعد ہائے سکتہ یا حرف ساکن کے قبل ہمزۂ متحرکہ لگا کر ادا کیا جاوے جیسے بَہْ یا اَبْ اگر یہ ادا موافق کتب تجوید ہے تو صحیح ہے ورنہ غلط ہوگا۔ اسی وجہ سے صحیح مخرج کا جاننا ضروری ہے۔

پانچواں سبق

صفاتِ لازمہ کے بیان میں: جس صفت لازمہ کے لیے کوئی صفت ضد ہو وہ متضادّہ ہے ورنہ غیر متضادّہ، اور متضادّہ آٹھ ہیں: (۱) **ہمس:** یعنی حرف کا اس قدر ضعیف ہونا کہ سانس جاری رہ سکے ایسے حروف کو مہموسہ کہتے ہیں جو فحثہ شخصٌ سکتٌ کے حروف ہیں۔ باقی حروف مجہورہ ہیں۔ (۲) **جہر:** جو ضد ہمس کی ہے اس کے حروف کو مجہورہ کہتے ہیں۔ (۳) **شدۃ:** یعنی حرف کا اس درجہ سخت ہونا کہ آواز بند ہو جاوے ایسے حرف کو شدیدہ کہتے ہیں جو اَجِدُ قَطٍ بَکَتْ ہیں اور جس کی سختی میں کمی ہے وہ متوسط لِنْ عُمَرْ ہیں ان دونوں قسموں کے سوا سب حروف رخوہ ہیں۔ (۴) **رخو:** ضد شدت کی ہے۔ (۵) **استعلاء:** یعنی حرف کے ادا میں جڑ زبان کا اوپر چڑھ جانا ایسے حرف کو مستعلیہ کہتے ہیں جو خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ ہیں باقی سب مستفلہ ہیں۔ (۶) **استفال:** ضد استعلاء کی ہے۔ (۷) **اطباق:** یعنی حرف کے ادا میں بیچ زبان کا بھی اُٹھ جانا ایسے حروف کو مطبقہ کہتے ہیں جو ص، ض، ط، ظ ہیں باقی سب منفتحہ ہیں۔ (۸) **انفتاح:** ضد اطباق کی ہے۔ (۹) **صفیر:**✿ اس کے حرف ز، س، ص میں تیز آواز مثل سیٹی کے نکلے۔ (۱۰) **قلقلہ:** اس کے حروف جب ساکن ہوں تو ان میں سخت آواز لوٹتی ہوئی ظاہر ہو اور وہ حروف قُطْبُ جَدٍ ہیں۔ (۱۱) **لین:** اس کے دونوں حرفوں میں نرمی اور صلاحیت مد کی ہے۔ (۱۲) **تفشی:** یعنی اس کے حرف شین کی آواز پھیلی ہوئی نکلے۔ (۱۳) **استطالہ:** اس کے حرف ض میں باوجود درازی مخرج بتدریج آواز نکلنے کی وجہ سے کسی قدر درازی ہے۔ (۱۴) **تکریر:** اس کے حرف ر میں قوت مکرر ہونے کی ہے مگر مکرر پڑھنا غلطی ہے۔ (۱۵) **انحراف:** اس کے حروف ل و ر میں ہر ایک کی آواز اپنے مخرج سے دوسرے مخرج کی طرف پھرتی ہے مگر یہ حد سے تجاوز نہ کرے ورنہ ایک دوسرے سے بدل جائے گا۔ چنانچہ بعض سے یہ غلطی ہو جاتی ہے۔ **تنبیہ:** ہر حرف میں کم سے کم چار صفتیں ضرور پائی جاویں گی۔ پڑھنے والے کو چاہیے کہ غور کر کے ہر ہر حرف کے جس قدر صفات ہوں سمجھ کر ان کے ادا کرنے کی کوشش کرے تاکہ تجوید کامل ہو۔ **فائدہ:** جس طرح مخارج حروف صفات پر رتبۃً مقدم ہیں اسی طرح صفاتِ عارضہ لازمہ سے مؤخر ہیں۔ لہٰذا بعد بیان لازمہ کے اب صفات عارضہ بیان کیے جاویں گے۔

چھٹا سبق

حروف کے باریک اور پُر کے بیان میں: الف پُر اور باریک پڑھے جانے میں اپنے ماقبل کا تابع ہے۔ ل صرف لفظ اللہ کا پُر ہوگا جب کہ زبر یا پیش کے

✿ یہاں سے صفاتِ غیر متضادّہ شروع ہوئے۔ منہ

Scanned by CamScanner

بعد ہو۔ رکو پُر پڑھنا چاہیے مگر جب راء مکسور ہو۔ راء ساکن کے قبل یٓ ساکنہ یا کسرہ اصلیہ متصلہ ہو اور اس راء کے بعد کوئی حرف مستعلیہ اُسی کلمہ میں نہ ہو تو باریک ہوگی لیکن کُلُّ فِرقٍ میں باریک بھی ثابت ہے اور راء مشدّدہ مثل مخففہ [1] کے ہے اور راء موقوفہ حکم میں راء ساکنہ کے ہے مگر راء مرامہ [2] حکم میں راء متحرکہ کے اور راء ممالہ حکم میں راء مکسورہ کے ہے حروف مستعلیہ مطلقاً پُر اور بقیہ حروف مطلقاً باریک پڑھے جاتے ہیں۔

سوالاتِ ماسبق: (۱) مخرج کی تعریف اور تقسیم بیان کرو۔ (۲) مخرج محقق کسے کہتے ہیں؟ (۳) حلق اور شفت میں کتنے مخرج ہیں؟ (۴) ظاء اور زاء، ذال معجمہ کا مخرج بیان کرو۔ (۵) حرف متحرک کے مخرج معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ (۶) صفت کی تعریف کیا ہے اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ (۷) ہمس، جہر وغیرہ صفت کی قسمیں ہیں یا یہ خود صفت ہیں۔ (۸) مہموسہ، رخوہ، مجہورہ، شدیدہ کا فرق بیان کرو۔ (۹) حرف زاء کے صفات بیان کرو اس میں سختی کیوں پائی جاتی ہے؟ (۱۰) صفتِ عارضہ جو کسی صفت لازمہ کے سبب سے پیدا ہوتی ہیں کس قدر ہیں؟ (۱۱) الف لام، راء میں کون سی صفت عارضہ پائی جاتی ہے؟ (۱۲) راء مشدّدہ موقوفہ کا حکم بیان کرو۔ (۱۳) خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ کے حرفوں میں کوئی صفت عارضہ بھی پائی جاتی ہے یا نہیں؟ (۱۴) فِرْقٍ میں صفت عارضہ کی کون قسم پائی جاتی ہے۔ (۱۵) راء ساکنہ سے پہلے کسرہ ہو تو کن کن صورتوں میں راء پُر ہوگی؟

ساتواں سبق

مد کی تعریف اور تقسیم کے بیان میں:

مد یعنی حرف مد اور حرف لین کی مقدار روایت کے موافق مقدار اصلی سے زیادہ کرنا بشرط ملنے ہمزہ یا سکون کے اس کو مدّ فرعی کہتے ہیں۔ پس اگر حرف مد کے بعد ہمزہ ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) متصل جب کہ ہمزہ سے پہلے حرف مد ایک ہی کلمہ میں ہو۔ (۲) منفصل جب کہ ہمزہ سے پہلے حرف مد دوسرے کلمہ میں ہو اور اگر حرف مد کے بعد سکون ہو تو اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) مد عارض

[1] راء مشدّدہ موقوفہ راء ساکنہ کے حکم میں ہے اور راء مشدّدہ بحالت وصل راء متحرکہ کے حکم میں ہے لفظ مخففہ سے دونوں کا حکم ظاہر ہے۔ ۱۲ منہ۔

[2] یعنی جس راء پر وقف بالروم کیا جاوے وہ بوجہ قلیل حرکت ظاہر ہونے کے راء متحرکہ کے حکم میں ہے ۱۲ منہ

جب کہ حرف مد کے بعد سکون عارضی ہو۔ (۲) مدّ لازم جب کہ حرف مد کے بعد سکون لازمی ہو اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) لازم مثقّل جب کہ حرف مد کے بعد ساکن مشدّد ہو۔ (۲) لازم مخفف جب کہ حرف مد کے بعد ساکن مخفف ہو پھر مثقّل یا مخفف اگر حروف مقطعات میں ہوں تو لازم مثقّل یا مخفف حرفی ہوں گے ورنہ مثقّل یا مخفف کلمی ہوں گے۔ **فائدہ:** اگر سکون لازمی سے پہلے حرف لین ہو تو مد لین لازم کہتے ہیں۔ اور اگر سکون عارضی سے پہلے حرف لین ہو تو مد لین عارض کہتے ہیں۔

آٹھواں سبق

مقدارِ مد کے بیان میں: حرف مد ضعیف کے بعد ہمزہ یا سکون کی وجہ سے ثقل ہوتا ہے اس وجہ سے مد کیا جاتا ہے پھر اثقل میں طول اور ثقیل میں توسط ہوتا ہے۔ مد متصل اور منفصل میں بروایت حفص رحمۃ اللہ علیہ صرف توسط ہے، اس کی مقدار دو یا ڈھائی یا چار الف ہے۔ لیکن جب مد متصل میں ہمزہ بوجہ وقف ساکن ہو تو طول بھی جائز ہے، اس کی مقدار تین یا پانچ الف ہے مگر قصر جائز نہیں، تا کہ مد متصل میں ترک مد نہ لازم آوے۔ اور اگر اس کلمہ پر وقف کیا جاوے جس میں مد منفصل ہے تو صرف قصر ہوگا، اور قصر کی مقدار طبعی ایک الف ہے۔ اور مد لازم میں صرف طول ہے۔ اور مد عارض میں طول، توسط، قصر تینوں جائز ہیں۔ اور اس توسط کی مقدار دو یا تین الف ہے اس میں قصر سے مد اولیٰ ہے، کیونکہ شرط مد سکون کی وجہ سے اولیٰ پورا مد طول ہے اور سکون عارضی ضعیف کی وجہ سے ناقص مد توسط بہتر ہے۔ اور عارضی غیر معتبر کی وجہ سے مد فرعی نہ کرنا یعنی قصر جائز ہے۔ **فائدہ:** حروف مدہ زمانی شدیدہ آنی اور ضاد قریب زمانی ہیں اور چونکہ بقیہ حروف قریب آنی ہیں اس لیے مدہ کے قصر سے حرف لین کا قصر کم ہوگا۔ **تنبیہ:** باعتبار اوجہ اور مقدار کے ایک قسم کے مدوں میں مساوات ہونا چاہیے اور چند قسم کے مدوں میں قوی پر ضعیف کو ترجیح نہ دینا چاہیے اور طرق [1] میں کہیں خلط نہ کرنا چاہیے۔ **فائدہ:** الٓمّٓ جب لفظ اللہ سے ملا کر پڑھا جاوے تو ہمزۂ وصل گرا کر میم کو مفتوح پڑھنا چاہیے لیکن اس وقت بہ سبب حرکت عارضی کے قصر بھی جائز ہے۔ **فائدہ:** مد لین خواہ لازم ہو یا عارض دونوں [2] میں طول توسط قصر جائز ہے۔

[1] حفص رحمۃ اللہ علیہ کے دو طریق ہیں: (۱) ایک علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ، (۲) دوسرے علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ۔ پس التزام طریق کی صورت میں دونوں طریق کو خلط نہ کرنا چاہیے۔ مثلاً بطریق جزری رحمۃ اللہ علیہ مد متصل میں طول مد منفصل میں قصر ہے تو طریق شاطبی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے والے کو ایسا نہ کرنا چاہیے بلکہ دونوں میں توسط کرنا چاہیے۔ کیونکہ غلط فی الطرق قراء کے نزدیک جائز نہیں۔

[2] مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ لین لازم میں قصر سے مد اور توسط سے طول اور لین عارض میں مد سے قصر اور طول سے توسط اولیٰ ہے۔ ۱۲ منہ۔

Scanned by CamScanner

نواں سبق

اظہار کے بیان میں: اظہار یعنی حرف کو اپنے اصلی مخرج اور جملہ صفات لازمہ سے ادا کرنا ہر حرف کو ہر حالت میں اظہار ہی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ مگر جب اظہار میں کوئی ثقل ہو تو یہ ثقل مثل ادغام، اخفاء، اقلاب وغیرہ سے جس طرح ممکن ہوتا ہے موافق روایت کے رفع کیا جاتا ہے لیکن اظہار کا اطلاق انہیں قواعد ثلثہ کے مقابل میں ہوتا ہے جب نون ساکن یا تنوین کے بعد حرف حلقی یا میم ساکن کے بعد علاوہ میم اور باء کے کوئی حرف آوے یا لام تعریف کے بعد حرف قمریہ اِبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيمَهُ میں سے کوئی حرف آوے تو ان تینوں حرفوں میں اظہار ہوگا۔ تنبیہ: نون ساکن اور تنوین کے رسم اور اسم میں فرق ہے لیکن ادا میں حقیقۃً یہ بھی نون ساکن ہے اسی وجہ سے بحالتِ وصل دونوں کا حکم ایک ہے۔ فائدہ: نون ساکن کے بعد کا حرف باعتبار مخرج کے ابعد ہو تو اظہار ہوتا ہے اور اقرب ہو تو ادغام ہوتا ہے ورنہ اخفا ہوتا ہے۔ فائدہ: ماسوا حروف قمریہ کے سب حروف شمسیہ ہیں۔

دسواں سبق

ادغام کے بیان میں: ادغام یعنی حرف ساکن کو متحرک میں ملا کر مشدد پڑھنا پہلے کو مدغم اور دوسرے کو مدغم فیہ کہتے ہیں۔ ادغام میں مدغم عین مدغم فیہ ہو تو ادغام تام ہے ورنہ ناقص۔ اگر مدغم اور مدغم فیہ ایک ہی حرف ہو تو ادغام مثلین بطور قاعدۂ کلیہ کے ہوگا اور اگر دونوں حرف کا مخرج ایک ہو تو ادغام متجانسین چند حروف مخصوص یعنی (تاء) کا د یا طا میں اور (ثاء) کا ذال میں اور (ذال) کا ظ میں اور (باء) کا م میں اور دال کا ت میں اور (طاء) کا تاء میں ہوگا۔ متجانسین میں صرف (طاء) کا ت میں ادغام ناقص ہے۔ اور اگر مدغم مدغم فیہ قریب المخرج ہوں تو ادغام متقاربین بھی چند حروف مخصوص یعنی (لام) کا ر میں اور (لام تعریف) کا علاوہ لام کے حروف شمسیہ میں اور (نون) کا ر، ل، م، و، ی میں ہوگا اور متقاربین میں صرف (نون) کا و، ی میں اور (قاف) کا ک میں ادغام ناقص ہے لیکن قاف کا کاف میں ادغام تام اولیٰ ہے۔ فائدہ: بعض نے نون اور میم کے مثلین میں اور (نون) کا م میں بھی ادغام ناقص کہا ہے۔

گیارھواں سبق

اخفاء کے بیان میں: اخفاء یعنی نون ساکن اپنے مخرج سے ادا نہ ہو اور نہ تشدید سنائی دے بلکہ صرف غنہ ادا ہونا چاہیے جب نون ساکن اور تنوین کے بعد حرف حلقی اور حروف یَرْمَلُوْنَ کے علاوہ کوئی حرف آوے تو اخفاء کرنا چاہیے۔ لیکن قبل باء کے نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر اخفاء کرنا چاہیے اور جب میم ساکن کے بعد باء آوے تو اظہار سے اخفاء کرنا بہتر ہے لیکن میم کا اخفاء اس طرح کیا جاوے کہ میم اپنے مخرج سے ضعیف ادا ہو۔ تنبیہ۔ اخفاء اور اقلاب کرتے وقت غنہ ضرور ظاہر کرنا چاہیے اس کی مقدار ایک الف ہے۔

بارھواں سبق

غنّہ کے بیان میں: غنہ حقیقت میں تو نون اور میم کی صفت ذاتی ہے جو اُن کے ساتھ ہی ادا ہو جاتی ہے لیکن جب یہ دونوں حرف اخفاء اور ادغامِ ناقص کی حالت میں اپنے مخرج سے خود ادا نہیں ہوتے تو ان کا غنہ حرف فرعی ہو جاتا ہے اُس وقت یہ غنہ اپنے مخرج خیشوم سے کامل بقدر ایک الف ادا ہونا چاہیے مثل غنہ نون اور میم مشدد کے۔ **تنبیہ:** نون اور میم کے علاوہ کسی حرف میں غنہ جائز نہیں حروف مدہ جب اُن کے قبل یا بعد آتے ہیں تو یہ غلطی اکثر ہو جاتی ہے۔

سوالاتِ ماسبق: (۱) مد صفات عارضہ کی کون سی قسم ہے؟ (۲) مد کے شرائط اور قسمیں بیان کرو۔ (۳) حرف مد اور حرف لین کے قصر میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ (۴) تجوید اور اظہار میں کیا فرق ہے؟ (۵) جس مد میں توسط اور جس مد میں قصر نا جائز ہے اُن مدوں کا نام بتاؤ۔ (۶) مد متصل میں کبھی طول بھی ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اس کے اور مد عارض کے توسط میں کیا فرق ہے؟ (۷) اظہار کو صفت عارضہ میں کیوں بیان کیا؟ (۸) ادغام کی تعریف اور شرط نیز قسمیں بیان کرو۔ (۹) اخفاء اور ادغامِ ناقص اقلاب اور اخفا میں کیا فرق ہے؟ (۱۰) نون اور میم کے اخفاء میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ (۱۱) لام تعریف کا حروف شمسیہ میں کون سا ادغام ہے؟ (۱۲) فی یوم اور قالو وهم یاء اور واؤ مثلین ہیں یا نہیں دونوں صورتوں میں ادغام کیوں نہیں ہوتا؟ (۱۳) غنہ حرف فرعی کب ہوتا ہے اس کے مواقعات بیان کرو۔ (۱۴) غنہ کو صفت عارضہ میں کیوں بیان کیا؟ (۱۵) صفت عارضہ کی ادا تجوید میں داخل ہے یا تجوید سے خارج؟

Scanned by CamScanner

آخری سبق

قراءت کے بیان میں: قراءت یعنی قرآن شریف مع رعایت تجوید اور اوقاف کے پڑھنا اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) ترتیل یعنی بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اس کو تحقیق بھی کہتے ہیں لیکن حرکت اور مد میں حد سے زائد زیادتی نہ ہونے پاوے اس غلطی کو تطویل کہتے ہیں اور مدوں اور حرکتوں میں آواز مثل حالت لرزہ کے نہ ہونی چاہیے اس کو ترعید کہتے ہیں۔ (۲) (حدر) حدر یعنی بہت تیز پڑھنا اور اگر پڑھنے میں اس قدر تیزی ہوئی کہ حرف یا حرکت صاف سمجھ میں نہ آوے تو اس کو تعجیل کہتے ہیں۔ (۳) تدویر یعنی بین التحقیق والحدر پڑھنا۔ بہر حال قرآن پاک نہایت لطافت سے بے تکلف پڑھنا چاہیے۔ چہرہ بنانا یا بگاڑنا کہ دیکھ کر نفرت ہو ٹھیک نہیں۔ جب کلام اللہ پڑھے تو یہ خیال رہے کہ میں دونوں جہان کے بادشاہ سے ہم کلام ہوں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

تَمَّتْ بالخیر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا۔

اَمَّا بَعْدُ: آج یوم دوشنبہ ۱۵؍رجب سنہ ۱۳۴۳ھ کو میں نے رسالہ تحفۃ المبتدی کو اول سے آخر تک دیکھا جو واقعی مبتدی فن تجوید کے لیے تحفہ ہے کہ اس میں تجوید کے ضروری مسائل اکثر ہیں مگر نہایت معتبر اور مختصر ہیں گویا دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے جس کو یاد کرنا آسان۔ پھر عنوان بیان اس درجہ آسان کہ مبتدی کو اس کا سمجھنا اور سمجھانا ایک معمولی بات ہے اللہ پاک اس کو نافع فرمادے اور اس کے مؤلف کو دارین میں جزائے خیر دے اور ہمیشہ فائز المرام رکھے۔ آمین

کتبہ: ضیاء الدین احمد غفر لہ الہ آبادی

مَنْ لَمْ یَعْرِفِ الْوَقْفَ لَمْ یَعْرِفِ الْقُرْاٰنَ

وَبَعْدَ تَجْوِیْدِكَ لِلْحُرُوْفِ

لَا بُدَّ مِنْ مَعْرِفَةِ الْوُقُوْفِ

علامہ جزری فرماتے ہیں کہ تجوید حاصل کرنے کے بعد قاری کو علم وقف جاننا ضروری ہے۔

الحمدللہ علی احسانہٖ کہ ایں رسالہ مختصر ولاثانی دربیان اوقاف قرآنی

مُسَمّٰی بہٖ

جامع الوقف و معرفۃ الوقوف

از افاداتِ عالیہ

اُستاذ القراء حضرت مولانا حافظ وقاری ابن ضیاء محب الدین احمد صاحب

صدر شعبۂ قراءت مدرسہ تجوید الفرقان لکھنؤ

فاروقیہ بکڈپو، دھلی ۶

Scanned by CamScanner

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔

بموجب ارشاد باری تعالیٰ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا قرآن مجید کو ترتیل ہی کے ساتھ پڑھنا چاہیے اس کے خلاف پڑھنے میں عقاب اور تہدید کا خوف ہے۔

حرفوں کو ان کے مخارج وصفات سے ادا کرنے اور وقف کے قواعد و مواقع پہچاننے کو ترتیل کہتے ہیں۔ ترتیل اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب قاری حرفوں کو صحیح مخارج وصفات سے ادا کرنے کے ساتھ وقف کرنے میں قواعد وقف اور مواقع کی بھی رعایت کرے۔

ترتیل ہی کا دوسرا جز علم وقف بھی ہے اہمیت کے لحاظ سے علم وقف کسی طرح علم تجوید سے کم نہیں۔ جس آیت کریمہ سے تجوید کا وجوب ہوتا ہے اُسی آیت سے علم وقف کا بھی وجوب ثابت ہے۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر علم تجوید سے قرآن مجید کی صحت ہوتی ہے تو علم وقف سے قرآن کریم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ بہت عمدہ پڑھتے ہیں لیکن جس وقت اوقاف میں غلطی کرتے ہیں تو سُن کر بڑی کلفت ہوتی ہے۔

ہر قاری کو علم تجوید، علم قراءت، علم رسم کے ساتھ علم وقف کا جاننا بھی ضروری ہے حتیٰ کہ اُسی پر قاری کی تکمیل موقوف ہے۔ اس سے علم وقف کی اہمیت ظاہر ہے۔

لہٰذا علم وقف میں ایک ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت معلوم ہوئی جس میں احکام وقف کے ساتھ سکتہ، سکوت اور قطع کے احکام بھی معلوم ہوسکیں۔ یہ کتاب ان تینوں احکام کی حامل ہے اسی وجہ سے اس کتاب کا نام جامع الوقف ہے۔

اللہ تعالیٰ علم تجوید کے ساتھ طلبۂ فن کو علم وقف کے حصول کی بھی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبول فرماوے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پہلا سبق

اصطلاحات وقف اور اس کی تقسیم:

وقف کے لغوی معنی ٹھہرنے اور رُکنے کے ہیں۔ اصطلاح قراء کے اعتبار سے پڑھنے میں یہ چار طرح پر واقع ہوتا ہے۔

(۱) وقف، (۲) سکتہ، (۳) سکوت، (۴) قطع۔

اس کتاب میں انہی چاروں کا بیان مقصود ہے۔ ہر ایک کی تعریف اس کے موقع پر بیان کی جاوے گی۔

علم وقف میں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ اول کیفیت وقف، دوسرا محل وقف۔

(۱) جس طرح وقف ہوتا ہے اس کو کیفیت وقف کہتے ہیں۔ (۲) جس جگہ وقف ہوسکتا ہے اس کو محل وقف کہتے ہیں۔

کیفیت وقف کی چار صورتیں ہیں:

(۱) کیفیت وقف بلحاظ ادا (۲) کیفیت وقف بلحاظ اصل (۳) کیفیت وقف بلحاظ ر (۴) کیفیت وقف بلحاظ وصل۔

کیفیت وقف بلحاظ ادا کی چار صورتیں ہیں:

(۱) وقف بالاسکان (۲) وقف بالاشمام (۳) وقف بالرَّوم (۴) وقف بالابدال۔

کیفیت وقف بلحاظ اصل کی چار صورتیں ہیں:

(۱) وقف بالسکون (۲) وقف بالتشدید (۳) وقف بالاظہار (۴) وقف بالاثبات۔

محل وقف کی چار صورتیں ہیں:

(۱) وقف تام (۲) وقف کافی (۳) وقف حسن (۴) وقف قبیح۔

Scanned by CamScanner

وقف واقع ہونے کی چار صورتیں ہیں:

(۱) وقف اختیاری (۲) وقف اضطراری (۳) وقف اختباری (۴) وقف انتظاری۔

(۱) جو وقف قصداً کیا جاوے اس کو وقف اختیاری کہتے ہیں[1]۔

(۲) جو وقف بلا قصد واقع ہو اس کو وقف اضطراری کہتے ہیں[2]۔

(۳) جو وقف کسی کلمہ پر کیفیت یا محل وقف سمجھنے کی غرض سے کیا جائے اس کو وقفِ اختباری کہتے ہیں۔

(۴) جو وقف اختلافِ قراءت پورا کرنے کی غرض سے کیا جائے اس کو وقفِ انتظاری کہتے ہیں یہ وقف اختلافِ قراءت ادا کرنے پر موقوف ہے۔

دوسرا سبق

وقف بلحاظ ادا اور اس کی تعریف:

(۱) حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن پڑھنا اس کو وقف بالاسکان کہتے ہیں۔

(۲) حرف موقوف علیہ معلوم کو ساکن کرتے ہوئے ضمہ کا ہونٹوں سے اشارہ کرنا اس کو وقف بالاشمام کہتے ہیں۔

(۳) حرف موقوف علیہ کی حرکت کو اس قدر ضعیف اور ہلکا پڑھنا کہ صرف قریب والا سن کر اس کی حرکت معلوم کر سکے اس کو وقف بالروم کہتے ہیں۔

(۴) حرف موقوف علیہ کے دو زبر کو الف سے اور تائے مدوّرہ کو ہائے ساکنہ سے بدل کر پڑھنا اس کو وقف بالابدال کہتے ہیں۔

وقف بالاسکان زبر، زیر، پیش تینوں حرکتوں میں ہوتا ہے چاہے حرکتِ اصلی ہو یا عارضی۔

وقف بالاشمام صرف حرف موقوف علیہ مضموم میں ہوتا ہے۔

---

[1] مثلاً استراحت وغیرہ کی وجہ سے وقف کیا جائے۔ ۱۲ منہ [2] مثلاً ضیق نفس کی وجہ سے وقف کیا جائے۔ ۱۲ منہ۔

وقف بالرّوم حرف موقوف علیہ مضموم اور مکسور میں ہوتا ہے۔

وقف بالابدال زبر والی تنوین اور تائے مدوّرہ میں ہوتا ہے۔

تنبیہ: سکون اصلی [1] حرکت عارضی [2] میم جمع [3] ہائے تانیث [4] ہائے سکتہ [5] میں روم اور اشمام جائز نہیں۔

تیسرا سبق

وقف بلحاظ اصل اور اس کی تعریف:

(۱) حرف موقوف علیہ ساکن ہو تو اس کو وقف بالسکون کہیں گے۔ جیسے فَلَا تَقْهَرْ وغیرہ

(۲) حرف موقوف علیہ مشدد ہو تو اس کو وقف بالتشدید کہیں گے۔ جیسے مُسْتَمِرٌّ وغیرہ

(۳) حرف موقوف علیہ مدغم یا حرف مخفی [6] واقع ہو تو اس کو وقف بالاظہار کہیں گے۔ جیسے يَلْهَثْ ذَالِكَ وغیرہ۔

(۴) حرف موقوف علیہ حرف مد واقع ہو تو اس کو وقف بالاثبات کہیں گے۔ جیسے وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ وغیرہ۔

وقف بالسکون یہ محض حرف ساکن پر ہوتا ہے اس کو وقف بالاسکان کہنا جائز نہیں وقف بالسکون میں کوئی حرکت نہ ظاہر ہونا چاہیے ورنہ لحن جلی ہو جاوے گی۔

وقف بالتشدید یہ صرف حرف مشدّد پر ہوتا ہے اس وقت حرف مشدد کو ساکن کرتے ہوئے تشدید کے پہلے سکون میں ایک حرف کی تاخیر مزید ادا کرنی ہوگی تاکہ تشدید تام ادا ہو۔

وقف بالاظہار یہ حرف موقوف علیہ مدغم اور حرف مخفی پر بھی ہوتا ہے لہٰذا بحالت وقف اخفا یا ادغام نہ ہونا چاہیے۔

وقف بالاثبات یہ حرف مد کے ساتھ مخصوص ہے اس میں حرف مد محذوفہ کا ثابت رکھنا

---

[1] جیسے فَلَا تَنْهَرْ وغیرہ [2] مثل وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ کے قاف پر [3] جیسے عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ کی میم پر [4] جیسے وَرَحْمَةً وغیرہ [5] مثل لَمْ يَتَسَنَّهْ وغیرہ [6] خواہ اخفاء بالقلب ہو جیسے مِنْ بَعْدِ یا بلا قلب جیسے مِنْ قَبْلُ وغیرہ۔ ۱۲۔

ضروری ہے خواہ حذف بوجہ وصل ہو جیسے لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ وغیرہ۔ یا حذف بوجہ اجتماع ساکنین ہو جیسے قَالَا الْحَمْدُ وغیرہ یا حذف بوجہ رسم ہو جیسے یَسْتَحْیٖ وغیرہ۔

چوتھا سبق

وقف بلحاظ رسم اور بلحاظ وصل اوران کی صورتیں:

کیفیت وقف بلحاظ رسم کی دوصورتیں:

(۱) جس کلمہ پر وقف کیا گیا ہے وہ وصلاً ورسماً متحد ہو۔ مثل كِتَابِيَهْ اس کو وقف موافق رسم کہتے ہیں۔

(۲) جس کلمہ پر وقف کیا گیا ہے صرف رسماً موافق ہو۔ مثل اَلظُّنُوْنَا وغیرہ اس کو بھی وقف موافق رسم کہتے ہیں۔

تنبیہ: وقف میں اگرچہ متابعت رسم ضروری ہے لیکن جن کلمات کے الف قراءۃً ثابت ہی نہیں ان پر وقف موافق رسم نہ کرنا چاہیے۔ مثل قَوَارِيْرَا ثانی سورۂ دہر کے اور اَنْ تَبُوْٓءَ وغیرہ۔

کیفیت وقف بلحاظ وصل کی بھی دوصورتیں ہیں:

(۱) جوالف خلافِ قراءت مرسوم ہو مثل ثَمُوْدَا اور لِيَرْبُوْا وغیرہ وہ وصل کی طرح وقف میں بھی محذوف ہوگا۔ اور آخر کا حرف ساکن پڑھا جائے گا اس کو وقف موافق وصل کہتے ہیں۔

(۲) جوحرف مد مقروء رسماً محذوف ہو مثل لِتَسْتَوٗ وغیرہ وہ وقف میں بھی پڑھا جائے گا۔ اس کو بھی وقف موافق وصل کہتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں وقف موافق رسم جائز نہیں۔

فائدہ: لفظ سَلَاسِلَا پر حذف الف مع سکون لام سَلَاسِلْ اور فَمَآ اٰتٰنِ پر یائے ساکنہ کے ساتھ فَمَآ اٰتٰنِیْ وقف موافق وصل بھی جائز ہے۔

سوالات:

(۱) ترتیل کس کو کہتے ہیں؟ اور کس وقت مکمل ہوتی ہے؟ (۲) علم وقف کا وجوب کہاں سے ثابت ہے؟ (۳) علم وقف میں کن دو باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ (۴) کیفیت وقف بلحاظ اصل

کی صورتیں بیان کرو۔ (۵) وقف بالاسکان اور وقف بالسکون میں کیا فرق ہے؟

پانچواں سبق

وقف کی تعریف اور اس کے احکام:

آخر کلمہ پر سانس اور آواز توڑ کر ٹھہرنا اور سانس لینا۔ اس کو وقف کہتے ہیں۔

(۱) حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن کرتے ہوئے سانس توڑ دینا ضروری ہے۔

(۲) وقف کرنے کے بعد دوسرے سانس سے ابتدا کرنا ضروری ہے ورنہ وقف نہ ہوگا۔

(۳) وقف ہمیشہ کلمہ کے آخر پر کرنا چاہیے درمیان کلمہ پر نہ ٹھہرنا چاہیے۔

(۴) دو کلمے ملے ہوئے لکھے ہوں مثل بِئْسَمَا وغیرہ تو ہمیشہ دوسرے کلمہ کے آخر پر ٹھہرنا چاہیے۔

(۵) حرف موقوف علیہ متحرک پر وقف کرتے ہوئے اس کو ساکن کرنا ضروری ہے۔ حرکت یا تنوین پر ٹھہرنا جائز نہیں۔

(۶) حرف موقوف علیہ متحرک میں روم، اشمام بھی جائز ہے بشرطیکہ حرکت اصلی ہو۔

تنبیہ: روم کی حالت میں تنوین نہ پڑھی جائے گی بلکہ اس کی حرکت میں روم ہوگا۔

(۷) ہائے ضمیر میں روم واشمام بھی جائز ہے لیکن بحالت روم صلہ نہ ہوگا جیسے رَسُوْلَهٗ وغیرہ۔

(۸) تائے تانیث میں بھی روم واشمام جائز ہے۔ مثل اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ وغیرہ۔

(۹) حرف موقوف علیہ ہائے تانیث واقع ہو مثل نعمة وغیرہ تو اس صورت میں وقف بالابدال ہوگا۔

(۱۰) حرف موقوف علیہ منصوب[۱] منون واقع ہو۔ مثل جَفَآءً وغیرہ تو اس صورت میں بھی وقف بالابدال ہوگا۔

(۱۱) حرف موقوف علیہ نون یا میم واقع ہو۔ مثل مِنْ رَّبِّكُمْ وغیرہ تو اس میں وقف بالاظہار ہی ہوگا۔ اسی طرح کسی حرف مدغم یا حرف مخفی پر وقف کیا گیا تو وقف بالاظہار ہوگا۔

(۱۲) جو حرف مد مرسوم بوجہ اجتماع ساکنین وصلاً محذوف ہو مثلاً قُلْنَا اهْبِطُوْا۔ يَرْجُوْا

[۱] منصوب منون دوزبر والی تنوین کو کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

اللّٰهَ۔ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ وغیرہ اس پر وقف بالاثبات ہوگا۔

(۱۳) جو حرف مد بوجہ تماثل غیر مرسوم ہو اس پر وقف بالاثبات ہوگا۔ مثلاً تَرَاءَ ا الْجَمْعٰنِ کے پہلے کلمہ پر وقف کیا گیا تو اثبات کے الف کے ساتھ تَرَاءَا ہوگا۔

(۱۴) جو الف مرسوم وصلاً محذوف ہو مثل وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اور السَّبِيْلَا وغیرہ اس پر وقف بالاثبات ہوگا۔

(۱۵) وقف رسم قرآنی کے موافق کرنا چاہیے۔ مثلاً اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ میں اٰتٰنِیْ پر اور اٰتٰنِیَ اللّٰهُ میں لفظ اٰتٰنِ پر وقف موافق رسم ہوگا لیکن مثل وَلِيِّ ۦَ اللّٰهُ کے یائے ثانیہ پر سکون یاء کے ساتھ وقف موافق وصل ہوگا۔

(۱۶) وقف بالتشدید میں دیر دو حروف ۱؎ کی ہوگی مثل عَدُوٌّ اور سَوِيٌّ وغیرہ۔

(۱۷) وقف بالتشدید میں روم واشمام بھی جائز ہے۔ اگرچہ منون ہو مثل دُرِّيٌّ وغیرہ۔

(۱۸) حرف موقوف علیہ نون یا میم مشدد ہو تو ایک الف کے برابر غنہ ہوگا اگرچہ روم یا اشمام کیا جائے جیسے جَآنٌّ وغیرہ۔

تنبیہ: نون یا میم ساکنہ پر وقف کرتے ہوئے زائد غنہ سے احتراز کرنا چاہیے لیکن اگر نون میم مشدد پر وقف کیا جائے تو غنہ ایک الف کے برابر ہوگا۔

(۱۹) حرف موقوف علیہ کے ماقبل سکون اصلی ہو تو بجائے وقف بالاسکان کرنے کے وقف بالروم کرنا بہتر ہے تاکہ سکون اصلی تام ادا ہو۔ جیسے سَبِّحْهُ وغیرہ۔

تنبیہ: اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے کہ سکون وقفی کی وجہ سے ماقبل کا حرف ساکن متحرک نہ ہو جائے۔ جیسے وَاسْتَغْفِرْهُ کے بجائے وَاسْتَغْفِرُهْ۔

(۲۰) قُطْبُ جَدٍّ کے کسی حرف پر وقف کیا جائے تو سکون وقفی میں قلقلہ کی لوٹتی ہوئی آواز خوب ظاہر کرنا چاہیے۔ جیسے فَلَقٍ وغیرہ۔

(۲۱) بحالت وقف حروف قلقلہ مشددہ کا قلقلہ تشدید کی تاخیر کے بعد ظاہر ہوگا جیسے وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ وغیرہ۔

۱؎ حرف مشدد کے ادا کرنے میں تشدید ہی کے حرف ساکن کے برابر تاخیر دو حرف کے برابر ہوگی ۱۲ منہ

تنبیہ: جو قواعد تجوید کیفیت وقف سے متعلق ہیں یہاں صرف وہی بیان کیے جائیں گے۔

(۲۲) جو راء بوجہ وقف ساکن ہو یا پہلے سے ساکن ہو وہ بحالت وقف پُر ہوگی بشرطیکہ ماقبل زیر یا یائے ساکنہ نہ ہو۔ جیسے لَيْلَةُ الْقَدْرِ وغیرہ

(۲۳) رائے مشددہ موقوفہ پُر پڑھی جائے گی بشرطیکہ ماقبل زیر نہ ہو جیسے مُسْتَقَرٌّ وغیرہ۔

(۲۴) رائے موقوفہ بالروم بھی پُر ہوگی بشرطیکہ راء خود مکسور نہ ہو جیسے قَدِيْرٌ وغیرہ۔

(۲۵) رائے موقوفہ بالاشمام پُر اور باریک پڑھی جانے میں وقف بالاسکان کے حکم میں ہے۔

فائدہ: لفظ فِرْقٍ پر ٹھہرنے سے راء باریک پڑھنا بھی جائز ہے لیکن پُر پڑھنا اولیٰ ہے۔

(۲۶) جو حروف ہمیشہ پُر پڑھے جاتے ہیں ان کو وقف میں پُر ہی پڑھنا چاہیے جیسے عَلَيْهَا حَافِظٌ وغیرہ۔

(۲۷) جو صفات عارضہ موقوف علی الوصل ہیں ان کو وقف میں نہ ادا کرنا چاہیے۔ مثلاً مد منفصل پر وقف کیا گیا تو مد نہ کرنا چاہیے۔ جیسے سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ کی ہاء پر۔

تنبیہ: حرف مد پر وقف کرتے وقت اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ حرف مد کے ادا میں نہ کمی واقع ہو نہ زیادتی اور نہ حرف مد کے بعد ہمزہ یا ہاء کی آواز پیدا ہونے پائے ورنہ لحن جلی ہو جائے گا۔

(۲۸) حرف موقوف علیہ مفتوح سے پہلے حرف مد واقع ہو مثل الْعٰلَمِيْنَ وغیرہ تو اس میں طول، توسط، قصر تینوں وجہیں جائز ہیں۔

فائدہ: حرف مد کے بعد سکون وقفی واقع ہو تو اس کو مد عارض کہتے ہیں۔

(۲۹) حرف مد کے بعد سکون وقفی سے پہلے حرف مد واقع ہو مثل الرَّحِيْمِ وغیرہ۔ اس میں طول، توسط قصر مع الاسکان اور قصر مع الروم چار وجہیں جائز ہیں۔

(۳۰) حرف موقوف علیہ مضموم سے پہلے حرف مد واقع ہو مثل نَسْتَعِيْنُ وغیرہ اس میں طول، توسط، قصر مع الاسکان اور طول، توسط، قصر مع الاشمام اور قصر مع الروم سات وجہیں جائز ہیں۔

Scanned by CamScanner

(۳۱) مدِّ منفصل وقفی میں توسط کے علاوہ بوجہ سکون عارض طول بھی جائز ہے لیکن قصر جائز نہیں اور مد عارض کا توسط بہتر نہیں۔ مثل یَشَآءُ وغیرہ۔

(۳۲) مدِّ متصل وقفی میں بحالت روم صرف توسط ہی ہوگا طول اور قصر مع الروم جائز نہیں۔

(۳۳) مد لازم وقفی میں سکون وقفی کی وجہ سے بھی طول ہوسکتا ہے لیکن مد لازم کا طول اولیٰ ہے۔ مثل صوآف وغیرہ۔

(۳۴) حرف موقوف علیہ سے پہلے حرف لین واقع ہو مثل رَاَیِ الْعَیْنِ اس میں بھی طول، توسط، قصر تینوں وجہیں جائز ہیں لیکن قصر اولیٰ ہے۔

فائدہ: حرف لین کے بعد سکون وقفی واقع ہو تو اس کو مدلین عارض کہتے ہیں۔

(۳۵) مدلین عارض میں بحالت روم صرف قصر ہی ہوگا۔ مد کرنا جائز نہیں۔

تنبیہ: مد کے وجوہ مذکورہ میں سے قاری جس وجہ کو چاہے ادا کرے لیکن جس وجہ کو اختیار کرے اس کو آخر تک باقی رکھے۔ سب وجہوں کو جمع کرنا یا مساوات کے خلاف پڑھنا جائز نہیں۔

سوالات:

(۱) وقف بالاظہار اور وقف بالاثبات کی تعریف کرو (۲) وقف بالتشدید میں روم یا اشمام جائز ہے یا نہیں (۳) لِئُحْیِيَ پر وقف موافق رسم ہوگا یا موافق وصل؟ (۴) راء مشددہ پر وقف کیا جائے تو راء پُر ہوگی یا باریک؟ (۵) مدِّ متصل وقفی اور مد لازم وقفی کی تعریف اور حکم بیان کرو۔

چھٹا سبق

محل وقف کے احکام:

(۱) وقف کرنے میں محل اوقاف کے مراتب کا لحاظ ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ وقف تام یا وقف کافی تک باوجود سانس پہونچ جانے کے وقف حسن یا وقف قبیح پر وقف کر دیا جائے۔

وقف اگر ایسی جگہ کیا جائے جہاں لفظاً و معنیً تعلق منقطع ہو جائے تو اس کو وقف تام کہتے ہیں

---

[۱] خواہ ہمزہ ساکن کرنا بوجہ وقف بالاسکان ہو یا بالاشمام اسی طرح مد لازم وقفی میں بھی دونوں کا ایک ہی حکم ہے بشرطیکہ موقوف علیہ مضموم ہو۔ ۱۲ منہ۔

اور اگر صرف لفظاً تعلق منقطع ہو تو وقف کافی کہیں گے اور اگر لفظاً تعلق نہ منقطع ہو تو وقف حسن کہیں گے اور اگر باوجود لفظاً و معنیً تعلق نہ منقطع ہونے کے وقف کرنے میں کسی قسم کی قباحت لازم آئے تو ایسا وقف قبیح ہے۔

(۲) محل اوقاف کی رعایت سے قرآن شریف پڑھنا تفہیم معنی اور تحسین قراءت کا باعث ہے لہٰذا جس محل وقف کا جو حکم ہو اسی کے موافق عمل کرنا چاہیے۔

(۳) وقف میں توقف اور تاخیر صرف اس قدر ہونا چاہیے کہ سانس بآسانی لی جاسکے۔ اس کے خلاف جائز نہیں۔

(۴) اگر کسی شخص کی سانس پھولتی ہو تو حسب ضرورت وقف میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔ تا کہ قراءت اطمینان کے ساتھ ادا ہو لیکن بوجہ تاخیر مزید اس کو وقف نہ کہیں گے بلکہ یہ سکوت ہوگا جب کہ پڑھنے کا ارادہ ہو۔

(۵) پڑھتے پڑھتے سانس تنگ ہونے لگے تو پہلے سے اس کا خیال رکھے کہ درمیان کلام یا وسط کلمہ پر وقف نہ ہونے پائے ورنہ وقف غلط ہوگا۔

(۶) وقف اختیاری کے لیے محل وقف ضروری ہے خواہ علامت وقف ہو یا نہ ہو۔

(۷) وقف اضطراری جمیع احکام میں مثل وقف اختیاری کے ہے لہٰذا حتی الامکان وقف اضطراری میں بھی احکام وقف کی رعایت کرنا چاہیے۔

(۸) وقف تام پر باقتضائے ختم کلام وقف ضروری ہے اس لیے کہ وقف کلام کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(۹) وقف کافی پر وقف بہتر ہے اس لیے کہ تعلق لفظی کا نہ ہونا ہی وقف کے لیے اصل محل ہے اسی وجہ سے وقف تام یا وقف کافی پر وقف کرنے کے بعد اعادہ[۱] جائز نہیں۔

(۱۰) وقف حسن پر وقف جائز ہے اس لیے کہ اس پر وقف کرنے سے کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔ البتہ وقف اختیاری بہتر نہیں۔ اور ابتدا جائز نہیں۔

(۱۱) وقف قبیح پر وقف اختیاری جائز نہیں اس لیے کہ اس پر وقف کرنے سے قباحت لازم

---

[۱] موقوف علیہ یا اس کے ماقبل سے پڑھنے کو اعادہ اور مابعد سے پڑھنے کو ابتدا کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

آتی ہے۔

(۱۲) وقف تام یا وقف کافی پر وقف کرنے کے بعد ابتدا کرنی چاہیے۔ ان میں اعادہ جائز نہیں۔ وقف تام یا وقف کافی کے مواقع جو نہیں سمجھ سکتے ان کو چاہیے کہ آیات یا علامت وقف پر بوقت ضرورت وقف کریں۔

(۱۳) موضع سکتہ پر وقف جائز نہیں البتہ جس علامت وقف پر سکتہ مرسوم ہے وہاں وقف بھی جائز ہے اگرچہ سکتہ واجب ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۴) وقف حسن یا وقف قبیح پر وقف کرنے کے بعد اعادہ کرنا چاہیے۔

(۱۵) حروف مقطعات پر وقف جائز نہیں اگر اضطراراً وقف ہو جائے تو پھر سے ابتدا کرنا چاہیے۔ البتہ آخر حرف پر وقف جائز ہے۔ جیسے کھٰیٰعٓصٓ وغیرہ۔

بلاضرورت وقف کرنا یا وقف میں بلاوجہ تاخیر کرنا جائز نہیں۔

سوالات:

(۱) محل اوقاف میں کس قسم کی رعایت کرنی چاہیے (۲) وقف میں توقف اور تاخیر کس قدر ہونی چاہیے۔ (۳) وقف اضطراری کی تعریف اور مثال بیان کرو (۴) وقف تام اور کافی کی تعریف اور حکم بیان کرو (۵) وقف حسن اور قبیح پر وقف اختیاری جائز ہے یا نہیں؟

ساتواں سبق

علامت وقف اور علامت وصل کے احکام:

○: یہ علامت آیت پوری ہونے کی ہے اسی وجہ سے اس علامت ہی کو آیت کہتے ہیں۔ آیت پر ٹھہرنا مستحب ہے جب کہ بخیال ادائے سنت ہو۔ ورنہ بربنائے اصل قراءت وصل مستحب ہے اس لیے کہ آیت لغرض الوقف نہیں ہے اور اگر کسی جگہ آیت کا ظاہر کرنا ہی مقصود ہو تو ایسی صورت میں وقف کرنا ضروری ہوگا۔

لا: یہ علامت آیت مختلف فیہ ہونے کی ہے لہذا اس جگہ آیت سمجھ کر وقف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ یہ جو مشہور ہے کہ امام عاصم صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہاں آیت نہیں ہے۔ اس کی کوئی

اصلیت نہیں کیونکہ قراء سبعہ کو اختلاف آیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

م: یہ وقف لازم کی علامت ہے اس پر باقتضائے ختم کلام وقف کرنا لازم ہے تاکہ وصل کرنے سے کسی قسم کی قباحت نہ لازم آئے۔ اسی وجہ سے اس کو وقف لازم کہتے ہیں۔

ط: یہ وقف مطلق کی علامت ہے۔ یہاں بوجہ ختم کلام وقف تام ہے اس وجہ سے یہاں وقف کرنا ضروری ہے تاکہ وصل کرنے سے اتصال کلام کا التباس نہ لازم آئے۔

ج: یہ وقف جائز کی علامت ہے اس پر بوجہ تفہیم معنی اور تحسین قراءت وقف کرنا مستحسن ہے۔

تنبیہ: یہ وہ مواقع ذکر کیے گئے ہیں جو انفصال کلام کو مقتضی ہیں اور قاری وقف کرنے کا مکلف ہے۔ آگے وہ مواقع ذکر کیے جاتے ہیں جہاں قاری کو اختیار ہے۔ اور بوجہ عدم ضرورت وقف کرنے کا مکلف نہیں ہے۔

ز: یہ وقف مجوز کی علامت ہے۔ اس پر وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہے جب کہ وقف تو یہ علامت جیم وغیرہ دور ہو۔ کیونکہ یہ وقف ضعیف ہے۔

ص: یہ وقف مرخص کی علامت ہے۔ یہاں عند الضرورت[1] وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ علامت بھی وقف ضعیف کی ہے۔

ق: یہ علامت قیل علیہ الوقف کی ہے۔ اس پر وقف کرلیا گیا تو کوئی حرج نہیں لیکن وقف ضعیف ہے۔

ك: یہ علامت كذالك کی ہے۔ یہ اگر علامت وقف کے بعد واقع ہو تو وقف کے حکم میں ہے اور اگر علامت وصل کے بعد واقع ہو تو وصل کے حکم میں ہے۔

قف: یہ قد یُوقف کا مخفف ہے صیغہ امر نہیں ہے۔ اس پر اگر وقف ہو گیا تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ وقف اختیاری بہتر نہیں ہے۔

صل: یہ قَدْ یُوصَلُ کا مخفف ہے یہ بھی صیغہ امر نہیں ہے اس پر بہ نسبت وقف کے وصل

---

[1] خواہ اضطراری ضرورت ہو یا اتفاقی یعنی پہلے سے ارادہ ٹھہرنے کا نہیں تھا بلکہ کسی اتفاقیہ ضرورت سے وقف کر دیا گیا۔ ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

پسند کیا گیا ہے اور قد یُوقف کا مقابل ہے۔

تنبیہ: قِف اور صَل یہ دونوں بھی اگرچہ وقف اضعف کی قسمیں ہیں لیکن ان دونوں میں یہ فرق ہے قِف پر بمقابل صَل وقف راجح ہے اور صَل میں وصل راجح ہے۔

صلے: یہ الوصل اولیٰ کا مخفف ہے یہاں بوجہ تعلق لفظی کے وصل ہی کرنا چاہیے۔ یہ اگرچہ وقف حسن کی علامت ہے اور جواز[1] وقف کی صورت ہے لیکن وقف کرنے کے بعد یہاں اعادہ ضروری ہے۔

لا: یہ لاوقف علیہ کی علامت ہے اور وقف قبیح کی علامت ہے۔ اس جگہ باقتضائے اتصال کلام وصل کرنا ضروری ہے کیونکہ ایسی جگہ وقف کرنے سے قباحت لازم آئے گی اسی وجہ سے اس پر وقف ناجائز ہے۔

قلا: یہ وقف مختلف فیہ کی علامت ہے اور قیل لاوقف علیہ کا مخفف ہے۔ اس جگہ وقف نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ جن کے نزدیک یہاں وقف معتبر ہے ان کے نزدیک اعادہ نہ ہوگا۔

ۤلا: اسی کو آیت لا کہتے ہیں۔ یہاں وقف قبیح نہیں ہے بلکہ آیت ہونے کی وجہ سے وقف جائز ہے البتہ بوجہ محل وقف نہ ہونے کے وصل بہتر ہے لیکن وقف کرنے کے بعد اعادہ نہ کرنا چاہیے۔

∴ ∴: وقف معانقہ کی علامت ہے قرآن مجید کے حاشیہ پر معانقہ کا مخفف مع لکھا رہتا ہے اور درمیان آیت میں دو جگہ تین تین نقطے مرسوم ہوتے ہیں مثل لَا رَیْبَ ∴ فیہ ∴ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ وغیرہ۔

وقف معانقہ کا یہ حکم ہے کہ نہ دونوں جگہ وقف کرنا چاہیے۔ ورنہ درمیان والا کلمہ بے ربط ہوجائے گا اور نہ وصل کرنا چاہیے تاکہ معنی سمجھنے میں تکلف نہ ہو لہٰذا وصل اول وقف ثانی یا وقف اول وصل ثانی کرنا چاہیے۔

وقفہ: لفظ وقف و سکتہ کی ہاء کے ساتھ یہ الوقف مع السکت کا مخفف ہے۔ یعنی جس قدر وقف میں تاخیر ہوتی ہے اتنی ہی تاخیر کے ساتھ سکتہ کیا جائے۔ یہ درحقیقت وقف نہیں ہے بلکہ سکتہ طویلہ ہے۔ یہ ایسے موقع پر جائز ہے جہاں وقفہ مرسوم ہو لیکن اصل سکتہ جائز نہیں۔ اس موقع پر

[1] بوجہ ضرورت وعدم قباحت ۱۲۔ منہ

بجائے وقفہ کے وقف بھی جائز ہے لیکن وقفہ بہتر ہے۔ باقی سکتہ کا مفصل بیان آٹھویں سبق میں آئے گا۔

وقف النبی ﷺ: یہ کلام مجید کے حاشیہ پر لکھا رہتا ہے۔ ایسے موقع پر وقف مستحب ہے اس لیے کہ درمیان آیت میں بھی حضور اکرم ﷺ سے گیارہ جگہ وقف ثابت ہے۔ یہ نیز وقف منزل، وقف غفران، وقف کفران حاشیہ پر لکھے رہتے ہیں اس لیے یہاں اس کے مواقع نہیں ذکر کیے گئے۔

وقف منزل: اس کو وقف جبرئیل بھی کہتے ہیں۔ اس موقع پر بھی وقف مستحب ہے۔ نزول قرآن کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جس جگہ وقف کیا ہے وہاں نبی کریم ﷺ نے بھی وقف فرمایا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہاں وحی منقطع ہوئی ہے۔

وقف غفران: یہ بھی قرآن مجید کے حاشیہ پر مرسوم ہے۔ ایسی جگہ وقف کرنے سے معنی کی وضاحت اور سننے والے پر بھی بشاشت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے اس کو وقف غفران کہتے ہیں۔ یہاں وصل سے وقف بہتر ہے۔

وقف کفران: یہ حاشیہ پر ایسی جگہ لکھا رہتا ہے جہاں وقف کرنے سے خاص قسم کی قباحت پیدا ہوتی ہے جس کو معنی جاننے والا ہی خوب سمجھ سکتا ہے بلکہ اگر سامع ایسے معنی کا عقیدہ کرے تو موجب کفر ہے، لہٰذا ایسے موقع پر وقف نہ کرنا چاہیے۔

تنبیہات وقف:

(۱) وقف کرنے کے بعد اصل یہی ہے کہ ابتدا کی جائے۔ لہٰذا جن مواقع میں کسی حیثیت سے بھی ابتدا ہوسکتی ہے ان کو محل وقف میں شمار کرتے ہوئے مختلف قسم کی علامتیں بیان کردی گئی ہیں۔ لہٰذا علامت وقف پر وقف کرنے کے بعد اعادہ جائز نہیں۔

(۲) علامات وقف کی ترتیب اس کی قوت اور ضعف کے لحاظ سے ہے۔ سب سے قوی علامت میم ہے اور سب سے ضعیف علامت صَل۔ لہٰذا حتی الامکان علامت قویہ کے ہوتے ہوئے ضعیف علامت پر نہ ٹھہرے۔

(۳) آیت پر جس قسم کی علامت مرسوم ہوگی ویسا ہی اس کا حکم دیا جائے گا۔ مثلاً کسی آیت

Scanned by CamScanner

پرطا ہے اور کسی پر ز آ، تو ٹھہرنے کے بارے میں وہ آیت زیادہ بہتر ہے جس پر قوی علامت ہے اور اگر کسی ایک جگہ کئی علامتیں مرسوم ہوں تو ان میں سے جو قوی ہو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اور حسب ضرورت بھی عمل کرنا جائز ہے۔

(۴) علامت وصل صرف دو ہیں: ایک صلےٰ دوسرے لام الف (لا) ہے لہٰذا ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی وقف اختیاری جائز نہیں اس لیے کہ یہ محل وقف ہی نہیں ہیں۔

(۵) **قراءت ترتیل:** ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا نام ہے اس لیے ترتیل میں ہر آیت اور علامت وقف پر وقف کرنا بہتر ہے تا کہ قراءت اطمینان کے ساتھ ادا ہو اور معنی سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۶) **قراءت حدر:** عجلت کے ساتھ پڑھنے کا نام ہے اس لیے ہر آیت اور علامت وقف پر بلاضرورت وقف نہ کرنا بہتر ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ کلام اللہ ادا ہو جائے۔

(۷) **قراءت تدویر:** درمیانی حالت کے ساتھ پڑھنے کو کہتے ہیں اس لیے تدویر میں آیات اور علامات وقف پر وقف کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے۔ میانہ روی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وقف ضعیف کا وصل کرے اور وقف قوی پر ٹھہرے تا کہ قراءت باحسن وجوہ ادا ہو۔

سوالات

(۱) آیت کے بعد علامت وقف واقع ہو تو کس پر ٹھہرنا چاہیے؟ (۲) میم اور طاء کا حکماً فرق بیان کرو۔ ان پر وقف نہ کرنے میں کیا حرج ہے۔ (۳) ز، ص، ق، قف، صلےٰ میں ہر ایک کا حکماً فرق بیان کرو۔ (۴) آیت لا اور صل پر وقف کرنے کے بعد ابتدا ہوگی یا اعادہ۔ (۵) وقف معانقہ کی تعریف اور اس کا حکم بیان کرو۔

آٹھواں سبق

سکتہ کی تعریف اور اس کے احکام:

آواز بند کر دینا اور سانس نہ توڑنا اس کو سکتہ کہتے ہیں۔

(۱) سکتہ کرتے وقت متحرک کو ساکن کرنا چاہیئے اور دو زبر والی تنوین کو الف سے بدلنا

چاہیے۔

(۲) سکتہ میں وقف سے کم تاخیر ہوگی نہ اتنی کہ سامع کو سکتہ کرنے کا علم ہی نہ ہو۔

(۳) سکتہ از قسم وقف ہے اس وجہ سے کیفیت سکتہ، کیفیت وقف کے حکم میں ہے لہٰذا زیر اور پیش والی تنوین کو سکتہ میں حذف کر دینا چاہیے۔

(۴) جس طرح سکتہ موقوف علی الوصل ہے اسی طرح سکتہ کا حکم بھی موقوف علی الوصل ہے۔ یعنی وقف کرنے سے سکتہ کا وجوب اور جواز ساقط ہو جائے گا۔

(۵) سکتہ کی حالت میں بھی روم اشمام لے جائز ہے۔ اگر چہ ادا بوجہ تکلف مستعمل نہیں ہے۔

(۶) سکتہ کرنا وہیں صحیح ہے جہاں سکتہ ثابت ہو لہٰذا ہر حرف ساکن پر سکتہ ہو جانے سے احتراز چاہیے۔ البتہ اگر حرف صحیح ساکن کے بعد ہمزہ آ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ یہ سکتہ بطریق جزری جائز ہے اسی کو سکتہ لفظی کہتے ہیں۔

(۷) سکتہ کرتے وقت حرف مدغم کو ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے جیسے مَنْ سکتہ رَاقٍ وغیرہ۔

(۸) محل وقف پر سکتہ جائز نہیں البتہ جن علامات وقف پر سکتہ مرسوم ہے وہاں جائز ہے۔ اسی طرح آیات پر بھی سکتہ جائز ہے۔

(۹) آیات پر روایۃً سکتہ جائز نہیں اگر بلا لحاظ روایات سکتہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۱۰) سکتہ کی علامت ''س'' ہے۔ خواہ آیت پر ہو یا بلا آیت لیکن درمیان آیت میں سکتہ نہ مرسوم ہو تو نہ کرنا چاہیے۔

(۱۱) سکتہ کرنے میں وقف سے زیادہ تاخیر ہوگئی تو ایسا سکتہ کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اس کی ادا موقوف علی النقل ہے اسی وجہ سے وقفہ کو سکتہ کہنا صحیح نہیں۔

(۱۲) حروف مد کے بعد سکتہ کیا جائے۔ مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. تو اس وقت مد کرنا بھی جائز ہے۔

(۱۳) مد متصل پر سکتہ کیا جائے مثل يُصْدِرَ الرِّعَآءُ تو اس وقت بوجہ سکون عارض طول بھی جائز ہے لیکن قصر جائز نہیں اور مد منفصل میں بحالت سکتہ مد جائز نہیں۔

Scanned by CamScanner

(۱۴) سکتہ کر کے ابتداء ہی کرنا چاہیے۔ بحالت سکتہ اعادہ جائز نہیں۔

فائدہ: جہاں انفصال معنی کی وجہ سے وصل اور اتصال کلام کی وجہ سے وقف مناسب نہیں ہوتا وہاں سکتہ ہی کرنے سے معنی کی وضاحت ہوتی ہے۔

(۱۵) حروف مقطعات پر مثل حٰمٓ عٓسٓقٓ سکتہ کرنا روایۃً جائز نہیں لہٰذا ان حرفوں کو ادا کرتے ہوئے خیال رکھنا چاہیے کہ کسی حرف پر سکتہ نہ ہونے پائے البتہ میم پر بوجہ آیت سکتہ جائز ہے۔

(۱۶) جن کلمات کے آخر میں ہائے سکتہ ہے ان پر بجز آیت کے سکتہ کرنا جائز نہیں اس قسم کے سات کلمات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) لَمْ يَتَسَنَّهْ سورۂ بقر میں (۲) اِقْتَدِهْ سورۂ انعام میں (۳) كِتَابِيَهْ سورۂ حاقہ میں (۴) حِسَابِيَهْ سورہ حاقہ میں (۵) مَالِيَهْ سورۂ حاقہ میں (۶) سُلْطَانِيَهْ سورۂ حاقہ میں (۷) مَاهِيَهْ سورۂ القارعہ میں۔

فائدہ: سکتہ کی دو قسمیں ہیں: سکتہ لفظی، سکتہ معنوی۔

سکتہ لفظی وصل کے حکم میں ہے لیکن بروایت حفص یہ سکتہ جائز نہیں بجز اس صورت کے جو طریق جزری سے ہے۔

(۱۷) آیات پر جو سکتے مرسوم ہیں وہ سکتے معنوی ہیں۔ لہٰذا معلوم ہونا چاہیے کہ سکتے معنوی وقف کے معنی میں ہیں اور سکتہ لفظی وصل کے حکم میں ہے۔

(۱۸) حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ذیل کے چار کلمات پر سکتہ واجب ہے۔

(۱) سورۂ کہف میں لفظ عِوَجًا پر (۲) سورۂ یٰس میں مِنْ مَّرْقَدِنَا پر (۳) سورۂ قیامہ میں قِيْلَ مَنْ پر (۴) سورۂ مطففین میں كَلَّا بَلْ پر۔

(۱۹) علامات وقف میں سے صرف مِنْ مَّرْقَدِنَا پر سکتہ واجب ہے۔ اس پر اگرچہ وقف لازم بھی ہے لیکن اگر وقف نہ کیا گیا تو سکتہ کرنا واجب ہے۔

(۲۰) ائمہ وقف سے درمیان آیت میں صرف چار جگہ سکتہ جائز ہے۔

(۱) اعراف میں ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا پر (۲) اعراف میں اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا پر (۳) یوسف میں اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا پر (۴) قصص میں يُصْدِرَ الرِّعَآءُ پر۔

تنبیہات سکتہ:

(۱) جن مواقع پر ائمہ وقف کے نزدیک سکتے جائز ہیں ان کو روایۃً نہ کرنا چاہیے ورنہ کذب فی الروایۃ لازم آئے گا البتہ بلا لحاظ روایت سکتہ کرنا جائز ہے۔

(۲) آیات پر سکتہ چونکہ لغرض الاعلان جائز ہے اس لیے مناسب نہیں کہ کسی آیت پر سکتہ کیا جائے اور کہیں نہ کیا جائے۔

(۳) سکتہ نہ بلا ثبوت جائز ہے اور نہ بلا ضرورت سکتہ بہتر ہے۔

(۴) سکتہ کرتے وقت ہمزہ یا ہاء کی آواز نہ ظاہر ہونے پائے ورنہ ایک حرف کی زیادتی لازم آئے گی۔

(۵) یہ جو مشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ ہے یہ بالکل غلط اور بے اصل ہے۔

سوالات (۱) سکتہ از قسم وقف ہے، اس کا مطلب بیان کرو (۲) سکتہ کرتے وقت پڑھنے والے کو کیا کرنا چاہیے؟ (۳) آیات اور علامات وقف پر سکتہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴) لفظ مِنْ مَّرْقَدِنَا پر وقف ضروری ہے یا سکتہ؟ (۵) سکتہ میں کس قدر توقف اور تاخیر ہونی چاہیے؟ مفصل جواب تحریر کرو۔

نواں سبق

سکوت کی تعریف اور اس کے احکام:

وقف کرنے کے بعد قرآن کے متعلق کسی ضرورت سے ابتداء کرنے میں جو تاخیر ہو اس کو سکوت کہتے ہیں۔

(۱) سکوت میں بھی وقف کی طرح ابتداء اور ارادۂ قراءت ضروری ہے۔ سکوت کے بعد ابتدا نہ کی گئی یا بحالت سکوت کسی دوسری طرف ذہن منتشر ہوگیا یا ارادہ منقطع ہوگیا تو سکوت نہ ہوگا۔

(۲) سکوت جمیع احکام میں مثل وقف کے ہے باوجودیکہ تاخیر مزید ابتدا کرتے وقت استعاذہ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

(۳) سکوت کے توقف اور تاخیر کی اگرچہ کوئی حد نہیں جب کہ ذہن نہ منتشر ہوتا ہم طویل

سکوت مناسب نہیں اس لیے کہ وقف اور سکوت سے قراءت افضل ہے۔

(۴) سکوت میں اگرچہ پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے تاہم کلام اجنبی سے سکوت جاتا رہے گا۔

(۵) وقت گزرنے یا جگہ بدلنے سے سکوت کا حکم ساقط نہ ہوگا بشرطیکہ ذہن دوسری طرف نہ منتقل ہو مثلاً پڑھتے پڑھتے دیر تک کھانسی آتی رہے یا بھولنے پر قرآن مجید دیکھنے کے لیے دوسری جگہ جانے کی ضرورت پڑی تو کوئی حرج نہیں۔ یہ بھی سکوت کے حکم میں ہے۔

(۶) قاری وقف کرنے کے بعد تجوید وقراءت کے کسی مسئلہ کی طرف متوجہ ہو جائے یا کسی آیت کی تفسیر بیان کرنے لگے بشرطیکہ وعظ کہنا مقصود نہ ہو، توان صورتوں میں بھی سکوت ہی ہوگا۔

(۷) مشق کرتے کراتے وقت سننے سنانے کی وجہ سے درمیان قراءت میں جو تاخیر ہوگی وہ بھی سکوت ہی ہوگا۔

(۸) سکوت کی حالت میں کسی لڑکے پر پڑھنے کے لیے تنبیہ کی گئی تو صحیح ہے ورنہ تنبیہ کے وقت اگر کوئی کلام فحش نکل گیا تو سکوت کا حکم ساقط ہو جائے گا۔

(۹) منافی قراءت سے سکوت کا حکم جاتا رہتا ہے۔ لہذا ابتدا کرتے وقت پھر استعاذہ کرنا چاہیے۔

(۱۰) وقف اضطراری کی حالت میں اگر تاخیر مزید ہوئی تو اس صورت میں بھی سکوت ہی ہوگا بشرطیکہ کسی ایسی ضرورت میں مشغول نہ ہو جس سے منافی قراءت لازم آئے۔

(۱۱) کسی آیت کی تکرار یا کسی سورۃ کے بار بار پڑھنے کی وجہ سے دوسری آیت یا دوسری سورت کے شروع کرنے میں جو تاخیر ہوگی وہ سکوت نہیں ہے بلکہ وہ عین قراءت ہے۔

(۱۲) بلا وجہ سکوت اختیار کرنے سے سکوت صحیح نہ ہوگا لہذا ایسے غلط سکوت سے احتراز کرنا چاہیے تاکہ قراءت فوت نہ ہونے پائے۔

(۱۳) سکوت بھی اگرچہ از قسم وقف ہے لیکن سکوت ہمیشہ آیت ہی پر کرنا چاہیے۔

(۱۴) سکوت علامات وقف پر بہتر نہیں اور درمیان آیت میں جائز نہیں۔

(۱۵) موضع سکتہ پر سکوت جائز نہیں اس لیے کہ یہ محل وقف ہی نہیں۔

تنبیہ: تلاوت کرتے وقت کوئی دوسرا شغل نہ ہونا چاہیے، خلاف ادب ہے۔ لہذا سکوت کی حالت میں چائے و پان وغیرہ کا استعمال مناسب نہیں اور اگر قراءت میں خلل واقع ہو تو جائز نہیں۔

سوالات (۱) سکوت اور سکتہ میں حقیقۃً کیا فرق ہے؟ (۲) سکوت کی ضرورت اور محل بیان کرو۔ (۳) سکوت کے بعد ابتدا کرتے وقت استعاذہ ہوگا یا نہیں؟ (۴) سکوت میں کس قدر تاخیر کی جاسکتی ہے؟ (۵) کن باتوں سے سکوت کا حکم ساقط ہوتا ہے؟۔

دسواں سبق

قطع کی تعریف اور اس کے احکام:

وقف کے بعد پھر نہ پڑھنے کو قطع کہتے ہیں۔

(۱) وقف کرنے کے بعد اگرچہ پڑھنے کا ارادہ نہ ہو لیکن پڑھنا بند نہیں کیا تو اس کو قطع نہ کہیں گے۔

(۲) وقف کرنے کے بعد پھر نہ پڑھا گیا اگرچہ پڑھنے کا ارادہ تھا لیکن یہ قطع ہو جائے گا۔

(۳) قطع قراءت [1] کو قطع ارادہ لازم ہے لیکن اگر کوئی مانع پیدا ہو گیا تو اس سے بھی قطع ہو جائے گا۔ مثلاً کسی کے سلام کا جواب ہی دیا گیا ہو۔

فائدہ: قطع کی دو صورتیں ہیں: قطع حقیقی، قطع اتفاقی۔

(۱) قراءت کا ختم کرنا ہی مقصود ہو تو اس کو قطع حقیقی کہیں گے۔

(۲) اثنائے قراءت میں کوئی امر مانع ہو تو اس کو قطع اتفاقی کہیں گے۔

(۳) سکوت میں اگرچہ پڑھنے کا ارادہ منقطع نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی وجہ منافی قراءت پیدا ہوگئی تو قطع ہو جائے گا۔

(۴) اثنائے قراءت میں کسی وجہ سے قطع لازم آئے تو ابتدا کرتے وقت استعاذہ کرنا چاہیے۔

(۵) بلا وجہ سکوت کیا لیکن فوراً ہی پڑھنے لگا تو باوجود ارادۂ قراءت قطع ہو جائے گا۔ اس لیے کہ قطع کے بعد عدم ابتدا ضروری نہیں [2] اور نہ توقف اور تاخیر شرط ہے۔

(۶) سکوت کی حالت میں پڑھنے کا خیال جاتا رہا تو اس سے بھی قطع ہو جائے گا۔

(۷) قرآن مجید ختم کرنے کو قطع لازم نہیں تاوقتیکہ پڑھنے کا ارادہ بھی نہ منقطع ہو۔ لہذا یہ قطع نہ ہوگا۔

(۸) قطع بھی چونکہ از قسم وقف ہے لہذا قطع بھی جمیع احکام میں مثل وقف کے ہے۔

---

[1] اس سے مراد قطع حقیقی ہے۔ ۱۲

[2] جب کہ قطع اتفاقی واقع ہو ورنہ قطع حقیقی کو عدم ابتدا لازم ہے۔ ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

(۹) جس طرح وقف کے لیے کسی موقف اور محل کا وجود ضروری ہے اسی طرح قطع کے لیے بھی کسی مقطع کا ہونا ضروری ہے۔لہذا معلوم ہونا چاہیے کہ ع مقطع کی علامت ہے جس کو عوام الناس اس پر رکعت کرنے کی وجہ سے اس کو رکوع کہنے لگے۔حالانکہ خود رکعت وغیرہ کی ضرورت سے بھی کسی نہ کسی مقطع کی حاجت ہوتی ہے۔چنانچہ عموماً علامتِ مقطع ع پر رکعت کی جاتی ہے۔اس وجہ سے اس کو رکوع بھی کہہ سکتے ہیں۔

(۱۰) قطع ختم قراءت کو کہتے ہیں لہذا ختم قراءت کسی جزء کامل پر ہونا چاہیے خواہ منزل ہو یا ختم سورۃ۔ختم پارہ ہو یا نصف۔ربع ہو یا رکوع۔ان پر قطع بہتر ہے جب کہ ختم تلاوت مقصود ہو۔

(۱۱) قطع کے لیے اصل محل دو ہیں جن کی پابندی بآسانی ممکن ہے۔اول رکوع، دوسرے آیات۔لہٰذا قطع کرتے وقت مقطع کی پابندی ضروری ہے۔

(۱۲) جن آیتوں پر علامت وصل ہو ان پر قطع نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔

(۱۳) درمیانِ آیت اور علامت وقف پر قطع ہرگز جائز نہیں۔

(۱۴) قطع کرتے وقت صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وغیرہ کے الفاظ کہنا بہتر ہے تاکہ سامع کو قراءت کا انتظار نہ ہو۔

تنبیہ: اثنائے قراءت میں ہر ایسی بات سے بچنا چاہیے جس سے قطع لازم آئے۔

سوالات: (۱) قطع کی تعریف اور صورتیں بیان کرو۔(۲) قطع اتفاقی اور سکوت میں کیا فرق ہے؟ (۳) پڑھتے پڑھتے سجدۂ تلاوت ادا کیا گیا تو یہ قطع ہوگا یا سکوت؟ (۴) قطع حقیقی اور قطع اتفاقی کے محل بیان کرو۔(۵) قطع کرتے وقت کس قسم کے الفاظ ادا کرنا بہتر ہے؟

فائدہ: جس طرح وقف کو ابتدا لازم ہے اسی طرح معرفت وقف کے بعد ابتدا وغیرہ کی معرفت بھی ضروری ہے۔لہٰذا پڑھنے والوں کو چاہیے کہ ابتداء اعادہ اور وصل کے احکام کتاب معرفۃ الوقوف سے معلوم کریں۔میں نے اس میں بہت ہی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔فقط

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

المؤلف: احقر ابن ضیاء محب الدین احمد عفی عنہ ناروی مدرس شعبۂ تجوید و قراءت
مدرسہ سبحانیہ، الہ آباد۔ یکم صفر المظفر ۱۳۶۵ھ

معرفۃ الوقوف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ۔ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ: احقر ابن ضیاء محب الدین احمد عفی عنہ متوطن قصبہ نارا ضلع الہ آباد کہتا ہے کہ بحمدہٖ تعالیٰ ترتیل کا پہلا جز تجوید الحروف بہت معروف ہو گیا ہے۔اس کے جاننے والے اور سکھانے والے بکثرت ہیں مگر ابھی اس کے دوسرے جز معرفۃ الوقوف سے بہت لوگ ناواقف ہیں حتیٰ کہ اکثر قاری علم وقف کے حاصل کرنے کی ضرورت اور اس کی اہمیت کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

اگرچہ قراءت میں اصل وصل ہے لیکن ہر قاری کو بحالت قراءت وقف کرنے کی حاجت ہوتی ہے جو بلا معرفت وقف صحیح نہیں اسی طرح غیر محل وقف پر وقف جائز نہیں کیونکہ اگر ایسی جگہ وقف کر دیا گیا تو لفظی تعلق منقطع ہو جائے گا جس سے کلام الٰہی کا معنی واضح نہ ہوگا لیکن جن آیتوں میں لفظی تعلق ہے ان پر وقف جائز ہے کیونکہ ہر آیت پر ٹھہرنا احب ہے۔چنانچہ آیت پر وقف کرنے کے متعلق یہ حدیث مشہور ہے کہ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا قَرَءَ قَطَعَ قِرَاءَتَهٗ اٰيَةً اٰيَةً يَقُوْلُ بسم الله الرحمٰن الرَّحِيْمِ۔ ثُمَّ يَقِفُ۔ الحمد لله رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ ثُمَّ يَقِفُ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (كذا فى كتاب الوقوف للدانى) اول نزول وحی کے وقت حضور ﷺ تعلیماً تعین آیت کی غرض سے کلام اللہ میں ہر ہر آیت پر وقف فرمایا کرتے تھے۔اس حدیث وقف میں اس توجیہ کا بھی احتمال ہے کہ حضور ﷺ نے اجازت وقف کی غرض سے ہر ہر آیت پر وقف فرمایا ہو کیونکہ اگر آپ ہر آیت پر وقف نہ فرماتے تو جن آیتوں میں مابعد کو ماقبل سے تعلق ہے وہاں وقف کیوں کر جائز ہوتا اس لیے کہ محل وقف کے لیے لفظی تعلق منقطع ہونا ضروری ہے۔

معرفت وقوف کی اہمیت تو اسی سے معلوم ہوتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا کی تفسیر میں تجوید الحروف کے بعد معرفۃ الوقوف کو ترتیل کا ایک جز ٹھہرایا ہے۔ پس جو شخص ترتیل سے پڑھے اور قواعد و محل وقف کے موافق وقف نہ کرے تو اس کی ترتیل کامل نہ

Scanned by CamScanner

ہوگی اور خلاف مامور ہوگا۔ اگرچہ کوئی وقف واجب نہیں جو ادلۂ اربعہ کتاب یا سنت یا اجماع امت یا قیاس سے ثابت ہو۔ تاہم قراء قاری کو مثل مسافر اور اوقاف کو مثل منازل کے لکھتے ہیں۔ جیسا کہ مسافر کو ہر ہر منزل پر ٹھہرنا ضروری نہیں ہے بلکہ عبث ہے۔ اسی طرح قاری کو ہر ہر موقف پر وقف کرنا مناسب نہیں لیکن جس طرح مسافر کو کسی منزل پر ٹھہرنے کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح قاری کو بھی جب کہ پڑھتے پڑھتے اس کی سانس ختم ہونے لگے یا استراحت مقصود ہو تو وقف اضطراری یا وقف اختیاری ضروری ہے ورنہ تکلیف مالایطاق لازم آئے گی۔ پس جب کہ وقف کی ضرورت ثابت ہوگئی تو اس کا جاننا ضروری ہوا کیونکہ وقف بلا معرفت وقف صحیح نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے بعض کتب قراءت میں مسئلہ لکھا ہے کہ جب تک قاری کو وقف اور ابتدا کی معرفت نہ ہو جائے اس وقت تک مقری اس کو اجازت اور سند نہ دے اور درایۃً بھی قاری مقری کے لیے بہت معیوب ہے کہ ترتیل کے ایک جز کی رعایت کرے اور دوسرے جز میں بڑی غلطیاں کرے۔ لہٰذا علم وقف کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے حتی الامکان عام فہم طریقہ پر وقف کے اکثر مسائل لکھ کر اس کا نام معرفۃ الوقوف رکھا۔ باری تعالیٰ عز اسمہ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کو قبول فرما کر مفید اور مقبول انام فرمادے۔ آمین یارب العالمین۔

پہلا باب (پہلی فصل)

وقف کی تعریف اور تقسیم وغیرہ کے بیان میں:

قاری پڑھتے پڑھتے ٹھہر جائے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔ اگر صرف انقطاع صوت ہے تو سکتہ ہوگا اور اگر انقطاع نفس بھی ہے تو وقف ہوگا۔ اور اگر متعلقات قراءت کی وجہ سے وقف میں مزید تاخیر ہوئی تو سکوت ہوگا۔ اور اگر انقطاع قراءت ہے تو قطع ہوگا اسی وجہ سے قطع کے بعد ابتدا کی حالت میں استعاذہ ضروری ہے۔ یہاں سے وقف و قطع ❁ اور سکتہ و سکوت کا فرق بھی ظاہر ہوگیا۔ وقف، سکتہ، سکوت، قطع، ابتدا، اعادہ، وصل ان ساتوں کو قراء ملحقات قراءت کہتے ہیں۔

وقف کی تعریف یہ ہے کہ سانس اور آواز توڑ کر توقف کرنا یہ وقف اگر بلا قصد ہے مثلاً قاری پڑھتے پڑھتے تھک جائے یا بھول جائے جس کو اٹکنا کہتے ہیں یا سانس تنگ ہو جائے تو اس کو وقف اضطراری ❁❁ کہتے ہیں۔ یہ وقف ہر کلمہ مقطوعہ پر ہو سکتا ہے اور اگر بالقصد بغرض استراحت ٹھہرے

❁ سکتہ اور سکوت اور قطع کے احکام تفصیل کے ساتھ جامع الوقف میں موجود ہیں۔ احمد ضیاء ابن مصنف۔

❁❁ اضطرار کے معنی مجبوری اور لاچاری کے ہیں۔ لہٰذا اگر دفعۃً ٹھہرنے کی ضرورت واقع ہو مثلاً چھینک آجائے یا سانس پھولتی ہو یا ہچکی واقع ہو تو ایسے وقف کو اضطراری کہتے ہیں۔ ۱۲: احمد ضیاء ناروی۔

تو اس کو وقف اختیاری کہتے ہیں۔ یہ وقف ایسی جگہ ہونا چاہیے جہاں وقف تام یا وقف کافی یا کوئی علامت وقف ہو۔ درمیان میں ٹھہرنا بہتر نہیں اور اگر اوجہ مختلفہ کے پورا کرنے کا انتظار کسی کلمہ مختلفہ پر وقف کے بعد کیا جائے تو اس کو وقف انتظاری کہتے ہیں۔ یہ وقف جملہ قراء کے اختلاف پورا کرنے کے وقت ہوتا ہے۔ اور اگر سمجھنے سمجھانے کی غرض سے کسی کلمہ پر امتحاناً وقف کیا جائے جیسے امتحاناً کسی کلمہ محذوفہ کا ثابت کرنا یا ثابت، اور زائد حرف کا کلمہ سے حذف کرنا یا کلمہ مقطوعہ اور موصولہ کا پہچاننا یا کیفیت وقف کا معلوم کرنا اس کو وقف اختیاری کہتے ہیں۔ یہ وقف ہر کلمہ مقطوعہ پر تفہیم وافہام کی غرض سے کیا جاسکتا ہے۔ اب معلوم ہونا چاہیے کہ وقف اور سکتے میں کس قدر توقف اور تاخیر ہونی چاہیے۔ بعض قاری وقف میں بلاضرورت بعض بعض جگہ اس قدر توقف کرتے ہیں کہ سامع کو انتظار رہتا ہے۔ اور یہ نہیں پتہ چلتا کہ قاری نے وقف کیا ہے یا قطع۔ ایسا وقف جائز نہیں ہے۔ لہٰذا قاری کو چاہیے کہ وقف میں اس قدر توقف کرے کہ سانس بہ آسانی لے سکے اور سکتے میں وقف سے کچھ کم تاخیر ہوگی۔ مگر ایسا نہ ہو کہ ہمزہ پیدا ہو جائے۔ کیونکہ سکتہ کرتے وقت اکثر لوگوں سے یہ غلطی ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سکتہ کرتے وقت سانس روکنا پڑتا ہے اور سانس روکنے کی وجہ سے ضغطہ یعنی جھٹکا ہو جاتا ہے۔ یہ صفت ہمزہ کی ہے اس سے احتراز چاہیے۔ **فائدہ:** وقف کرنے کے بعد متعلقات قراءت کی وجہ سے زیادہ تاخیر ہوئی تو یہ بھی وقف کے حکم میں ہے۔ اس کو سکوت قراءت [۱] کہتے ہیں۔ مثلاً قاری وقف کر کے کلام پاک کی تفسیر کرے یا قراءت اور تجوید کا کوئی مسئلہ سمجھائے اس کو وقف بالسکوت بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر کہیں وقف کر کے قطع قراءت مقصود ہو تو قطع کی صورت میں صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وغیرہ کے الفاظ کہنا بہتر ہے تاکہ سامع کو قراءت کا انتظار نہ ہو۔ **تنبیہ:** قراءت افضل ہے وقف سے کیونکہ ایک ایک حرف کے ادا میں دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ لہٰذا ہر ہر جگہ وقف کرنا یا وقف میں سانس لینے سے زیادہ تاخیر کرنا درست نہیں۔ البتہ اگر کسی کی سانس پھولتی ہو تو مجبوراً بقدر ضرورت تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ قراءت اطمینان کے ساتھ ہو۔ **فائدہ:** پڑھنے میں جس طرح وقف اضطراری ہوتا ہے اسی طرح وقف اختیاری کی بھی ضرورت پڑتی ہے خواہ افہام وتفہیم کی وجہ سے ٹھہرنے کی ضرورت پڑے یا استراحت وغیرہ کی وجہ سے ضرورت واقع ہو۔ اس کے علاوہ آیات یا علامات وقف وغیرہ

[۱] اور اگر درمیان قراءت میں بلاوجہ سکوت قراءت ہوگا تو اس صورت میں قاری کو استعاذہ کر کے قراءت شروع کرنی چاہیے کیونکہ ابدال فعل سے حکم بدل جاتا ہے۔ اسی طرح اگر سجدۂ تلاوت کے بعد پھر پڑھنا شروع کیا تو استعاذہ کر کے قراءت شروع کرنا چاہیے۔ محمد علی بھاگل پوری۔

Scanned by CamScanner

پر وقف کرنے سے کلام پاک کے پڑھنے میں ایک حسن پیدا ہوتا ہے۔ اور معنی کی وضاحت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اوقاف قرآنی کو بھی تفسیر قرآن کہا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آیات اور علامات وقف اس قدر ہیں کہ ان پر وقف کرنے کا التزام کیا جائے تو ان کے علاوہ درمیان میں بہت کم وقف کرنے کی ضرورت واقع ہو۔ لیکن چونکہ کسی وقت درمیان میں بھی وقف کرنے کی حاجت ہوتی ہے اس وجہ سے اس کتاب میں آیات اور رموز اوقاف کے احکام بیان کرنے سے پہلے وہ قواعد وقف بھی بیان کیے جاویں گے جن کی پابندی سے غیر آیت اور غیر رموز وقف کا حال بھی معلوم ہو جائے کہ کہاں وقف ہو سکتا ہے اور کہاں نہیں۔ **تنبیہ**: بعض لوگ وقف کے معنی غلط سمجھتے ہیں یعنی موقوف علیہ متحرک کو صرف ساکن کر دینا۔ چنانچہ اکثر آیت پر بلا سانس اور آواز بند کیے ہوئے متحرک کو ساکن کرتے چلے جاتے ہیں۔ نہ یہ وقف ہوگا اور نہ سکتہ۔ اس طرح پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ اگر آیت پر سکتہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ سکتہ بوجہ قطع صوت حکم وقف کا رکھتا ہے اس وجہ سے سکتہ کی حالت میں بھی متحرک کو ساکن کیا جاتا ہے۔ اور منصوب منون الف سے بدلا جاتا ہے مگر علامت وقف پر سکتہ کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح درمیان میں بھی کہیں سکتہ نہ کرنا چاہیے۔ البتہ چار جگہ درمیان آیت میں ائمہ وقف سے سکتے ثابت ہیں اور مثل وقف کے مرسوم ہیں۔ یعنی جس طرح رموز اوقاف بلحاظ معنی لکھے ہیں اسی طرح ان چار جگہ بہ لحاظ معنی سکتے مرسوم ہیں۔ کیونکہ سکتہ بمنزلہ وقف کے ہے اور وقف اس وجہ سے جائز نہیں کہ وقف سے انقطاع کامل ہو جاتا ہے۔ بخلاف سکتے کے۔ اور وہ چار سکتے یہ ہیں: ایک ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا پر، دوسرے اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا پر، تیسرے سورۂ یوسف میں اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا پر، چوتھے سورۂ قصص میں لفظ یُصْدِرُ الرِّعَآءُ پر۔ اس کے علاوہ ائمہ وقف سے کہیں سکتہ جائز نہیں۔ سکتہ کرنا وہیں صحیح ہے جہاں ائمہ قراء یا ائمہ وقف سے ثابت ہو۔ اور وقف اختیاری ہر اس موقع پر صحیح ہے جس کے بعد ابتدا ہو سکتی ہو۔ اور قطع ہر اس موقع پر صحیح ہے جہاں آیت ہو اور اگر غیر علامت وقف پر وقف کیا جاوے تو ناواقف قاری کو اعادہ کرنا چاہیے۔ اور اگر معنی سے واقف ہے تو بلا ضرورت اعادہ مناسب نہیں کیونکہ ایسے اعادہ سے ابتدا بہتر ہے کہ جس سے کلام میں بے ربطی پیدا ہو۔

موضوع علم وقف کا کلمہ اور کلام ہے۔ اس لیے کہ وقف کو بحیثیت کیفیت وقف کے آخر کلمہ سے تعلق ہے اور بحیثیت محل وقف کے کلام سے تعلق ہے۔ اور غایت اس کی صحت وقف اور وضاحت معنی ہے۔ معرفۃ الوقوف ترتیل کا دوسرا جز ہے۔ اس میں دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے

اول کیفیت وقف، دوسرے محل وقف۔ اور کیفیت وقف کی دو صورتیں ہیں: ایک بلحاظ ادا، دوسرے بلحاظ رسم۔ اور کیفیت وقف بلحاظ ادا کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) وقف بالاسکان۔ (۲) وقف بالاشمام۔ (۳) وقف بالروم۔ (۴) وقف بالابدال۔ اسی طرح محل وقف کی چار صورتیں ہیں یعنی (۱) وقف تام۔ (۲) وقف کافی۔ (۳) وقف حسن۔ (۴) وقف قبیح۔ ہر ایک کی تعریف وغیرہ اس کے موقع پر بیان کی جائے گی۔ جو لوگ عربی سے ناواقف ہیں اور اوقاف اربعہ کو نہیں سمجھ سکتے ان کی آسانی کے لیے رموز اور علامت وقف اور آیت کے احکام بھی بیان کیے جائیں گے۔ اور چونکہ وقف کی ضد وصل ہے اور ہر وقف کے بعد ابتدا یا اعادہ ضروری ہے اس وجہ سے دوسرے باب میں ابتدا اور اعادہ اور وصل کے احکام بیان کیے جائیں گے۔

دوسری فصل

کیفیت وقف کے بیان میں: کیفیت وقف یعنی یہ معلوم کرنا کہ کس طرح وقف کرنا چاہیے۔ قراء وقف اسی سے بحث کرتے ہیں۔ اول کیفیت وقف بلحاظِ ادا۔ اس کے چار قاعدے ہیں:

(۱) وقف بالاسکان: یعنی موقوف علیہ کو بلا کسی حرکت اور اشارہ حرکت کے ساکن پڑھنا۔ یہ وقف اصل ہے اس لیے کہ ابتداء اور حرکت کی ضد اسی کو مقتضی ہے کہ وقف بالاسکان ہی ہو۔ دوسرے یہ کہ وقف سہولت اور تخفیف کو مقتضی ہے اور وقف بالاسکان میں زیادہ تخفیف ہے بخلاف روم اور اشمام کے کہ روم میں کچھ حرکت اور اشمام میں اشارۂ حرکت ضروری ہے۔ تیسرے یہ کہ وقف بالاسکان تینوں حرکتوں میں ہوتا ہے۔ چاہے حرکت اصلی ہو یا عارضی۔ بخلاف روم و اشمام کے۔ روم صرف موقوف علیہ مکسور اور مضموم میں ہوتا ہے۔ اور اشمام صرف موقوف علیہ مضموم میں ہوتا ہے۔

(۲) وقف بالابدال: یعنی حرف موقوف علیہ کو قاعدے کے موافق بدل کر پڑھنا۔ پس اگر حرف موقوف علیہ پر دو الف ہوں تو اس کی تنوین کو الف سے بدلا جائے چاہے منصوب منون کا الف لکھا ہو جیسے عَلِیْمًا یا نہ لکھا ہو جیسے جُفَآءً وغیرہ۔ اور اگر گول تاء بشکل ہاء ہو تو اس کو ہائے ساکنہ سے بدلا جائے کیونکہ وقف تابع رسم خط کے ہے۔ اسی طرح بلحاظ رسم بالابدال مثل موسیٰ، عیسیٰ پر وقف کیا جائے تو یہ وقف علی الابدال ہوگا۔ **فائدہ**: دو کلمہ موصولہ مثل بِئْسَمَا حکم میں ایک کلمہ کے ہے لہٰذا رسماً وصل ہونے کی وجہ سے دوسرے کلمہ پر وقف کیا جائے تو اس کو وقف علی الاصل کہیں گے۔ [illegible] سے رسم خط کا مہتم بالشان ہونا بھی ظاہر ہوگیا۔ پس معلوم ہو کہ قاری

کو رسم خط عثمانی کا جاننا بھی ضروری ہے۔ ورنہ وقف خلاف قاعدہ ہوگا۔

(۳) وقف بالاشمام: یعنی موقوف علیہ مضموم ہو تو اس کو ساکن کرتے ہوئے ضمہ کا ہونٹوں سے اشارہ کرنا یعنی ہونٹوں کی ایسی شکل بنانا۔ جیسے بُیُوْت کی باء کا ضمہ ادا ہوتے وقت ہونٹوں کی شکل ہوجاتی ہے۔ اشمام میں بقدر واؤ مدہ تاخیر نہ ہو ورنہ اشمام صحیح نہ ہوگا۔ روم اور اشمام اس غرض سے ہوتا ہے کہ سامع کو موقوف علیہ کے اعراب اور حرکت کا علم ہوجائے۔ اسی وجہ سے اشمام اور روم کو اکثر قراء پسند کرتے ہیں کیونکہ ان دونوں سے موقوف علیہ کی حرکت معلوم ہوجاتی ہے لیکن وقف بالاشمام فتحہ اور کسرہ میں اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ اشمام میں انضمام شفتین ہوتا ہے اور انضمام شفتین فتحہ اور کسرہ میں نہیں ہوتا۔ اشمام حرکت عارضی اور میم جمع اور تاء مدوّرہ میں نہ ہوگا۔

(۴) وقف بالروم: یعنی موقوف علیہ کی حرکت کو اتنا خفیف اور ضعیف پڑھنا کہ صرف قریب والا سن کر اس کی حرکت محسوس کر سکے۔ روم فتحہ کی حالت میں اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ فتحہ اخف حرکات ہے لہذا روم سے اس کی تضعیف اور تخفیف دشوار ہے۔ روم بھی حرکت عارضی اور میم جمع اور تاء مدورہ میں نہ ہوگا۔ روم میں اگرچہ کچھ حرکت ہوتی ہے لیکن موقوف علیہ منون کی تنوین روم کی حالت میں گر جائے گی صرف اس کی حرکت میں روم ہوگا۔ اسی طرح روم کی حالت میں ہائے ضمیر کا صلہ نہ ہوگا جیسے وَرَسُوْلُهٗ اور بِاَمْرِهٖ وغیرہ۔

دوسرے کیفیت وقف بلحاظ موافقت رسم خط اور وصل اور ان کی مخالفت کے اعتبار سے وقف کرنے کی چار صورتیں ہیں۔ یعنی وقف موافق وصل موافق رسم۔ دوسرے مخالف وصل مخالف رسم۔ تیسرے مخالف وصل موافق رسم۔ چوتھے موافق وصل مخالف رسم۔ پس پہلی صورت یعنی وقف موافق وصل موافق رسم اس کی مثالیں ظاہر ہیں۔ جیسے مَالِيَهْ اس لیے کہ جس کلمہ کو جس طرح وصل کی حالت میں پڑھتے ہیں اسی طرح لکھا بھی ہے۔ دوسری صورت یعنی وقف مخالف وصل مخالف رسم جیسے عَمَّهٗ وَمِلَّهٗ وغیرہ۔ یہ صورت حفص کی روایت میں نہیں ہے لہذا یہ صورت نہ بیان کی جاوے گی کیونکہ میں انہیں کے موافق بیان کر رہا ہوں۔

تیسری صورت یعنی وقف مخالف وصل موافق رسم۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت ہے تاکہ کوئی پڑھنے والا حفص کی روایت میں وقف موافق وصل نہ کرے۔ اس کے چند کلمات یہ ہیں لفظ لٰكِنَّا سورۂ کہف میں اور الظُّنُوْنَا، الرَّسُوْلَا السَّبِيْلَا سورۂ احزاب میں اور پہلا قَوَارِيْرَا سورۂ دہر میں۔ اور لفظ اَنَا ضمیر مرفوع منفصل تمام کلام اللہ میں ان سب کے آخر کے الفات وصل

میں نہیں پڑھے جاتے۔ صرف وقف میں پڑھے جاویں گے۔ اور لفظ سَلٰسِلَا سِلَا جو سورۂ دہر میں ہے چونکہ اس میں بحالت وقف اثبات اور حذف دونوں جائز ہیں اس وجہ سے بصورت حذف وقف موافق وصل مخالف رسم والی صورت کے موافق بھی ہوگا۔

چوتھی صورت یعنی وقف موافق وصل مخالف رسم۔ اس کے بیان کرنے کی بھی ضرورت ہے اس لیے کہ دیگر قاریوں کی طرح حفص کے یہاں بھی بعض کلمات ایسے ہیں کہ ان پر وقف موافق وصل مخالف رسم کے ہوتا ہے۔ اس قسم کے کلمات یہ ہیں: ثَمُوْدَا اور اَنْ تَبُوْٓءَا اور لَنْ نَّدْعُوَا، لِتَتْلُوَا، لِيَبْلُوَا، لِيَرْبُوَا، نَبْلُوَا، اور قَوَارِيْرَا ثانی سورۂ دہر میں ان سب کے آخر میں الفات رسماً ہیں قراءۃً نہیں ہیں اس وجہ سے ان کلمات پر نہ وقف تابع رسم ہے اور نہ وصلاً اثبات الف ہے۔ اسی طرح مثل تَلْوٗا اور يُحْيِ وغیرہ اس قسم کے کلمات میں جو حروف بوجہ تماثل غیر مرسوم ہیں ان پر بھی وقف موافق وصل مخالف رسم ہوگا اور لفظ اٰتٰنِ ءَ اللّٰهُ جو سورۂ نمل میں ہے چونکہ اس میں بحالت وقف حذف اور اثبات یا دونوں جائز ہیں اس وجہ سے بصورت حذف وقف موافق وصل موافق رسم والی صورت کے بھی موافق پڑھنے والے کو چاہیے کہ ہر چہار صورت کا فرق مع مثال سمجھ کر خوب یاد کرلے۔

تیسری فصل

محل وقف کے بیان میں:

محل وقف یعنی وقف کرنے کی جگہ پہچاننا کہ کس جگہ وقف کرنا صحیح ہے اور کہاں صحیح نہیں۔ ائمہ وقف اسی سے بحث کرتے ہیں اس وجہ سے کہ معرفت وقف میں یہ اصل ہے۔ لہذا معلوم ہونا چاہیے کہ دراصل صحیح محل وقف وہ ہے کہ جس جگہ وقف کرنے کے بعد ابتدا کرنا صحیح ہو خواہ کوئی علامت وقف ہو یا نہ ہو۔ اگرچہ وصل کی جگہ وقف یا وقف کی جگہ وصل کرنے سے معنی نہیں بدلتا تاہم بے محل وقف کرنے سے سامع کو کسی دوسرے معنی کا وہم ہوسکتا ہے۔ محل وقف کے موافق وقف کرنے سے نہ کلام میں انقطاع ہوگا اور نہ کسی جگہ ایہام معنی غیر مراد لازم آئے گا۔ بلکہ محل وقف پر وقف کرنے سے معنی کی وضاحت اور تحسین قراءت ہوگی۔ اگرچہ وقف کرنے کی اصل علت دو ہیں: ایک باقتضائے نفس یعنی جب کہ سانس پوری ہوجائے خواہ کلام پورا ہو یا نہ ہو۔ دوسرے باقتضائے ختم کلام یعنی جب کہ کلام پورا ہوجائے خواہ سانس پوری ہو یا نہ ہو۔ لیکن چونکہ وقف کرنے کے اور بھی وجوہ پیدا ہوجاتے ہیں اور کبھی غیر علامت وقف پر وقف کرنے کی ضرورت پڑجاتی ہے۔ اس وجہ سے محل وقف کی معرفت ضروری ہے۔

Scanned by CamScanner

وقف کی رعایتیں مختلف ہونے کی وجہ سے محل وقف کے اختیار کرنے میں قراء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض قراء صرف حسن وقف کو پسند کرتے ہیں۔ اور بعض قراء صرف حسن ابتدا کو پسند کرتے ہیں۔ امام عاصم صاحب نے ختم کلام پر وقف کو پسند کیا ہے اس لیے کہ اس میں حسن وقف اور حسن ابتدا دونوں کی رعایت ہے۔ اور بعض قراء مطلقاً آیت پر ٹھہرنے کو پسند کرتے ہیں خواہ آیت پر کوئی علامت وقف ہو یا علامت وصل ہو اور بعض قراء ختم سانس کو پسند کرتے ہیں۔ یعنی جب ختم سانس وقف کو مقتضی ہو۔ ورنہ ان کے نزدیک وصل بہتر ہے۔ بہرحال مجموعی حیثیت سے محل وقف اختیار کرنے میں وہ صورت بہتر ہے جس سے کلام اللہ پڑھنے میں خوبی پیدا ہو۔ اس وجہ سے تعلق لفظی وعدم تعلق اور حسن وقباحت کے اعتبار سے ائمہ وقف نے محل وقف کی چار قسمیں کی ہیں: تام، کافی، حسن، قبیح۔ اور کہیں بعض بعض جگہ وقف تام میں اتم اور کافی میں اکفی اور حسن میں احسن اور وقف قبیح میں اقبح بھی پایا جائے گا۔ وقف تام اور وقف کافی حسن کہیں آیت پر اور کہیں غیر آیت کے موقع پر بھی واقع ہوں گے۔ چاہے کوئی علامت وقف لکھی ہو یا نہ لکھی ہو۔ لیکن وقف قبیح ہمیشہ بلا آیت واقع ہوگا۔ کیونکہ آیت پر وقف کرنا کسی صورت میں بھی قبیح نہیں ہے۔

(۱) وقف تام یعنی موقوف علیہ کے مابعد کو ماقبل سے نہ تعلق لفظی ہو اور نہ معنوی۔ اسی وجہ سے بہ نسبت اور اقسام وقف کے اس پر وقف کرنے کی زیادہ تاکید ہے۔ اس کے بعد وقف کافی کا مرتبہ ہے۔ اور وقف کافی کے بعد وقف حسن کا مرتبہ ہے۔ لیکن دراصل محل وقف وہی اختیار کرنا چاہیے جس کے بعد ابتدا ہو سکے پس جب وقف تام پر وقف کیا جائے تو ابتدا مابعد سے کی جائے۔ یہ وقف اکثر قصائص اور واقعات کے پورا ہونے پر اور اکثر آیتوں کے ختم پر ہوتا ہے۔ جیسے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اور اَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ۔ وَاَنْذِرِ النَّاسَ وغیرہ اور وقف تام کہیں آیت پوری ہونے سے پہلے بھی واقع ہوتا ہے۔ جیسے وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً پر وقف تام ہے اس کے بعد وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ پر آیت ہے۔ اسی طرح لَقَدْ اَضَلَّنِيْ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ پر وقف تام ہے۔ اس کے بعد وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا پر آیت ہے اور کہیں وقف تام آیت پوری ہونے کے بعد ہوتا ہے جیسے وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ پر آیت ہے اس کے بعد وَبِالَّيْلِ پر وقف تام ہے اور يَتَّكِـُٔوْنَ پر آیت ہے۔ اس کے بعد وَزُخْرُفًا پر وقف تام ہے اور کہیں کہیں ہر ہر آیت پر وقف تام ہے اور کہیں کہیں دو دو آیت کے بعد وقف تام اور کہیں کہیں کئی کئی آیت کے بعد وقف تام ہوتا ہے۔ بہرحال وقف تام آیت کے تابع نہیں لیکن وقف البتہ وقف تام اور کافی کے تابع

ہے اور کہیں ایک قراءت کے لحاظ سے وقف تام ہوتا ہے جیسے سورۂ ابراہیم میں عَزِيْزِ الْحَمِيْدِ پر ایک قراءت کے مطابق وقف تام ہے اس کے بعد اَللّٰهُ الَّذِيْ مرفوع ہے اور دوسری قراءت کے موافق وقف حسن ہے جس قراءت میں اَللّٰهِ الَّذِيْ مجرور ہے۔

اور کہیں ایک تفسیر کے لحاظ سے وقف تام ہوتا ہے جیسے وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ پر اور پھر یہیں دوسری تفسیر کے لحاظ سے وقف قبیح ہوتا ہے، جس تفسیر میں وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ کا عطف لفظ اللہ پر ہے۔

(۲) وقف کافی یعنی موقوف علیہ کے مابعد کو ماقبل سے تعلق لفظی نہ ہو اس وجہ سے اس پر وقف بہتر ہے۔ اس صورت میں بھی ابتدا مابعد سے ہوگی جیسے وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ الخ اسی طرح يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ وغیرہ پر وقف کیا جائے تو ابتدا مابعد سے ہوگی۔ وقف کافی بھی آیت کے تابع نہیں۔ کبھی وقف کافی آیت سے پہلے اور کبھی آیت کے بعد واقع ہوگا۔ اگر وقف کافی آیت سے پہلے واقع ہو تو آیت پر وقف کرلے اور اگر آیت کے بعد واقع ہو تو وقف کافی پر وقف کرلے۔ اس لیے کہ ایسے مواقع پر کہ آیت کے مابعد متصلاً محل وقف واقع ہو تو یہ آیت محل وقف نہ ہوگی۔ **فائدہ:** جو آیات مسجع مثل آیت سورۂ جن، سورۂ مدثر، سورۂ تکویر، سورۂ انفطار اور سورۂ انشقاق وغیرہ ہیں۔ ان آیات پر بھی برعایت سجع وقف بہتر سمجھا گیا ہے۔ اس قسم کی صورتیں متماثل الفواصل [۱] کلام پاک میں بکثرت ہیں۔ اسی طرح وقف ان اوقاف پر بھی بہتر ہے جو اس قسم کے ہیں جیسے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ اسی طرح تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ پر اور وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ پر بوجہ تعلق لفظی نہ ہونے کے بھی ہر ایک کے آخر والے جملے پر وقف بہتر ہے۔

(۳) وقف حسن یعنی موقوف علیہ کے مابعد کو ماقبل سے تعلق لفظی ہو اس پر وقف جائز تو ہے مگر مابعد سے ابتدا جائز نہیں لہذا جب وقف حسن پر وقف کیا جائے تو جہاں سے اعادہ احسن یا حسن ہو وہاں سے اعادہ ضرور کرنا چاہیے، تاکہ کلام میں ربط ہو جائے کیونکہ قراء کے نزدیک کلام پاک میں کلمہ اور کلام کی تصحیح اصل مقصود ہے۔ اور مفسرین کے نزدیک توضیح اور تصحیح معنی اصل مقصود ہے اور ائمہ وقف کے نزدیک لفظ اور معنی دونوں کی صحت اصل مقصود ہے۔ اس وجہ سے ان کے نزدیک

---

[۱] یعنی ہم مثل اور ہم وزن آیتیں جیسے اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ○ وغیرہ۔ ۱۲۔ احمد ضیا

دونوں کی رعایت ضروری ہے، تا کہ وقف بھی صحیح ہو اور معنی بھی صحیح ہو۔ اور وقف حسن میں چونکہ لفظی تعلق ہوتا ہے اگرچہ معنوی نہ ہو لیکن صلاحیت وقف کی وجہ سے وقف کی اجازت دی گئی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو وقف صالح بھی کہتے ہیں۔ لیکن چونکہ ابتدا کی صلاحیت نہیں اس وجہ سے یہاں ابتدا جائز نہیں۔ لہٰذا وقف حسن پر وقف کیا جائے تو اعادہ ضروری ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص وقف کرے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پر یہاں وقف حسن تو ہے مگر ابتدا اس وجہ سے صحیح نہیں کہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کو ماقبل سے تعلق لفظی ہے اور جن آیتوں پر وقف حسن ہے ان پر وقف کرنے کے بعد اعادہ نہ کرنا چاہیے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وغیرہ یہاں الْعٰلَمِیْنَ پر وقف حسن ہے۔

تنبیہ: بلا ضرورت وقف کی جگہ وصل اور وصل کی جگہ وقف جائز نہیں۔ اس لیے کہ محل وقف کا وصل کرنے سے اتصال کلام اور محل وقف پر وقف کرنے سے کلام کے انفصال کا وہم یا ایہام معنی غیر مراد لازم آئے گا۔

(۴) وقف قبیح یعنی موقوف علیہ کے مابعد کو ماقبل سے لفظاً اور معنیً دونوں قسم کا تعلق اس طرح ہو کہ اس موقوف علیہ تک جو عبارت پڑھی گئی اس سے کلام الٰہی کا معنی مقصود ظاہر نہ ہو اور سامع کو معنی غیر مراد کا وہم ہو یا جملہ کے کسی جز کے نہ ادا ہونے کی وجہ سے پورا معنی ظاہر نہ ہو۔ اسی وجہ سے وقف قبیح پر وقف جائز نہیں۔ اس لیے کہ اتصال کلام کی وجہ سے وقف قبیح پر وقف کرنے سے کوئی نہ کوئی قباحت لازم آئے گی۔ لہٰذا وقف اختیاری میں حتی الامکان کلام کے پورا کرنے کا خیال رکھنا چاہیے کہ جہاں کلام پورا ہو جائے وہاں وقف کر دیا جائے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ وقف کلام کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پس وقف قبیح پر بلا ضرورت اضطرار ہرگز وقف نہ کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ وقف قبیح پر بلا ضرورت وقف جائز نہیں اور نہ ابتدا جائز ہے۔

اور وقف قبیح کے چند مواقع یہ ہیں: یعنی وقف مضاف پر بلا مضاف الیہ کے۔ اور فعل پر بلا فاعل یا نائب فاعل کے اور فاعل پر بلا مفعول کے اور مبتدا پر بلا کسی خبر کے۔ اور کَانَ و اِنَّ وغیرہ کے اسم پر بلا اس کی خبر کے، اور موصول پر بغیر صلہ کے، اور موصوف پر بلا صفت کے، اور شرط پر بلا جزا کے، اور معطوف علیہ پر بلا معطوف مفرد[1] کے اور قسم پر بلا جواب قسم کے۔ اور اسم اشارہ پر بلا مشارٌ الیہ کے۔ اور مستثنیٰ منہ پر بلا مستثنیٰ کے۔ اور ممیز پر بلا تمیز کے۔ اور مفسر پر بلا تفسیر کے۔ اور ذوالحال پر بلا حال کے۔ اور مؤکد پر بلا تاکید کے۔ اور مبدل منہ پر بلا بدل کے۔ اور افعال

[1] معطوف مفرد کی مثال حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّہٰتُکُمْ وَبَنٰتُکُمْ وَاَخَوٰتُکُمْ وَعَمّٰتُکُمْ وغیرہ ۱۲۔ احمد ضیاء

متعدی بدو مفعول میں پہلے مفعول پر بلا دوسرے مفعول کے۔ اور تمنی و استفہام اور امر و نہی پر بلا ان کے جوابات کے۔ اور ہر عامل پر بلا اس کے معمول کے۔ اور ہر متبوع پر بلا اس کے تابع کے وقف کیا گیا تو ایسا قبیح ہوگا۔ اگر اضطراراً قاری وقف کرے تو اعادہ کرنا بہت ضروری ہے۔

اور ہر منفی پر بلا ایجاب کے جس کے بعد حرف ایجاب[1] آئے وقف کرنا اقبح ہے۔ جیسے وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ میں لفظ اِلٰہٍ پر اور وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا میں لفظ اَرْسَلْنٰکَ پر اور وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ پر بلا اس کے مابعد کے اسی طرح وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُہَآ پر بلا اس کے ایجاب کے وقف جائز نہیں کیونکہ اقبح میں اگرچہ خود قاری کا عقیدہ فاسد نہ ہو لیکن اس کے وقف کرنے کی وجہ سے احتمال ہے کہ سامع اس کے معنی کا عقیدہ کر کے اس کی بدولت کافر ہو جائے۔ حاصل یہ کہ اس میں ایہام مالایلیق لازم آتا ہے۔ جس کے بابت لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا سے نہی وارد ہے۔ لہٰذا ہر اس موقع پر جہاں ایسا ایہام لازم آئے وقف نہ کرنا چاہیے۔ مثلاً اِنِّیْ کَفَرْتُ اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِیْ اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ وغیرہ پر بلا قراءت ان کے مابعد کے وقف کیا جائے یہ نہ چاہیے۔ کیونکہ ایسے فصل اور وقف سے معنی فاسد ہو کر ایہام مالایلیق لازم آتا ہے۔ مگر افسوس، وقف تام، وقف کافی اور حسن، قبیح۔ جن کے نزدیک یہ قسمیں ہیں انہوں نے ان کے رموز نہیں لکھے۔ ان اقسام وقف کے موافق مع رعایت تفاوت وہی لوگ وقف کر سکتے ہیں جو تفسیر اور صرف و نحو سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے علامہ سجاوندی وغیرہ نے وقف کی پانچ قسمیں کر کے ان کی علامتیں وضع کی ہیں۔ تا کہ جو لوگ صرف و نحو اور معانی سے ناواقف ہیں ان کو وقف کرنے میں سہولت ہو چنانچہ اس کی وجہ سے بہت آسانی ہوگئی ہے۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔

علامہ سجاوندی کے نزدیک وقف کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) وقف لازم۔ (۲) وقف مطلق۔ (۳) وقف جائز۔ (۴) وقف مجوز۔ (۵) وقف مرخص۔ اس میں ترتیب علی التدریج ہے۔ اقوی۔ قوی۔ احسن۔ ضعیف۔ اضعف۔ لہٰذا قاری کو چاہیے کہ حتی الامکان علامت قویہ کو چھوڑ کر ضعیف پر نہ ٹھہرے۔ بلکہ مراتب کا خیال رکھے۔ اور جب ان میں سے کسی پر بھی وقف کیا جائے تو اعادہ نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ ابتدا کرنا چاہیے۔ پس اول وقف لازم ہے اس پر وقف کرنے کی زیادہ تاکید ہے۔ اگرچہ اس کے قریب اور علامتیں بھی ہوں تو وقف لازم ہی پر وقف کرے۔ اس کی علامت میم ہے۔ اس کے بعد وقف مطلق کا مرتبہ ہے اس کی علامت طاء ہے۔ اس کے بعد وقف جائز ہے اس

[1] حرف ایجاب سے مراد یہاں پر کلمہ مثبت ہے۔ ۱۲۔ علی محمد بھاگلپوری۔

Scanned by CamScanner

دونوں کی رعایت ضروری ہے، تاکہ وقف بھی صحیح ہو اور معنی بھی صحیح ہو۔ اور وقف حسن میں چونکہ لفظی تعلق ہوتا ہے اگرچہ معنوی نہ ہو لیکن صلاحیت وقف کی وجہ سے وقف کی اجازت دی گئی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو وقف صالح بھی کہتے ہیں۔ لیکن چونکہ ابتدا کی صلاحیت نہیں اس وجہ سے یہاں ابتدا جائز نہیں۔ لہٰذا وقف حسن پر وقف کیا جائے تو اعادہ ضروری ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص وقف کرے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پر یہاں وقف حسن تو ہے مگر ابتدا اس وجہ سے صحیح نہیں کہ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کو ماقبل سے تعلق لفظی ہے اور جن آیتوں پر وقف حسن ہے ان پر وقف کرنے کے بعد اعادہ نہ کرنا چاہیے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وغیرہ یہاں الْعٰلَمِیْنَ پر وقف حسن ہے۔

تنبیہ: بلاضرورت وقف کی جگہ وصل اور وصل کی جگہ وقف جائز نہیں۔ اس لیے کہ محل وقف کا وصل کرنے سے اتصال کلام اور محل وقف پر وقف کرنے سے کلام کے انفصال کا وہم یا ایہام معنی غیر مراد لازم آئے گا۔

(۴) وقف قبیح یعنی موقوف علیہ کے مابعد کو ماقبل سے لفظاً اور معنیً دونوں قسم کا تعلق اس طرح ہو کہ اس موقوف علیہ تک جو عبارت پڑھی گئی اس سے کلام الٰہی کا معنی مقصود ظاہر نہ ہو اور سامع کو معنی غیر مراد کا وہم ہو یا جملہ کے کسی جز کے نہ ادا ہونے کی وجہ سے پورا معنی ظاہر نہ ہو۔ اسی وجہ سے وقف قبیح پر وقف جائز نہیں۔ اس لیے کہ اتصال کلام کی وجہ سے وقف قبیح پر وقف کرنے سے کوئی نہ کوئی قباحت لازم آئے گی۔ لہٰذا وقف اختیاری میں حتی الامکان کلام کے پورا کرنے کا خیال رکھنا چاہیے کہ جہاں کلام پورا ہو جائے وہاں وقف کر دیا جائے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ وقف کلام کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پس وقف قبیح پر بلاضرورت اضطرار ہرگز وقف نہ کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ وقف قبیح پر بلاضرورت وقف جائز نہیں اور نہ ابتدا جائز ہے۔

اور وقف قبیح کے چند مواقع یہ ہیں: یعنی وقف مضاف پر بلا مضاف الیہ کے۔ اور فعل پر بلا فاعل یا نائب فاعل کے اور فا[illegible]ل پر بلا مفعول کے اور مبتدا پر بلا کسی خبر کے۔ اور کَاَنَّ وَاَنَّ وغیرہ کے اسم پر بلا اس کی خبر کے، اور موصول پر بغیر صلہ کے، اور موصوف پر بلا صفت کے، اور شرط پر بلا جزا کے، اور معطوف علیہ پر بلا معطوف مفرد[1] کے اور قسم پر بلا جواب قسم کے۔ اور اسم اشارہ پر بلا مشارٌ الیہ کے۔ اور مستثنٰی منہ پر بلا مستثنٰی کے۔ اور ممیز پر بلا تمیز کے۔ اور مفسر پر بلا تفسیر کے۔ اور ذوالحال پر بلا حال کے۔ اور مؤکد پر بلا تاکید کے۔ اور مبدل منہ پر بلا بدل کے۔ اور افعال

[1] معطوف مفرد کی مثال حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ وَبَنَاتُکُمْ وَاَخَوَاتُکُمْ وَعَمّٰتُکُمْ وغیرہ ۱۲۔ احمد ضیاء

متعدی بدو مفعول میں پہلے مفعول پر بلا دوسرے مفعول کے۔ اور تمنّی واستفہام اور امر و نہی پر بلا ان کے جوابات کے۔ اور ہر عامل پر بلا اس کے معمول کے۔ اور ہر متبوع پر بلا اس کے تابع کے وقف کیا گیا تو ایسا قبیح ہوگا۔ اگر اضطراراً قاری وقف کرے تو اعادہ کرنا بہت ضروری ہے۔

اور ہر منفی پر بلا ایجاب کے جس کے بعد حرف ایجاب[1] آئے وقف کرنا اقبح ہے۔ جیسے وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ میں لفظ اِلٰہٍ پر اور وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا میں لفظ اَرْسَلْنَاكَ پر اور وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ پر بلا اس کے مابعد کے اسی طرح وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا پر بلا اس کے ایجاب کے وقف جائز نہیں کیونکہ اقبح میں اگرچہ خود قاری کا عقیدہ فاسد نہ ہو لیکن اس کے وقف کرنے کی وجہ سے احتمال ہے کہ سامع اس کے معنی کا عقیدہ کر کے اس کی بدولت کافر ہو جائے۔ حاصل یہ کہ اس میں ایہام مالایلیق لازم آتا ہے۔ جس کے بابت لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا سے نہی وارد ہے۔ لہٰذا ہر اس موقع پر جہاں ایسا ایہام لازم آئے وقف نہ کرنا چاہیے۔ مثلاً اِنِّیْ كَفَرْتُ اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖ اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ وغیرہ پر بلا قراءت ان کے مابعد کے وقف کیا جائے یہ نہ چاہیے۔ کیونکہ ایسے فصل اور وقف سے معنی فاسد ہو کر ایہام مالایلیق لازم آتا ہے۔ مگر افسوس، وقف تام، وقف کافی اور حسن، قبیح۔ جن کے نزدیک یہ قسمیں ہیں انہوں نے ان کے رموز نہیں لکھے۔ ان اقسام وقف کے موافق مع رعایت تفاوت وہی لوگ وقف کر سکتے ہیں جو تفسیر اور صرف ونحو سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے علامہ سجاوندی وغیرہ نے وقف کی پانچ قسمیں کر کے ان کی علامتیں وضع کی ہیں۔ تاکہ جو لوگ صرف ونحو اور معانی سے ناواقف ہیں ان کو وقف کرنے میں سہولت ہو چنانچہ اس کی وجہ سے بہت آسانی ہو گئی ہے۔ فجزاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

علامہ سجاوندی کے نزدیک وقف کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) وقف لازم۔ (۲) وقف مطلق۔ (۳) وقف جائز۔ (۴) وقف مجوز۔ (۵) وقف مرخص۔ اس میں ترتیب علی التدریج ہے۔ اقوی۔ قوی۔ احسن۔ ضعیف۔ اضعف۔ لہٰذا قاری کو چاہیے کہ حتی الامکان علامت قویہ کو چھوڑ کر ضعیف پر نہ ٹھہرے۔ بلکہ مراتب کا خیال رکھے۔ اور جب ان میں سے کسی پر بھی وقف کیا جائے تو اعادہ نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ ابتدا کرنا چاہیے۔ پس اول وقف لازم ہے اس پر وقف کرنے کی زیادہ تاکید ہے۔ اگرچہ اس کے قریب اور علامتیں بھی ہوں تو وقف لازم ہی پر وقف کرے۔ اس کی علامت میم ہے۔ اس کے بعد وقف مطلق کا مرتبہ ہے اس کی علامت طاء ہے۔ اس کے بعد وقف جائز ہے اس

[1] حرف ایجاب سے مراد یہاں پر کلمہ مثبت ہے۔ ۱۲۔ علی محمد بھاگلپوری۔

Scanned by CamScanner

کی علامت جیم ہے اس کے بعد وقف مجوز ہے اس کی علامت زاء ہے۔اس کے بعد وقف مرخص ہے اس کی علامت صاد ہے۔اس علامت پر نہایت مجبوری کی حالت میں جب کہ قاری کی سانس تنگ ہونے لگے تو وقف کی اجازت اور رخصت دی گئی ہے۔ان علامتوں کے علاوہ بعض قرآن شریف میں چار قسم کی علامتیں اور ہیں لہذا اگر ان اوقاف پر وقف کیا جائے تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔ایک قِيْلَ عَلَيْهِ الْوَقْفُ اس کی علامت قؔ ہے۔دوسرے لفظ كَذٰلِكَ یعنی وقف کے بارے میں حکم مثل ماسبق ہے۔اس کی علامت کؔ ہے۔تیسرے قف یوقف اس کی علامت قفؔ ہے۔چوتھے لفظ قف یوصل اس کی علامت صلؔ ہے۔اور کہیں کہیں قریب قریب دو جگہ تین تین نقطے مرسوم ہوتے ہیں۔یہ علامت وقف معانقہ کی ہے۔بعض قرآن شریف کے حاشیہ پر مع لکھا رہتا ہے اس سے مراد معانقہ ہے اس کا حکم یہ ہے کہ وصل اول فصل ثانی یا فصل اول وصل ثانی کرے۔ تا کہ معنی کی وضاحت ہو جائے کیونکہ دونوں جگہ وقف کرنے سے بیچ والا کلمہ بے ربط ہو جائے گا۔ اور وصل کل کر دینے سے معنی سمجھنے میں سامع کو دِقت ہوگی۔اگرچہ وصل کل بر بنائے اصل یہاں جائز ہے لیکن ایسے قاری کے لیے جو اکثر علامات وقف کا وصل کرتا ہوا آرہا ہو۔کیونکہ یہ صورت اہتمام سا وصل کی ہے۔اور جو کہیں وصل اور اکثر وقف کرتا ہو اس کو چاہیے کہ جو حکم وقف معانقہ کا بیان کیا گیا ہے اس پر عمل کرے۔لیکن فصل کل کسی طرح جائز نہیں۔علامات وقف کے واقع ہونے کی کئی صورتیں ہیں: کہیں کوئی علامت وقف قبل آیت بالکل قریب ہوگی جیسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ایسے موقع پر وقف آیت پر کرنا چاہیے۔اور کہیں بعد آیت بالکل قریب ہوگی جیسے سورۂ ابراہیم میں دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ اس قسم کے مواقع پر علامت پر وقف کرنا بہتر ہے۔اور کہیں کہیں خود آیت پر بھی کوئی نہ کوئی علامت وقف یا کہیں علامت وصل ہوگی اس وقت بلحاظ علامت وقف کرنا چاہیے۔اور بعض جگہ بوجہ اختلاف تفسیر کئی کئی علامتیں جمع ہوں گی ایسے موقع پر قوی کو ضعیف پر ترجیح دینا چاہیے۔اور اصل یہ ہے کہ ایسے موقع پر حسب اقتضائے سانس عمل کرنا چاہیے۔یعنی جب کہ وقف کی ضرورت ہو، یا علامت وقف قوی ہو تو وقف کرے ورنہ وصل کرے۔اور آیت پر مطلقاً وقف کرنا مستحب ہے اگرچہ آیت پر علامتِ وصل ہی کیوں نہ ہو۔لیکن جب کہ یہ وقف بخیال ادائے سنت ہو۔ورنہ جو آیت محل وقف ہی نہیں ان پر بلا ضرورت وقف نہ کرنا چاہیے۔کیونکہ جس طرح آیت پر وقف مستحب ہے اسی طرح آیت کا وصل بھی مستحب ہے۔

[1] یعنی جس نے اس کا التزام و اہتمام کر لیا ہو جب تک سانس ختم نہ ہوگی کسی علامت وقف پر وقف نہ کریں گے۔تو ایسا [illegible]

تنبیہ: قاری کو چاہیے کہ پڑھنے میں اس بات کا پہلے سے خیال رکھے کہ اگر کسی آیت یا علامت وقف کے وصل سے دوسری آیت یا علامت وقف تک سانس نہیں پہونچ سکتا تو اسی آیت یا علامت وقف پر ٹھہر جائے جو پہلے واقع ہو۔بالخصوص ایسی صورت میں کہ اگر مابعد کے وصل سے دوسرے موقف تک سانس نہ پہونچنے سے ایہام لازم آئے تو ایسی حالت میں پہلی آیت یا علامت پر ضرور وقف کرے۔کیونکہ ایسے موقع کا وصل جائز نہیں کہ جس سے کسی موقف تک سانس نہ پہونچ سکے۔مثلاً وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ کا وصل مابعد سے کرے، اور پوری آیت وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا کی نہ پڑھے بلکہ بِاٰيٰتِنَا پر وقف کرے۔اسی طرح اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ کا وصل اور الَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ پر وقف اور وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ کا وصل اور وَمَنْ يُّضْلِلْ پر وقف اور وَاِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ کا وصل اور وَاِنْ يَّعُوْدُوْا پر وقف اور وَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ کا وصل اور وَمَنْ عَصَانِيْ پر وقف جائز نہیں تا کہ ایہام معنی غیر مراد لازم نہ آئے۔اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ بعض جگہ وقف حرام ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ بعض جگہ وصل کرنا حرام ہے۔لہٰذا ایسی جگہ وقف کرنا واجب ہوگا جیسے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ پر وقف واجب ہے۔بہر حال بے محل وقف اور بے محل وصل کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔پس حتی الامکان پڑھنے میں احکام وقف اور احکام وصل کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے تا کہ قراءت باحسن وجوہ پوری ہو سکے۔قَدْ تَمَّ الْبَابُ الْاَوَّلُ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

دوسرا باب (پہلی فصل)

ابتدا کے بیان میں: ابتدا یعنی قراءت شروع کرنا، یا موقوف علیہ کے بعد سے پڑھنا۔چونکہ وقف کے بعد بھی ابتدا ہوتی ہے۔لہٰذا معرفت وقف کے بعد ابتدا کی معرفت بھی ضروری ہے۔اہل فن اسی ابتدا سے بحث کرتے ہیں۔

پس معرفت ابتدا میں بھی دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے یعنی کیفیت ابتدا اور محل ابتدا۔تا کہ قاری بے قاعدہ اور بے محل ابتدا نہ کرے۔بعض لوگ بوجہ لاعلمی صحیح ابتدا کرنے سے قاصر رہتے ہیں اس وجہ سے اس کے متعلق ضروری باتیں بیان کی جاتی ہیں تا کہ مبتدی کو دقت نہ ہو۔

ابتدا کی چار صورتیں ہیں: ایک قراءت کی ابتدا۔اس کو ابتدائے حقیقی کہتے ہیں۔دوسرے وقف کے بعد کی ابتدا۔اس کو ابتدائے اصطلاحی کہتے ہیں۔تیسرے قرآن مجید ختم کرنے کے [illegible] کو ابتدائے حکمی کہتے ہیں۔چوتھے کسی سورت کو ختم کر کے [illegible]

Scanned by CamScanner

کی علامت جیم ہے اس کے بعد وقف مجوز ہے اس کی علامت زاء ہے۔اس کے بعد وقف مرخص ہے اس کی علامت صاد ہے۔اس علامت پر نہایت مجبوری کی حالت میں جب کہ قاری کی سانس تنگ ہونے لگے تو وقف کی اجازت اور رخصت دی گئی ہے۔ان علامتوں کے علاوہ بعض قرآن شریف میں چار قسم کی علامتیں اور ہیں لہٰذا اگر ان اوقاف پر وقف کیا جائے تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔ایک قِیْلَ عَلَیْہِ الْوَقْفُ اس کی علامت قؔ ہے۔دوسرے لفظ کَذٰلِكَ یعنی وقف کے بارے میں حکم مثل ماسبق ہے۔اس کی علامت کؔ ہے۔تیسرے قد یوقف اس کی علامت قفؔ ہے۔چوتھے لفظ قد یوصل اس کی علامت صلؔ ہے۔اور کہیں کہیں قریب قریب دو جگہ تین تین نقطے مرسوم ہوتے ہیں۔یہ علامت وقف معانقہ کی ہے۔بعض قرآن شریف کے حاشیہ پر مع لکھا رہتا ہے اس سے مراد معانقہ ہے اس کا حکم یہ ہے کہ وصل اول فصل ثانی یا فصل اول وصل ثانی کرے۔

تا کہ معنی کی وضاحت ہو جائے کیونکہ دونوں جگہ وقف کرنے سے بیچ والا کلمہ بے ربط ہو جائے گا۔ اور وصل کل کر دینے سے معنی سمجھنے میں سامع کو دِقت ہوگی۔اگرچہ وصل کل بر بنائے اصل یہاں جائز ہے لیکن ایسے قاری کے لیے جو اکثر علامات وقف کا وصل کرتا ہوا آرہا ہو۔کیونکہ یہ صورت اہتمام[1] وصل کی ہے۔اور جو کہیں وصل اور اکثر وقف کرتا ہو اس کو چاہیے کہ جو حکم وقف معانقہ کا بیان کیا گیا ہے اس پر عمل کرے۔لیکن فصل کل کسی طرح جائز نہیں۔علامات وقف کے واقع ہونے کی کئی صورتیں ہیں: کہیں کوئی علامت وقف قبل آیت بالکل قریب ہوگی جیسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ایسے موقع پر وقف آیت پر کرنا چاہیے۔اور کہیں بعد آیت بالکل قریب ہوگی جیسے سورۂ ابراہیم میں دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ اس قسم کے مواقع پر علامت پر وقف کرنا بہتر ہے۔اور کہیں کہیں خود آیت پر بھی کوئی نہ کوئی علامت وقف یا کہیں علامت وصل ہوگی اس وقت بلحاظ علامت وقف کرنا چاہیے۔اور بعض جگہ بوجہ اختلاف تفسیر کئی کئی علامتیں جمع ہوں گی ایسے موقع پر قوی کو ضعیف پر ترجیح دینا چاہیے۔اور اصل یہ ہے کہ ایسے موقع پر حسب اقتضائے سانس عمل کرنا چاہیے۔یعنی جب کہ وقف کی ضرورت ہو، یا علامت وقف قوی ہو تو وقف کرے ورنہ وصل کرے۔اور آیت پر مطلقاً وقف کرنا مستحب ہے اگرچہ آیت پر علامتِ وصل ہی کیوں نہ ہو۔لیکن جب کہ یہ وقف بخیال ادائے سنت ہو۔ورنہ جو آیت محل وقف ہی نہیں ان پر بلا ضرورت وقف نہ کرنا چاہیے۔کیونکہ جس طرح آیت پر وقف مستحب ہے اسی طرح آیت کا وصل بھی مستحب ہے۔

[1] یعنی جس نے اس کا التزام واہتمام کرلیا ہو جب تک سانس ختم نہ ہوگی کسی علامت وقف پر وقف نہ کریں گے۔ تو ایسا قاری اگر معانقہ کے موقع پر دونوں جگہ وصل کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ۱۲۔ علی محمد بھاگل پوری۔

تنبیہ: قاری کو چاہیے کہ پڑھنے میں اس بات کا پہلے سے خیال رکھے کہ اگر کسی آیت یا علامت کے وصل سے دوسری آیت یا علامت وقف تک سانس نہیں پہونچ سکتا تو اسی آیت یا علامت وقف پر ٹھہر جائے جو پہلے واقع ہو۔بالخصوص ایسی صورت میں کہ اگر مابعد کے وصل سے دوسرے موقف تک سانس نہ پہونچنے سے ایہام لازم آئے تو ایسی حالت میں پہلی آیت یا علامت پر ضرور وقف کرے۔کیونکہ ایسے موقع کا وصل جائز نہیں کہ جس سے کسی موقف تک سانس نہ پہونچ سکے۔مثلاً وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ کا وصل مابعد سے کرے، اور پوری آیت وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا کی نہ پڑھے بلکہ بِاٰيٰتِنَا پر وقف کرے۔اسی طرح اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ کا وصل اور اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ پر وقف اور وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ کا وصل اور وَمَنْ يُّضْلِلْ پر وقف اور وَاِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ کا وصل اور وَاِنْ يَّعُوْدُوْا پر وقف اور وَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ کا وصل اور وَمَنْ عَصَانِيْ پر وقف جائز نہیں تا کہ ایہام معنی غیر مراد لازم نہ آئے۔اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ بعض جگہ وقف حرام ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ بعض جگہ وصل کرنا حرام ہے۔لہٰذا ایسی جگہ وقف کرنا واجب ہوگا جیسے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ پر وقف واجب ہے۔بہر حال بے محل وقف اور بے محل وصل کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔پس حتی الامکان پڑھنے میں احکام وقف اور احکام وصل کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے تا کہ قراءت باحسن وجوہ پوری ہو سکے۔قَدْ تَمَّ الْبَابُ الْاَوَّلُ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

دوسرا باب (پہلی فصل)

ابتدا کے بیان میں: ابتدا یعنی قراءت شروع کرنا، یا موقوف علیہ کے بعد سے پڑھنا۔چونکہ وقف کے بعد بھی ابتدا ہوتی ہے۔لہٰذا معرفت وقف کے بعد ابتدا کی معرفت بھی ضروری ہے۔اہل فن اسی ابتدا سے بحث کرتے ہیں۔

پس معرفت ابتدا میں بھی دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے یعنی کیفیت ابتدا اور محل ابتدا۔تا کہ قاری بے قاعدہ اور بے محل ابتدا نہ کرے۔بعض لوگ بوجہ لاعلمی صحیح ابتدا کرنے سے قاصر رہتے ہیں اس وجہ سے اس کے متعلق ضروری باتیں بیان کی جاتی ہیں تا کہ مبتدی کو دقت نہ ہو۔

ابتدا کی چار صورتیں ہیں: ایک قراءت کی ابتدا۔اس کو ابتدائے حقیقی کہتے ہیں۔دوسرے وقف کے بعد کی ابتدا۔اس کو ابتدائے اصطلاحی کہتے ہیں۔تیسرے قرآن مجید ختم کرنے کے بعد پھر کلام اللہ شروع کرنا۔اس کو ابتدائے حکمی کہتے ہیں۔چوتھے کسی سورت کو ختم کر کے

Scanned by CamScanner

دوسری سورت یا وہی سورت شروع کی جائے۔ تو اس کو ابتدائے تقدیری کہتے ہیں۔ اور اگر قطع کے بعد پھر ابتدا کی گئی تو یہ بھی ابتدائے حقیقی کہی جائے گی۔ ابتدائے حقیقی پر استعاذہ اور ابتدائے حکمی وتقدیری پر بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اور ابتدائے اصطلاحی میں نہ استعاذہ ہے نہ بسملہ ہے۔

(۱) کیفیت ابتداء: یعنی وقف کرنے کے بعد پھر کیونکر شروع کرنا چاہیے۔ اس کی صرف ایک صورت ہے یعنی ابتدا بالحرکت لیکن جس کلمہ سے شروع کیا جائے اس کا پہلا حرف اگر متحرک ہے تو ابتدا اسی حرکت کے ساتھ ہوگی اور اگر ساکن ہے تو دیکھا جائے گا کہ یہ کلمہ اسم ہے یا فعل۔ اگر اسم ہے تو ہمزہ مکسورہ کے ساتھ ابتدا ہوگی اور اگر ساکن اسم معرف باللام ہے تو ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ ابتدا ہوگی۔ اور اگر مبداء ساکن فعل ہے تو دیکھا جائے گا کہ ہمزہ کے بعد فعل کا تیسرا حرف مضموم بضمہ اصلیہ ہے تو ہمزہ مضمومہ کے ساتھ ابتدا ہوگی۔ ورنہ ہمزہ مکسورہ کے ساتھ ابتدا ہوگی۔

(۲) محل ابتدا: یعنی ایسے مواقع کا پہچاننا کہ جہاں وقف کے بعد اعادہ کی ضرورت نہیں، کیونکہ وقف کے بعد کہیں ابتدا ہوتی ہے اور کہیں اعادہ۔ لہٰذا پہلے مواقع ابتدا کے بیان کیے جاتے ہیں۔ پس ابتدا ہر وقف تام اور وقف کافی اور علامت وقف اور آیت کے بعد سے ہوگی۔ اگر قاری نے وقف تام پر وقف کیا ہے تو اس کے بعد سے ابتدا بھی تام ہوگی کیونکہ یہ بات خوبیٔ ابتدا سے ہے تاکہ مبدا کو ماقبل سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اسی وجہ سے بعض قراء وقف کرنے میں حسن ابتدا کو پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر قاری وقف کافی پر وقف کرے تو اس کے بعد سے ابتدا بھی کافی ہوگی کیونکہ اس صورت میں مبدا کو موقف سے کوئی تعلق لفظی نہیں۔ اس وقت اگرچہ بوجہ تعلق لفظی نہ ہونے کے حسن وقف تو ہے لیکن بوجہ تعلق معنوی حسن ابتدا نہیں ہے۔ اور وقف تام میں حسن وقف حسن ابتدا دونوں کی رعایتیں ہیں اس وجہ سے ابتدا بھی تام ہے اور جہاں وقف حسن غیر آیت یا وقف قبیح ہو تو اس کے بعد سے ابتدا بھی قبیح ہے۔ اور علامت وقف پر وقف کرنے کے بعد ابتدا ہوگی اعادہ نہ ہوگا اسی طرح آیت پر وقف کرنے کے بعد بھی ابتدا آیت کے بعد ہی سے ہوگی۔ اگرچہ آیت لا ہو۔ بعض غلطی سے آیت لا پر وقف کرنے کے بعد آیت لا سے اعادہ کرتے ہیں، یہ نہ چاہیے۔

دوسری فصل

اعادہ کے بیان میں: اعادہ: یعنی وقف کرنے کے بعد کلمہ موقوف علیہ سے یا ماقبل سے شروع کرنا۔ کیفیت اعادہ حکم میں کیفیت ابتدا کے ہے یعنی جس طرح سے ابتدا کی جاتی ہے اسی طریقہ سے اعادہ بھی کرنا چاہیے۔ کیونکہ صورۃً یہ بھی ابتدا ہے۔ لیکن محل اعادہ اور محل ابتدا

میں قبلیت اور بعدیت کا فرق ہے۔ اعادہ سے اگرچہ افادۂ وصل ہے کیونکہ وصل میں ربط کلام ہوتا ہے اور اعادہ بھی ربط کلام کے لیے ہوتا ہے لیکن اعادہ بعد انقطاع نفس ہوتا ہے۔ اور وصل بلا انقطاع نفس ہوتا ہے۔ پس اگر وقف حسن یا وقف قبیح پر وقف ہوجائے تو اعادہ کرے۔ بعض مرتبہ بے محل اعادہ سے بھی ایہام لازم آتا ہے۔ جیسے قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ پر کسی نے وقف کیا اور اعادہ اِنَّ اللّٰهَ سے کیا تو ایسا اعادہ قبیح ہوگا۔ اس قسم کے اعادہ سے بہت احتراز کرنا چاہیے اور اعادہ کرتے وقت اس کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے کہ وقف کے ماقبل اگر وقف تام یا کافی یا علامتِ وقف ہو تو اعادہ تام یا کافی یا علامت وقف کے بعد سے کرے۔ اس صورت میں اعادہ بھی تام یا کافی ہوگا۔ اور اگر کسی نے فاعل پر وقف کیا ہے تو فعل سے، یا مضاف الیہ پر وقف کیا ہے تو مضاف سے، یا صفت پر وقف کیا ہے تو موصوف سے، یا حرف جر یا مجرور پر وقف کیا ہے تو متعلق سے لوٹاوے تاکہ ربط کلام ہو، بشرطیکہ متعلق محذوف نہ ہو۔ یا اگر معطوف پر وقف کیا ہے تو معطوف علیہ مفرد قریب سے اعادہ کرنا چاہیے۔ اس قسم کے اعادہ سے اور اس کے مثل سے اعادہ کرنا حسن ہے۔ اور موانعات اعادہ موانعات وقف کا عکس ہے۔ پس جس طرح مضاف پر بلا مضاف الیہ کے اور موصوف پر بلا صفت کے اور فعل پر بلا فاعل کے وقف قبیح ہے۔ اسی طرح مضاف الیہ سے بلا مضاف کے اور صفت سے بلا موصوف کے اور فاعل سے بلا فعل کے اعادہ بھی قبیح ہے۔ بہرحال جس اعادہ سے معنی فاحش یا کلام میں خبط اور بے ربطی پیدا ہوا ایسا اعادہ قبیح بلکہ کہیں اقبح ہوگا۔ اسی وجہ سے بلا ضرورت اعادہ سے ابتدا بہتر ہے۔ **تنبیہ:** بعض لوگ قراءت کے درمیان میں کہیں کہیں سکتہ کرکے اعادہ کرتے ہیں جیسے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا ۖ وُسْعَهَا اس قسم کا سکتہ اور اعادہ دونوں جائز نہیں۔ جو عربی قواعد سے ناواقف ہیں ان کو چاہیے کہ ایسی جگہ وقف ہی نہ کریں کیونکہ ایسا قاری محل ابتدا اور محل اعادہ میں فرق ہی نہیں کرسکتا۔ تو ابتدا یا اعادہ کیونکر صحیح کرسکتا ہے۔

تیسری فصل

وصل کے بیان میں: وصل: یعنی حتی الامکان سانس اور آواز کو جاری رکھتے ہوئے پڑھنا۔ یہ وقف کی ضد ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک اِتصالُ حرفٍ بحرفٍ اُخَرَ۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کلمات واجزاء ومتعلقات کلام کو ایک دوسرے سے ملاکر پڑھنا۔ قراءت میں اصل ہے۔ اس کو وصل حقیقی کہتے ہیں۔ دوسرے اِتِّصَالُ مَوْقَفٍ بِمَوْقَفٍ اُخَرَ۔ اس کا حکم یہ ہے کہ سرعت قراءت میں محل اوقاف پر وقف نہ کرے بلکہ ایک موقف کو دوسرے موقف سے ملا کر پڑھتا جائے [illegible] میں اصل ہے اس کو وصل اصطلاحی کہتے ہیں۔ قراء اسی سے بحث کرتے

Scanned by CamScanner

ہیں اور اس کے قواعد بیان کرتے ہیں۔ یہ اگرچہ قراءت حدر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ترتیل اور تدویر میں بھی جائز[1] ہے۔ لیکن چونکہ حدر میں عجلت ہوتی ہے اور وقف کی ضرورت کم پڑتی ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ حدر میں اصل ہے۔ پس جس شخص نے کسی موقف کا کبھی وصل نہ کیا ہو اس کو وصل کرنے میں دقت ہوگی یا صحیح وصل نہ کر سکے گا۔ بالخصوص ایسا شخص جو قواعد عربی سے ناواقف ہو۔ ان کو چاہیے کہ وصل کے قواعد معلوم کرلیں۔ چنانچہ جو لوگ وقف کے قواعد معلوم کرلیتے ہیں لیکن قواعد وصل نہیں معلوم کرتے ان سے بعض جگہ غلطی ہوجاتی ہے جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا وصل اللّٰهُ الصَّمَدُ کے ساتھ اس طرح کرتے ہیں کہ اَحَدٌ کی تنوین پڑھ کر یا دال ساکن کرکے ہمزہ وصل نہیں گراتے اور قواعد عربی کے خلاف پڑھتے ہیں۔ اس وجہ سے خصوصیت کے ساتھ قواعد وصل کے بیان کرنے کی ضرورت ہوئی اس میں بھی کیفیت وصل اور محل وصل جاننے کی ضرورت ہے۔

اول کیفیت وصل یعنی قواعد وصل کا معلوم کرنا کہ کس طرح وصل کرنا چاہیے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وصل اصطلاحی، دوسرے وصل بہ نیت وقف۔ (۱) وصل اصطلاحی: یعنی موقوف علیہ کلمات میں سے جب کسی کلمہ کا دوسرے کلمہ سے وصل مقصود ہو تو اس کلمہ آخر جس کو ملایا جائے اور دوسرے کلمہ کا اول جس سے ملایا جائے ان دونوں کے اول اور آخر حرف کی حرکت اور سکون کے اعتبار سے چار صورتیں ہیں: یعنی دونوں متحرک ہوں، یا دونوں ساکن ہوں، یا پہلا متحرک ہو دوسرا ساکن، یا پہلا ساکن ہو دوسرا متحرک ہو۔ ہر چار صورتوں کے قاعدے الگ الگ بیان کیے جاتے ہیں۔ (۱) **وصل حرکت بالحرکت**: اس صورت میں چاہیے کہ قاری اعراب اور حرکات کو خوب ظاہر کرکے پڑھے۔ کیونکہ بحالت وصل حرکت کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ جیسے تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۔ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وغیرہ۔ اگر بحالت وصل حرکت نہ ظاہر ہوئی تو لحن جلی ہوجائے گی۔ (۲) **وصل سکون بالسکون**: اس صورت میں اگر پہلا ساکن مدہ ہو تو حرف مد گر جائے گا۔ جیسے وَاَخْفٰى۔ اَللّٰهُ اور تَعْدِلُوْا اور اِعْدِلُوْا اور هٰرُوْنَ اَخِيْ ۝ اشْدُدْ بِهٖ وغیرہ۔ اور ساکن من جارہ جیسے مِنَ اللّٰهِ یا ساکن میم الٓمّٓ کی جیسے الٓمّٓ اللّٰهُ ہے۔ ان دونوں صورتوں میں پہلے ساکن کو وصل کی حالت میں فتحہ دیا جائے گا۔ اور اگر پہلا ساکن میم جمع ہو تو اس میم کو حرکت ضمہ کی دی جائے گی جیسے لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ. اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وغیرہ۔ ورنہ حرکت کسرہ کی دی جائے گی اگرچہ پہلا ساکن منون ہو جیسے نَذِيْرًا ۝ نِ الَّذِيْ اور اَحَدُ ۝ نِ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ مُرِيْبُ ۝ نِ الَّذِيْ وغیرہ۔ قاری ہمزہ وصلی عارضی حذف کرکے پہلے ساکن میں

---

[1] لیکن ترتیل میں موقف بہتر ہے اور تدویر میں قوی موقف اور ضعیف موقف کا وصل بہتر ہے۔ ۱۲۔ منہ۔ ابن ضیاء

جہاں جس حرکت کا قاعدہ مذکور ہوا ہے اسی حرکت سے وصل کرتا جائے۔ (۳) **وصل حرکت بالسکون**: اس صورت میں پہلے کلمہ کی آخری حرکت کو دوسرے کلمہ کے سکون سے ملا کر پڑھتا جائے جیسے وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا اس صورت میں بھی دوسرے کلمہ کا ہمزہ عارضی گر جائے گا۔ لیکن یہاں وصل سے وقف بہتر ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ آیت ہے بلکہ بعض پڑھے لکھے لوگوں کو دونوں کلموں کے مہمل ہونے کا وہم ہوتا ہے۔ (۴) **وصل سکون بالحرکت**: اس صورت میں پہلے کلمہ کے آخر کا سکون اور دوسرے کلمہ کے شروع کی حرکت دونوں کو خوب صاف طور سے ادا کرنا چاہیے۔ جیسے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ. وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ وغیرہ۔ دوسری قسم **وصل بہ نیت وقف**: یعنی بلا سانس اور آواز بند کیے ہوئے پڑھ کر حکم وقف کا دینا۔ اس قسم کا وصل سات کلموں میں آیا ہے وہ کلمات سبعہ یہ ہیں۔ (۱) لَمْ يَتَسَنَّهْ سورۂ بقر میں۔ اور (۲) اقْتَدِهْ سورۂ انعام میں۔ (۳) كِتَابِيَهْ (۵) حِسَابِيَهْ دونوں دو دو جگہ اور (۵) مَالِيَهْ. (۶) سُلْطَانِيَهْ ایک ایک جگہ سورۂ حاقہ میں اور (۷) مَاهِيَهْ سورۂ قارعہ میں۔ ان کلمات کے آخر میں جو ہا ہے اس کو ہائے سکتہ کہتے ہیں۔ محاورہ عرب میں بحالت وقف کبھی آخر کلمہ میں اس قسم کی ہائے ساکن زائد کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے ان کلمات پر وصل بہ نیت وقف کا اطلاق ہوتا ہے۔ وصل بہ نیت وقف کا مطلب یہ ہے کہ وصل کی حالت میں وقف کا قاعدہ جاری کرنا اور چونکہ یہ ہاء کلام عرب میں وقف کے ساتھ مخصوص ہے اس وجہ سے اس کو ہائے سکتہ کہتے ہیں اور بوجہ مرسوم قراء بہ نیت وقف ان کلمات کے آخر میں ہائے سکتہ بحالت وصل پڑھتے ہیں۔ ورنہ ان کلمات کے علاوہ نہ کسی کلمہ میں ہائے سکتہ زیادہ کرنا جائز ہے۔ اور نہ ان کلمات سبعہ کے وصل میں مثل عِوَجًا وغیرہ کے سکتہ ثابت ہے۔ البتہ منجملہ ان کلمات سبعہ کے جن کلمات پر آیت ہے وہاں مثل بقیہ آیات کے سکتہ جائز ہے اور ان کلمات سبعہ کے علاوہ وصل بہ نیت وقف کہیں نہ کرنا چاہیے۔ یہاں سے سکتہ اور وصل بہ نیت وقف دونوں کا فرق بھی معلوم ہوگیا۔ کیونکہ وصل بہ نیت وقف میں آواز بالکل بند نہیں ہوتی اور سکتہ میں آواز بند ہوجاتی ہے۔

دوسرا محل وصل یعنی جس جگہ وقف کرنے سے ایہام لازم آئے یا تعلق لفظی پایا جائے ایسے مواقع کا وصل ضروری ہے۔ اس کو محل وصل کہتے ہیں۔ پس جہاں جہاں وقف قبیح یا علامت وصل بلا آیت ہو وہاں وصل ضروری ہے۔ بہر حال جہاں جہاں وصل ضروری ہے وہاں وہاں ائمہ وقف نے علامت وصل لکھا ہے تاکہ وہاں کوئی وصل نہ کرے۔ ورنہ اصل کی بنا پر علامت وصل کی ضرورت نہ تھی۔ پس وہ آیت جس میں تعلق لفظی ہو یا جس جگہ علامت وصل ہو، ایسے موقع پر نہ ٹھہرنا اس کو وصل حقیقی کہیں

Scanned by CamScanner

کسی محل وقف کا وصل کرنا، اس کو وصل اصطلاحی کہیں گے۔ علامت وصل
گے۔ اور علامت وقف یا
ہیں: ایک لا دوسرے صلے۔ ان دونوں کو اوران کے ماسوا جہاں بھی لفظی تعلق پایا جائے گا اس کو محل
وصل کہیں گے۔ تنبیہ: کلام اللہ کو نہایت اہتمام سے مع رعایت وصل اور وقف کے پڑھنا چاہیے۔
کیونکہ کلام اللہ ملک الکلام ہے پس قرآن شریف پڑھنے میں قواعد وصل اور وقف کی رعایت بھی
مثل تجوید کے مامور بہ اور نہایت ضروری ہے۔ اللہ پاک ہم سب مسلمانوں کو اپنے ہر مامور پر عمل
کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اَللّٰهُمَّ اٰمِيْنَ۔

وَتَمَّتِ الرِّسَالَةُ بِعَوْنِ اللهِ تَعَالٰى فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ الْمُبَارَكَةِ تَاسِعٌ وَّعِشْرِيْنَ مِنْ شَهْرِ مُحَرَّمِ الْحَرَامِ سِنَةَ تِسْعَةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ وَثَلٰثَ مِاَةٍ بَعْدَ اَلْفٍ مِنَ الْهِجْرَةِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ اٰمِيْنَ

تقریظ

استاذ القرا مجود اعظم ابی محترم حضرت مولانا، قاری، مقری ضیاء الدین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ کتاب معرفۃ الوقوف میں نے دیکھی۔ یہ طلباء فن تجوید وقراءت کے لیے بہت مفید اور ضروری کتاب ہے کیونکہ ہر قاری مقری کو چار علموں کا جاننا ضروری ہے یعنی علم تجوید، علم وقف، علم قراءت، علم رسم خط۔ خدا کا شکر ہے کہ ان سب علوم اور فنون میں بڑی بڑی کتابیں عربی زبان میں موجود ہیں۔ ضرورتِ زمانہ کے لحاظ سے اگرچہ اردو میں بھی پڑھنے پڑھانے کے لیے علم تجوید وقراءت ورسم خط میں کتابیں ہیں لیکن علم وقف میں اب تک کوئی کتاب اس قسم کی اردو زبان میں میری نظر سے نہیں گزری۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك کہ یہ کمی بھی پوری ہوگئی۔ خدا کرے مؤلف کے ذوق وشوقِ علم میں روز افزوں ترقی ہو۔ اور یہ کتاب مقبول ہو۔ آمین۔

حررہ العبد الضعیف: ضیاء الدین احمد غفرلہ

ازنارہ ضلع الٰہ آباد، ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ

Scanned by CamScanner

فاروقیہ بکڈپو

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ

فوائد مکیہ

مع

حواشی مرضیہ

معرفۃ الرسوم

فاروقیہ بکڈپو، دہلی ۶

مُقَدَّمَةُ الْكِتَاب [۱]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

جاننا چاہیے کہ قرآن مجید کو قواعد تجوید سے پڑھنا نہایت ہی ضروری [۲] ہے۔ اگر تجوید سے قرآن مجید نہ پڑھا گیا تو پڑھنے والا خطاوار [۳] کہلائے گا پھر اگر ایسی غلطی ہوئی کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل گیا یا کوئی حرف گھٹا بڑھا دیا گیا یا حرکات میں غلطی کی یا ساکن کو متحرک یا متحرک کو ساکن کر دیا تو پڑھنے والا گنہ گار ہوگا۔ اور اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے لفظ کا ہر حرف مع حرکت اور سکون کے ثابت رہے صرف بعض صفات جو تحسین [۴] حرف سے تعلق رکھتے ہیں اور غیر ممیزہ ہیں یہ اگر ادا نہ ہوں تو خوف عقاب اور تہدید کا ہے۔ پہلی قسم [۵] کی غلطیوں کو لحن جلی

---

۱ وہ مضامین ضروریہ جو کتاب کے متعلقات سے ہوں اور بصیرت وآسانی کے لیے مقصود سے پہلے بیان کیے جاویں ان کو مقدمۃ الکتاب کہتے ہیں۔ اور یہ مقدمہ عام اور شامل ہے خاص مقدمۃ العلم کو بھی جس میں علم کی تعریف، موضوع، غایت بیان کی جاوے۔ ۱۲ احقر ابن ضیا محب الدین احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد۔

۲ سب سے پہلے تجوید کا حکم بیان فرمایا چنانچہ علامہ جزری فرماتے ہیں: وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِیْدِ حَتْمٌ لَازِمٌ۔ یعنی تجوید کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے جو بمعنی واجب ہو کما قال اللہ تعالیٰ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔ ابن ضیا عفی عنہ۔

۳ تجوید کا حکم بیان کرنے کے بعد اس کی وعید بیان فرمائی جیسا کہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مَنْ لَّمْ یُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ یعنی جو شخص قرآن مجید کو تجوید سے نہ پڑھے وہ گنہ گار ہے۔ ۱۲ ابن ضیاء۔

۴ اس سے مراد صفات لازمہ غیر ممیزہ ہیں مثل غینؔ وفاءؔ کی صفت استعلاء یا دالؔ وظاؔ کی صفت اطباق وغیرہ کے، جیسا کہ عطف تفسیری کے ساتھ خود بیان فرمایا کہ اور غیر ممیزہ ہیں، باقی صفت عارضہ کی قسم غیر ممیزہ کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲ احقر ابن ضیاء

۵ یعنی جب کہ وضع کلمہ مہمل ہو جاوے یا وضع کلمہ میں فرق ہو جاوے چاہے معنی بدلیں یا نہ بدلیں اس قسم کی صریح اور ظاہر غلطیاں ہیں اس وجہ سے ان کو لحن جلی کہتے ہیں۔ ۱۲

اور دوسری قسم [۱] کی غلطیوں کو لحن خفی کہتے ہیں۔ تجوید [۲] کے معنی ہر حرف کو اپنے مخرج [۳] سے مع جمیع صفات [۴] کے ادا کرنا۔ اس کا موضوع [۵] حروف تہجی۔ اور غایت [۶] تصحیح حروف ہے، اور خوش آوازی سے پڑھنا امر زائد [۷] مستحسن ہے اگر قواعد تجوید کے خلاف نہ ہو۔ ورنہ مکروہ اگر لحن خفی

---

۱ یعنی صفات غیر ممیزہ یا صفات عارضہ نہ ادا ہوں اس قسم کی غلطیوں کو بوجہ عدم واقفیت غیر مجود نہیں سمجھ سکتے اس وجہ سے ان کو لحن خفی کہتے ہیں لیکن لحن خفی کو چھوٹی اور خفیف غلطی سمجھ کر اس کی طرف سے لاپرواہی کرنا بڑی غلطی ہے۔ ۱۲ ابن ضیاء۔

۲ تجوید ایسے علم کا نام ہے جس کی رعایت سے قرآن شریف موافق نزول کے پڑھا جا سکے کیونکہ قرآن مجید تجوید ہی کے ساتھ نازل ہوا ہے، جیسا کہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لانہ بہ بالالہ انزلا   وھکذا منہ الینا وصلا

پس قرآن مجید کو بلا رعایت تجوید پڑھنا ایک قسم کی تحریف ہے جو جائز نہیں۔ ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ۔

۳ جس جگہ سے صحیح حرف نکلتا ہے اس کو مخرج کہتے ہیں۔ ۱۲ ابن ضیاء۔

۴ جس جس انداز سے حرف صحیح نکلتا ہے اس کو صفت کہتے ہیں اور صفات جمع صفت کی ہے جمع کے ساتھ اس لیے بیان کیا کہ ایک ایک حرف میں کئی کئی صفتیں پائی جاتی ہیں مثلاً راء میں جہرؔ توسطؔ، استفالؔ، انفتاحؔ، تکریرؔ پانچ صفات پائی گئیں جیسا کہ صفات کے بیان اور نقشہ سے معلوم ہوگا۔ ۱۲ ابن ضیاء۔

۵ جس کے حالات کسی علم میں بیان کیے جاویں وہ اس علم کا موضوع ہوگا مثلاً علم تجوید میں حرف کے مخارج اور صفات سے بحث کی جاتی ہے تو اس وقت حروف تہجی علم تجوید کا موضوع کہا جاوے گا۔ ۱۲ ابن ضیاء

۶ کسی کام کے کرنے پر جو نتیجہ مترتب ہوتا ہے اس کو غایت کہتے ہیں مثلاً تجوید کے ساتھ پڑھنے سے تصحیح کلام اللہ ہوگی لہٰذا یہ غایت تجوید کہی جائے گی اور اس صحیح سے غرض ثواب ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ ثواب بھی ملے گا۔ ۱۲ ابن ضیاء۔

۷ یعنی خوش آوازی تجوید کے قواعد اور حکم وغیرہ سے خارج ہے اگرچہ امر مستحسن ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ یعنی اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت دو، چونکہ بہت سے لوگوں نے خوش آوازی کو تجوید کا موقوف علیہ قرار دے رکھا ہے یہاں تک کہ تجوید حاصل نہیں کرتے کہ ہماری آواز اچھی نہیں یا جن لوگوں میں فطرۃً خوش آوازی نہیں ہے ان کو باوجود صحیح پڑھنے کے مطعون کرتے ہیں یا بعض لہجہ ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور تجوید کا خیال نہیں کرتے اس لیے فرمایا کہ خوش آوازی سے پڑھنا امر زائد مستحسن ہے وہ اس شرط کے ساتھ جب کہ لحن جلی لازم نہ آوے ورنہ حرام ہے اور اگر لہجہ کی بدولت لحن خفی لازم آئے تو مکروہ ہے۔ کما ذکرہ شیخنا المصنف رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۔

Scanned by CamScanner

لازم آئے۔ اور اگر لحن جلی لازم آئے تو حرام وممنوع ہے۔ پڑھنا اور سننا دونوں [۱] کا ایک حکم ہے۔

بابـــ [۲] اوّل

فصل [۳] اول استعاذہ [۴] اور بسملہ [۵] کے بیان میں:

قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے استعاذہ ضروری [۶] ہے اور الفاظ اس کے یہ ہیں: أعوذُ باللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ گو اور طرح [۷] سے بھی ثابت ہے مگر بہتر یہ ہے کہ انہیں [۸] الفاظ

---

[۱] یعنی جس طرح لحن جلی کے ساتھ پڑھنا حرام ہے اسی طرح لحن جلی کا سننا بھی حرام ہے اور جس طرح لحن خفی کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح اس کا سننا بھی مکروہ ہے، بہرحال فعل ناجائز اور قبیح سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ ۱۲ ابن ضیاء۔

[۲] جس میں مختلف قسم کے عام مضامین مذکور ہوں اس کو باب کہتے ہیں۔ ۱۲ ابن ضیاء۔

[۳] جب ایک بیان کو دوسرے بیان سے جدا کرنا ہوتا ہے تو اس کو فصل کہتے ہیں اس میں ایک خاص قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔ ۱۲ ابن ضیاء۔

[۴] جن کلمات کے ذریعہ شیطان سے پناہ مانگی جائے اس کو استعاذہ کہتے ہیں اس کا نام تعوذ بھی ہے یعنی اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنا۔ ۱۲ ابن ضیاء۔

[۵] اس کے معنی ہیں: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا۔ ۱۲ ابن ضیاء

[۶] چونکہ ابتداء قراءت مہتم بالشان ہے اس وجہ سے لفظ ضروری فرمایا۔ یہاں ضروری بمعنی واجب نہیں کیونکہ ائمہ احناف کے نزدیک استعاذہ مستحب ہے جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَالصحيحُ اِنَّهَا مُسْتَحَبَّةٌ بِقَرِيْنَةِ الشَّرْطِ فَاِنَّ المَشْرُوْطَ غيرُ وَاجب۔ ۱۲ ابن ضیاء

[۷] جیسا کہ طیبہ میں علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاِنْ تُغير او تزد لفظاً فلَا   تعدُ الَّذِیْ قَدْ صَحَّ مِمَّا نقلا

یعنی اگر الفاظ استعاذہ متغیر کر دیئے جائیں یا الفاظ استعاذہ زیادہ کیے جاویں تو ثبوت نقل سے نہ متجاوز ہوں۔ متغیر کی مثال: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ ابليسَ وَجُنُوْدِہٖ۔ اور زیادتی کی مثال: اَعُوْذُ باللهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ ۱۲، ابن ضیاء

[۸] جیسا کہ علامہ وانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِعْلَمْ اَنَّ الْمُسْتَعْمَلَ عِنْدَ الْقُرَّاءِ الْحُذَّاق من اهل الاوانى لفظِهَا اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ دُوْنَ غَيْرِہٖ یعنی ماہرین قراء کے نزدیک الفاظ استعاذہ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ہی مختار ہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء غفر لہما

Scanned by CamScanner

سے استعاذہ کیا جائے۔ اور جب سورۃ شروع کی جائے تو (بسم اللہ) کا پڑھنا بھی نہایت ضروری [۱] ہے سوائے سورۃ (برآءۃ) [۲] کے۔ اور اوساط اور اجزاء [۳] میں اختیار ہے چاہے "بسم اللہ" پڑھے اور چاہے نہ پڑھے۔

---

[۱] عن ابن خزيمةَ انَّ رسولَ الله ﷺ قرءَ بسم الله الرحمن الرحيم فى اول الفاتحةِ فى الصَّلوٰةِ وعدَّهَا آية ايضًا فهى اٰيَةٌ مستَقِلَّةٌ منهَا فِىْ اِحدَى الحروفِ السبعَةِ الْمُتفق على تَوَاتُرِهَا وَعليه ثلَاثَة لِقُرَّاءِ السبْعَةِ ابن كثير وعاصم والكسائى فيعتقدونها اٰيةً منها بل من القرآنِ اوّل كل سورة (من الاتحاف فى القراءة الاربعَةِ عشر) وقيل آية تامَّة من كلِّ سورةٍ وهو قول ابن عباس وابن عمر وسعيد بن جبير والزهرى وعطاء وعبد الله بن المبارك وعليه قراء مكة والكوفة وفقهاؤها وهو القول الجديد الشافعى (من منار الهدى فى الوقف والابتداء) والحاصل ان التاركين اخذ وابالحال الاول والمبسملين اخذو ابالاخير المعول ولا يخفى قوة دليل المبسملين لا سيمامع كتابة البسملة فى اول كل سورة اجماعًا من الصحَابةِ (من شرح الشاطبية لملا على قارى) ثم المبسملون بعضهم بعدها اٰية من كل سورة سوى براءة وهم غير قالون (من كنز المعانى شرح حرز الامانى)

قال السخاوى تلميذ للشاطبى واتفق القراء عليها فى اول الفاتحة كابن كثير وعاصم والكسائى: يعتقدونها اٰية منها ومن كل سورة والصواب ان كلا من القولين حق وانها اٰية من القرآن فى بعض القراءاتِ وهى قراءة الذين يفعلون بها بين السورتين وليست اٰية فى قراءةِ من لم يفصل بها (نشر فى القراءات العشر الامام الجزرى رحمة الله عليه) ۱۲ منه

ترجمہ: ابن خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق کہ رسول اللہ ﷺ نے پڑھا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو حمد کے شروع میں نماز کے اندر اور اس کو ایک آیت بھی شمار کیا پس معلوم ہوا کہ یہ ایک مستقل آیت ہے۔ بعض قراء سبعہ کے نزدیک جن کے تواتر پر اتفاق اور قراء سبعہ میں تین قاری ابن کثیر اور عاصم اور کسائی رحمۃ اللہ علیہم اسی پر ہیں اور یہ تینوں اس کے الحمد سے ایک آیت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ قرآن شریف کے ہر سورۃ کے شروع کی ایک آیت مانتے ہیں۔ (اتحاف) اور کہا گیا ہے کہ یہ ایک آیت تامہ ہے ہر سورۃ سے یہ ابن عباس اور ابن عمر اور سعید بن جبیر اور زہری اور عطاء اور عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور اسی قول پر قراء مکہ اور قراء کوفہ اور وہاں کے فقہاء ہیں اور امام شافعی کا قول جدید یہی ہے (منار الہدی فی الوقف والابتداء) حاصل یہ ہے کہ بسم اللہ نہ پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے شروع زمانہ پر اور پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے اخیر زمانہ پر جو معتمد ہے اور بسم اللہ پڑھنے والوں کی دلیل کی قوت مخفی نہیں خاص کر جب کہ بسم اللہ ہر سورۃ کے شروع میں اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لکھی گئی ہے (شرح شاطبیہ لملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(اَعُوْذُبِاللّٰہ)(بِسْمِ اللّٰہ) پڑھنے میں چار صورتیں [1] ہیں: (۱) فصل کل۔ (۲) وصل کل۔ (۳) فصل اول وصل ثانی۔ (۴) وصل اول فصل ثانی۔ جب ایک کو [2] ختم کرکے دوسری سورۃ شروع کریں تو تین صورتیں جائز ہیں اور چوتھی صورت جائز نہیں یعنی فصل کل اور وصل کل اور فصل

بقیہ گزشتہ صفحہ کا: پھر بسم اللہ پڑھنے والے بعض اس کو ہر سورۃ سے سوائے سورۂ براءۃ کے ایک آیت شما رکرتے ہیں، اور وہ بعض علاوہ قالون کے ہیں۔ (کنز المعانی شرح حرز الامانی) سخاوی رحمۃ اللہ علیہ شاگرد امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قراء نے اس کے جزو فاتحہ ہونے پر اتفاق کیا ہے مثل ابن کثیر اور عاصم اور کسائی اس کو سورۂ فاتحہ اور ہر سورۃ سے جزو مانتے ہیں اور صواب یہ ہے کہ دونوں قول ہیں اور وہ آیت قرآن سے ہے بعض قراءت میں اور وہ قراءت ان لوگوں کی ہے جو درمیان دو سورتوں کے بسم اللہ سے فصل کرتے ہیں اور جو لوگ اس سے فصل نہیں کرتے اُن کی قراءت میں یہ آیت نہیں۔

[2] سورۂ براۃ کے شروع میں بالاتفاق ترک بسملہ ہے چاہے ابتدائے قراءت ہو یا درمیان قراءت ہو اس لیے کہ بسم اللہ آیت رحمت ہے اور ابتدائے براۃ آیت غضب ہے۔ جیسا کہ علامہ شاطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وَمَهْمَا تَصِلُهَا اَوْ بَدَأْتَ بَرَاءَةً لِتَنْزِيْلِهَا بالسيفِ لستُ بسملًا۔ یعنی جب کسی سورۃ سے وصل کیا جائے سورۂ براءۃ کا یا ابتدا کی جاوے سورۂ براءۃ سے تو بسبب نازل ہونے براءۃ کے ساتھ قہر کے بسم اللہ نہیں ثابت پس مناسب نہیں کہ آیت رحمت کو آیت غضب کے ساتھ جمع کیا جاوے۔ ۱۲ ابن ضیا۔

[3] یعنی سورۃ کے درمیان سے شروع کرنے میں بسم اللہ کے بارے میں اختیار ہے اگرچہ سورۂ براءت ہو۔ ۱۲، ابن ضیاء

[1] یعنی ابتدائے قراءت ابتدائے سورۃ سے ہو تو استعاذہ اور بسملہ کے وصل وفصل کے لحاظ سے چار وجہیں ہیں جیسا کہ کتاب میں مذکور ہیں، لیکن استعاذہ کا بسملہ اور قرآن سے فصل بہتر ہے جیسا کہ منار الہدیٰ فی الوقف والابتداء میں ہے: اعلم ان الاستعاذة يستحب قطعها من التسمية ومن اول السورة لانها لىست من القرآن۔ اور اگر سورۂ براءت سے قراءت شروع کی جائے تو استعاذہ کا وصل دونوں جائز ہیں جیسا کہ اتحاف میں ہے ويجوز الوقف على التعوذ ووصله بما بعده بسملة كان او غيرها من القرآن۔ انتہیٰ ۱۲ ابن ضیاء۔

[2] یعنی درمیان قراءت شروع سورت میں تین ہی وجہیں جائز ہیں جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے اور اگر ابتدائے قراءۃ درمیان سورت سے ہو تو بسم اللہ پڑھنے کی صورت میں چاروں وجہیں جائز ہیں لیکن شروع میں شیطان کا نام ہو تو وصل جائز نہیں مثل اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ اور اگر بسم اللہ نہ پڑھی جاوے تو استعاذہ کا وصل وفصل دونوں جائز ہیں لیکن شروع میں اللہ پاک کا کوئی نام ہو تو استعاذہ کا وصل نہ کرے مثل الله هو الله الرحمٰن وغیرہ۔ ۱۲ ابن ضیاء۔

اول وصل ثانی جائز ہے اور وصل اول فصل ثانی جائز [1] نہیں۔

فائدہ: امام عاصم کے نزدیک جن کی روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ تمام جہان [2] میں پڑھی جاتی ہے، اُن کے یہاں بسم اللہ ہر سورۃ کا جز* ہے تو اس لحاظ سے جس سورۃ کو قاری بلا بسم اللہ پڑھے گا تو وہ سورۃ امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناقص ہوگی، ایسے ہی اگر سارا قرآن پڑھا جائے تو جتنی سورتوں میں بسم اللہ نہیں پڑھی ہے اتنی آیتیں قرآن شریف میں ناقص [3] ہوں گی [4]۔

[1] کیونکہ بسم اللہ کا شروع سورت سے تعلق ہے اس لیے بسم اللہ کا وصل ختم سورۃ سے اور فصل شروع سورۃ سے جائز نہیں جیسا کہ علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَمَهْمَا تَصِلها مع اواخر سورة. فلا تقف الدهر فيها فتنتقلا۔ یعنی جب کہ بسم اللہ کا ختم سورۃ سے وصل کیا جاوے تو نہ وقف کر اس وقت بسم اللہ پر تا کہ دشواری میں پڑے کیونکہ بسبب فصل ثانی کے بسم اللہ کا شروع سورۃ میں نہ پڑھنا لازم آئے گا۔ ۱۲، ابن ضیاء

[2] اس وجہ سے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ صاحب علم قراءت میں امام عاصم صاحب کے شاگرد ہیں لہٰذا موافقت قراءت و روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ کی پڑھتے ہیں اور چونکہ روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ قراءۃ سبعہ متواترہ میں سے ایک قراءۃ ہے اور اس کے موافق قرآن شریف میں نقطے اور اعراب وغیرہ لگے ہیں اس سہولت کی وجہ سے شوافع وغیرہ بھی انہیں کی قراءت پڑھتے ہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء

[3] مگر یہ امر ظاہر ہے کہ بسم اللہ کا جز ہر سورۃ ہونا امر قطعی نہیں کیونکہ مجتہدین وفقہاء کا اختلاف ہے احناف جزو قرآن کے قائل ہیں اور شوافع جزء ہر سورۃ کے قائل۔ ایسے ہی ابن کثیر، عاصم، کسائی کی طرف نسبت اعتقاد جزء ہر سورت کا ہونا امر ظنی ہے قطعی نہیں کیونکہ کتب تفسیر اور قراءت کی کتابوں میں جن کے مؤلف شافعی المذہب ہیں ان کا قول ہے کہ یہ قراء جزء ہر سورت کے قائل ہیں اور ان قراء سے روایت اعتقاد جزئیت ہر سورۃ کی نظر سے نہیں گزری البتہ بسم اللہ کی روایت ان قراء سے قطعی ہے اور اعتقاد جزئیت یہ مسئلہ فقہی ہے علم قراءت سے اس کو تعلق نہیں۔ ۱۲ منہ

[4] کتب قراءت میں جو مسائل بیان کیے جاتے ہیں وہ تلاوت سے متعلق ہیں لہٰذا تلاوت میں روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ کی پابندی ضروری ہے اور تراویح وغیرہ کے مسائل فقہ سے متعلق ہیں۔ حنفیوں کو تراویح وغیرہ کے بارے میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید واجب ہے چونکہ احناف کے نزدیک آیت اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے علاوہ بسم اللہ ہر سورۃ کے شروع کا جزء نہیں ہے، صرف قرآن کا جزء ہے لہٰذا قرآن بھر میں ایک جگہ کہیں بھی تراویح میں پڑھ لینے سے قرآن مجید پورا ہو جائے گا اس وقت روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ کے موافق تکمیل قرآن کے مکلف نہیں ہیں پس عدم تقلید اور تخلیط قراءت دونوں سے بچنا ضروری ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

* یعنی روایۃ جزء سورۃ حقیقۃ جزء سورۃ نہیں ہے۔ ۱۲ ابن ضیاء

Scanned by CamScanner

فائدہ: اگر درمیان قراءت کے کوئی کلام اجنبی [1] ہو گیا لو کہ سلام کا جواب ہی کسی کو دیا ہو تو پھر استعاذہ کو دُہرانا چاہیے۔

فائدہ: قراءت جہریہ میں استعاذہ جہر [2] کے ساتھ ہونا چاہیے اور اگر آہستہ سے یا دل میں استعاذہ کرلیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ (بعض کا قول ایسا ہے)

دوسری فصل مخارج کے بیان میں:

مخارج حروف کے چودہ ہیں: (۱) پہلا مخرج اقصیٰ حلق اس سے (ء، [3] ہ) نکلتے ہیں۔ (۲) دوسرا مخرج وسط حلق اس سے (ع، ح) نکلتے ہیں۔ (۳) تیسرا مخرج ادنیٰ حلق اس سے (غ، خ) نکلتے ہیں۔ (۴) چوتھا مخرج اقصیٰ لسان اور اوپر کا تالو اس سے (ق) نکلتا ہے۔ (۵) پانچواں مخرج قاف کے مخرج سے ذرا منھ کی طرف ہٹ کر اس سے (ک) نکلتا ہے، ان دونوں حرفوں کو یعنی (ق اور ک) کو حروف لہویہ کہتے ہیں۔ (۶) چھٹا مخرج وسط لسان اس سے (ج ش ی) نکلتے ہیں۔ (۷) ساتواں مخرج حافہ لسان اور ڈاڑھوں کی جڑ اس سے (ض) نکلتا ہے۔ (۸) آٹھواں مخرج طرف لسان اور دانتوں کی جڑ اس سے (ل، ن، ر) نکلتے ہیں۔ (۹) نواں مخرج نوک زبان

[1] یعنی متعلقات قرآن سے کوئی بات نہ ہوئی ہو اس لیے غیر متعلقات قرآن منافی قراءت ہے پس اگر بلاوجہ قراءت میں سکوت بھی پایا گیا تو استعاذہ پھر کرنا چاہیے کیونکہ اعراض عن القراءت لازم آئے گا، اگرچہ ارادہ پھر پڑھنے کا ہو، ہاں اگر افہام اور تفہیم معنی کی غرض سے سکوت ہو تو استعاذہ دُہرانے کی ضرورت نہیں، پڑھتے پڑھتے وقف سے زیادہ رُک جانے کو سکوت کہیں گے۔ ۱۲، ابن ضیاء

[2] بعض حضرات اس کو شرط وجودی اور شرط عدمی کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔ شرط وجودی یہ کہ قراءت بالجہر ہو یا سامع اور شرط عدمی یہ کہ نماز میں نہ ہو یا قرآن کا دور نہ کرتا ہو اسی طرح سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فوائد مکیہ پڑھاتے وقت مجھ سے بیان فرمایا تھا، پھر بعد میں شرح شاطبی ملا علی قاری میں یہی تقریر میں نے دیکھی ہے۔ ۱۲ ابن ضیاء۔

[3] فراء کے مذہب کی بنا پر الف اور ہمزہ کا مخرج ایک ہے اس وجہ سے الف کو بھی ہمزہ کے ساتھ بیان فرمایا چونکہ الف مخرج مقدر جوف حلق سے نکلتا ہے اس وجہ سے اس کو حلقیہ نہیں کہتے بلکہ جوفیہ اور ہوائیہ کہتے ہیں، حروف حلقیہ ان حرفوں کو کہتے ہیں جو بالاتفاق حلق کے مخرج محقق سے ادا ہوتے ہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء

اور ثنایا علیا کی جڑ اس سے (ط، د، ت) نکلتے ہیں۔ (۱۰) دسواں مخرج نوک زبان اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے (ظ، ذ، ث) نکلتے ہیں۔ (۱۱) گیارہواں مخرج نوک زبان اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا کے اس سے (ص، ز، س) نکلتے ہیں۔ (۱۲) بارہواں مخرج نیچے کا لب اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے (ف) نکلتا ہے۔ (۱۳) تیرہواں مخرج دونوں لب اس سے (ب، م، و) نکلتے ہیں۔ (۱۴) چودھواں مخرج خیشوم اس سے غنہ نکلتا ہے مراد اس سے نون مخفی و مدغم [1] بادغام ناقص ہے۔

(فائدہ) یہ مذہب فراء وغیرہ کا ہے اور سیبویہ کے نزدیک سولہ مخارج ہیں۔ انہوں نے (ل) کا مخرج حافہ لسان اس کے بعد (ن) کا مخرج کہا ہے اس کے بعد (ر) کا مخرج ہے۔

اور خلیل کے نزدیک سترہ (۱۷) ہیں انہوں نے (ل، ن، ر) کا مخرج جدا جدا رکھا ہے اور حروف علت [2] جب مدہ [3] ہوں اُن کا مخرج جوف [4] کہا ہے۔

[1] مخفی بضم المیم و فتح الفاء صحیح ہے یعنی وہ غنہ جو اخفاء اور ادغام ناقص کی حالت میں جو ایک الف [illegible] ہے اس کو حرف فرعی کہتے ہیں اس کو صفت عارضی سمجھنا غلطی ہے۔ ۱۲ ابن ضیاء [illegible]

[2] یعنی واؤ اور یاء کیونکہ الف ہمیشہ مدہ ہوتا ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

[3] یعنی واؤ ساکن سے پہلے پیش اور یائے ساکن سے پہلے زیر ہو باقی الف ہمیشہ ساکن ماقبل ہمیشہ زبر ہوتا ہے لیکن جب ہمزہ بہ شکل الف ساکن ماقبل زبر ہوگا تو اس الف پر جزم ضرور ہوگا اور جھٹکا سے پڑھا جائے گا جیسے شَأْن، الف اور ہمزہ میں یہی فرق ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

[4] یعنی واؤ مدہ اپنے ہی مخرج کے جوف سے اور یاء مدہ اپنے ہی مخرج کے جوف سے اس طرح ادا ہوتے ہیں کہ مخرج کا تحقق نہیں ہوتا بلکہ مثل الف کے واؤ یا مدہ بھی ہوا پر تمام ہو جاتے ہیں جیسا کہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فالف الجوف و اختاها وهي. حروف المد للهواء تنتهي. ۱۲ ابن ضیاء مخفی حد

(فائدہ) یہ اختلاف ۱۴، ۱۶، ۱۷ کا حقیقی اختلاف نہیں ہے۔ فراء نے لَ، نَ، رَ میں قرب کا لحاظ کر کے ایک کہہ دیا۔ سیبویہ اور خلیل نے قرب کا لحاظ نہ کر کے الگ مخرج ہر ایک کا بیان کیا جیسا کہ محققین کا قول ہے کہ ہر حرف کا مخرج علیحدہ ہے مگر نہایت قرب کی وجہ سے ایک شمار کیا جاتا ہے علی ھذا القیاس حروف مدہ کا مخرج خلیل نے جوف کہا ہے، فراء، سیبویہ نے مدہ و غیر مدہ کا ایک ہی مخرج کہا ہے مخرج جوف زائد نہیں کیا، اس میں تحقیق یہ ہے کہ الف بالکل ہوائی حرف ہے اس میں اعتماد صوت کا کسی جزء معین پر نہیں ہوتا اسی واسطے فراء و سیبویہ نے مبدء مخارج یعنی اقصیٰ حلق اس کا مخرج کہا ہے اور حروف (و) و (یا) جب مدہ ہوں تو اس وقت اعتماد صوت کا لسان و شفتین پر نہایت ضعیف ہوتا ہے مگر ہوتا ضرور ہے لہذا فراء، سیبویہ نے اس اعتماد ضعیف کی وجہ سے مدہ و غیر مدہ کے مخرج میں فرق نہیں کیا خلیل نے ضعف و قوت کا لحاظ کر کے ایک مخرج جوف زائد بیان کیا ہے۔

(باقی گزشتہ صفحہ کا) **فائدہ:** غنہ صوت خیشومی کا نام ہے اور یہ سب حرفوں میں ممکن الادا ہے
مگر نؔ، مؔ میں یہ صفت لازمہ کے طور سے ہے اور جب یہ دونوں حرف مشدّد یا مخفی یا مدغم بالغنہ ہوں تو اس
وقت یہ صفت علیٰ وجہ الکمال پائی جاتی ہے اور ان حالتوں میں خیشوم کو ایسا دخل ہے کہ بغیر اس صفت کے
نؔ، مؔ بالکل ادا ہی نہ ہوں گے یا نہایت ناقص ادا ہوں گے لہٰذا قراء نے لکھا کہ نؔ، مؔ کا مخرج ان حالتوں
میں خیشوم ہے، اب کئی اعتراض ہوتے ہیں: اول یہ کہ سب صفات لازمہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ
بغیر اُن کے حرف ادا نہیں ہوتا تو سب کا مخرج بیان کرنا چاہیے اور مخرج بدلنا چاہیے یا دو مخرج لکھنا
چاہیے۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ صفت غنہ کا مخرج سب مخارج سے علیحدہ ہے اس واسطے بیان کرنے کی
حاجت ہوئی بخلاف اور صفت کے کہ انہیں مخارج سے تعلق رکھتے ہیں جہاں سے حروف نکلتے ہیں۔ دوسرا
شبہ یہ ہوتا ہے کہ (ن) مشدد اور مدغم بالغنہ اور (م) مطلقاً خواہ مشدد ہو یا مخفی ان صورتوں میں اصلی مخارج
سے نکلنے میں تبدیل مخرج تو نہیں معلوم ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مخرج اصلی کو بھی دخل ہے اور خیشوم
کو بھی تا کہ علیٰ وجہ الکمال ادا ہوں۔ تیسرا شبہ یہ ہے کہ نون مخفی کو بعض قراء زمانہ لکھتے ہیں کہ اس میں لسان کو
ذرہ بھر دخل نہیں اور کتب تجوید کی بعض عبارات سے ان کی تائید ہوتی ہے مگر جب غور وخوض کیا جائے
اور سب کے اقوال مختلفہ پر نظر کی جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ (ن) مخفی میں لسان کو بھی دخل ہے مگر
ضعیف۔ اسی وجہ سے کالعدم سمجھا گیا جیسا کہ حروف مدہ میں اعتماد ضعیف سے قطع نظر کر کے خلیل وغیرہ نے
ان کا مخرج جوف بیان کیا ہے ایسا ہی نون مخفی کا حال ہے کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ حرف خفی
یخرج من الخیشوم لا عمل اللسان فیہ اب لا عمل اللسان۔ کو دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ
لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں کیونکہ نکرہ منفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ اگر یہ صحیح مانا جائے تو حرف کا اطلاق صحیح نہیں
اس واسطے کہ حرف کی تعریف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھی ہے کہ صوت یعتمد علی مقطع
محقق او مقدر مقطع محقق کو اجزائے حلق لسان شفت بیان کیا اور مقطع مقدر جوف کو بیان کیا لہٰذا لا
عمل اللسان میں عمل خاص کی نفی ہے جیسا کہ آگے کی عبارات سے معلوم ہو جائے گا۔

ثانیاً ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی عمل لسان ثابت ہے لکھتے ہیں کہ وان النون
المخفاۃ مرکبۃ من مخرج الذات ومن متحقق الصفۃ فی تحصیل الکمالات۔ تحقق
الصفۃ کے معنی وجود غنہ اور اس کا مخرج خیشوم ہے فثبت ما قلنا۔

ثالثاً امام جزری رحمۃ اللہ علیہ نشر فی القراءات العشر میں لکھتے ہیں کہ المخرج السابع عشر
الخیشوم وھو الغنۃ وھی تکون فی النون والمیم الساکنین حالۃ الاخفاء اوما فی حکمہ من
الادغام بالغنۃ فان مخرج ھذین الحرفین یتحول فی ھذہ الحالۃ عن مخرجھا الاصلی علی
القول الصحیح کما یتحول مخرج حروف المد من مخرجھا الی الجوف علی الصواب۔ پھر آگے

احکام النون الساکنۃ والتنوین کی تنبیہات میں لکھتے ہیں الاول مخرج النون والتنوین مع حروف
الاخفاء الخمسۃ عشر من الخیشوم فقط ولا حظ لھما معھن فی الفم لا عمل اللسان فیھما
کعملہ فیھما مع ما یظھر ان ویدغمان بغنۃ اس سے معلوم ہوا نفی قید کی ہے مطلق عمل کی نہیں یعنی
اظہار اور ادغام بالغنہ میں جو عمل ہے یہ نون مخفی میں نہیں۔ اب اگر تحول کے معنی انتقال اور تبدل کے مراد ہوں
تو لا عمل کعملہ مع ما یدغمان بغنۃ اس کے معارض ہوگا لہٰذا مراد التحول سے توجہ ومیلان ہے اس
طرح پر محول عنہ ومحول الیہ دونوں کو دخل ہے مگر نون خفیفہ میں بہ نسبت نون مشدد کے لسان کو بہت کم دخل
ہے، بخلاف نون مشدّد ومدغم بالغنہ ومیم مشدّد ومخفاۃ کے کہ ان میں لسان وشفت کو زیادہ دخل وعمل ہے۔
ایک بات اور یہاں سے ظاہر ہوتی ہے کہ نون مخفی میں لسان کو ایسا عمل بھی نہ ہو جیسا کہ نون میم مشدد میں ہوتا
ہے اور نہ مابعد کے حرف مخرج پر اعتماد ہو جیسا کہ (و یا ل ر) میں بحالت ادغام بالغنہ اعتماد ہوتا ہے کیونکہ ان
حرفوں میں ادغام بالغنہ کی صورت یہ ہے کہ نون کو مابعد کے حرف سے بدل کر اول حرف کو اس کے مخرج سے
مع صوت خیشومی کے ادا کریں اسی وجہ سے اس نون کو جو (یا و ل ر) میں مدغم بالغنہ ہوتا ہے اس کو حرف کے
ساتھ کسی نے تعبیر نہیں کیا کیونکہ یہاں ذات نون بالکل منعدم ہوگئی ہے اور نہ اصلی مخرج سے کچھ تعلق رہا ہے
صرف غنہ باقی ہے جس کا محل خیشوم ہے بخلاف نون مخفی کے کہ اُس کی تعریف یہ کی جاتی ہے: حرف خفی
یخرج من الخیشوم ولا عمل اللسان فیہ ولا شائبۃ حرف آخر فیہ۔

اب امام جزری رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی ثابت ہوگیا کہ نون مخفی میں لسان کو بھی کچھ دخل ہے۔
نہایۃ القول المفید میں نشر سے زیادہ صاف مطلب نکلتا ہے۔ پہلے لکھا ہے کہ خیشوم مخرج ہے۔ نون، میم،
غیر مظہرہ کا پھر لکھتے ہیں کہ لا یقال لابد من عمل اللسان فی النون والشفتین فی المیم
مطلقًا حتی فی حالۃ الاخفاء والادغام بغنۃ وکذا للخیشوم عمل حتی فی حالۃ الاظھار
والتحریک فلم ھذا التخصیص لانھم نظر والا غلب فحکموا لہ بانہ المخرج فلما کان
الاغلب فی حالۃ اخفائھما وادغامھما بغنۃ عمل الخیشوم جعلوہ مخرجھما حینئذ وان
عمل اللسان والشفتان ایضا ولما کان الاغلب فی حالہ التحریک والاظھار عمل اللسان
والشفتین جعلوھما المخرج وان عمل الخیشوم حینئذ ایضًا۔ الخ

رابعًا غنہ اور اخفا سے غرض تحسین لفظ اور جو ثقل ترکیب حرف سے پیدا ہوا اس کی تخفیف مقصود ہوتی
ہے اور ایسے اخفاء سے کہ جس میں لسان کو ذرہ بھر تعلق نہ ہو محال نہیں تو متعسر ضرور ہے اور صوت بھی
کریہہ ہو جاتی ہے اگر کچھ بنا کر تکلف سے ادا کیا جائے۔ حاصل یہ ہے کہ نون مخفاۃ کے ادا کرتے وقت
زبان حنک سے قریب متصل ہوگی مگر اتصال نہایت ضعیف ہوگا۔ ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

تیسری فصل صفات کے بیان میں

جہر کے معنی شدت [1] اورزور سے پڑھنے کے ہیں اس کی ضد ہمس ہے یعنی نرمی [2] کے ساتھ پڑھنا اوراس کے دس حرف ہیں جن کا مجموعہ (فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَکَتَ) ہے ان حروف کے ماسوا سب مجہورہ ہیں۔شدیدہ کے آٹھ حرف ہیں: جن کا مجموعہ (اَجِدْ قَطٍّ بَکَتْ) ہے ان کے سکون [3] کے وقت آواز رک جاتی ہے۔پانچ حروف متوسط ہیں: جن کا مجموعہ (لن عمر) ہے ان میں بالکل آواز بندنہیں ہوتی۔باقی حروف ماسوا شدیدہ اورمتوسطہ کے سب رخوہ ہیں یعنی ان کی آواز جاری ہوسکتی ہے۔(خص ضغط قظ) یہ حروف متصف ہیں ساتھ استعلاء کے یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ [4] زبان کا تالو کی طرف بلند ہوجاتا ہے۔ان کے ماسوا سب حروف استفال کے ساتھ متصف ہیں ان کے ادا کرتے وقت وقت اکثر حصہ زبان کا بلند نہ ہوگا۔(ص،ط،ظ،ض) یہ

[1] اس شدت سے مراد بلندی اورشدت نفس ہے یعنی جہر کے ادا کرتے وقت مخرج میں سانس اتنی قوت سے ٹھہرتی ہے کہ آواز بلند ہوجاتی ہے اورصفت شدت میں شدت صوت ہوتا ہے یعنی اس کے ادا میں آواز مخرج میں اتنی قوت سے ٹھہرتی ہے کہ فوراً بند ہوجاتی ہے۔جیسے حرج کی جیم۔۱۲،ابن ضیاء۔

[2] یعنی ہمس کے ادا کرتے وقت جریان نفس کی وجہ سے آواز میں جو پستی ہے اسی کو نرمی سے تعبیر کیا ہے کیونکہ جہر میں بلندی ہوتی ہے پس اس کی ضد میں پستی ہوگی جیسے صف کی فا، چنانچہ کاف،تاء میں نرمی نہیں ہے۔بلکہ بوجہ شدت سختی ہے۔اورشدت کی ضد رخو کے ادا میں نرمی ہے اور جریان صوت کی وجہ سے ضعف ہے اس سے ہمس اوررخو کا فرق بھی ظاہر ہوگیا۔۱۲،ابن ضیاء

[3] چونکہ متحرک کی صورت میں بوجہ حرکت آواز کا رکنا معلوم نہیں ہوتا ہے اس لیے سکون کی قید لگائی ورنہ صفات لازمہ کے لیے کسی قید کی ضرورت نہیں تھی۔حروف چاہے متحرک ہوں یا ساکن جو صفات لازمہ ہیں وہ ہر حال میں پائے جائیں گے سکون کی قید سے اس کا عارضی سمجھنا غلطی ہے۔حروف شدیدہ جب متحرک ہوتے ہیں توجس قدر آواز جاری ہوتی ہے وہ حرکت کی ہوتی ہے۔۱۲،ابن ضیاعفی عنہ۔

[4] اس سے مراد جڑ زبان ہے۔چنانچہ اس کے بعد کا حصہ تالو سے جدا رہتا ہے۔جیسے خالق کی خاء، بخلاف صفت اطباق کے کہ اس کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے۔جیسے طال کی طاء،اس وجہ سے تفخیم استعلاء سے تفخیم اطباق بڑھی ہوئی ہے۔۱۲ابن ضیاء

حروف متصف ہیں ساتھ اطباق کے یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے۔ان چار حرفوں کے سوا باقی حروف انفتاح [1] سے متصف ہیں یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر زبان تالو سے نہیں ملتی یہ صفات جو ذکر کیے گئے ہیں متضادہ ہیں۔جہر کی ضد ہمس ہے اوررخو کی ضد شدت ہے اوراستعلاء کی ضد استفال اوراطباق کی ضد انفتاح ہے تو ہر حرف چار صفتوں کے ساتھ ضرور متصف ہوگا باقی صفات کی ضد نہیں ہے۔قلقلہ کے پانچ حرف ہیں جن کا مجموعہ قطب جد ہے مگر قاف میں قلقلہ واجب [2] باقی چار حرف میں جائز [3] ہے۔قلقلہ کے معنی مخرج میں جنبش دینا سختی کے ساتھ۔(ر) میں صفت تکرار کی ہے مگر اس سے جہاں تک ممکن ہو احتراز [4] کرنا چاہیے۔

[1] انفتاح اوراستفال کے ادا میں یہ فرق ہے کہ استفال تفخیم کو مانع ہے۔اورانفتاح کمال تفخیم کو مانع ہے پس ہر مستفلہ منفتحہ ہے لیکن ہر منفتحہ مستفلہ نہیں ہے جیسے غین، خاء، قاف۔۱۲ابن ضیاء

[2] یعنی قاف میں قلقلہ بالاتفاق قوی ہے اسی لیے بہ نسبت حروف طب جد کے قاف میں بوجہ استعلاء وقوت شدت کے بہت زیادہ ظاہر ہے۔۱۲ابن ضیاء

[3] جائز بمعنی اختیار نہیں بلکہ بمعنی ضعیف ہے، کیونکہ بہ نسبت قاف کے حروف طب جد ہیں قلقلہ کم ہے جیسا کہ صاحب الرعایہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔فرماتے ہیں قلقلة القاف اکمل من قلقلة غیرہ لشدة ضغطه۔پس اس کمی اورضعف کی طرف کسی نے توجہ کی اورحروف طب جد میں قلقلہ کا اعتبار کیا۔اورکسی نے اس ضعف کی طرف توجہ نہ کی اس وجہ سے قلقلہ کا اعتبار نہ کیا۔لیکن حروف طب جد میں قلقلہ کی نفی کسی قول سے ثابت نہیں لہذا جائز کی وجہ سے اس کو عارض سمجھنا یا کبھی ادا کرنا کبھی نہ ادا کرنا جائز نہیں ہاں اگر سماعت میں اختلاف ہوگا تو اسی ضعف پر محمول کیا جائے گا۔۱۲ابن ضیاء

[4] یعنی بجائے ایک راء کے کئی راء نہ ہونے پاوے اس کو ادا کرتے وقت زبان کو لرزنے سے بچانا چاہیے اوراس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ ضعف توسط کو صحیح طور پر ادا کیا جاوے یعنی واز ادا کرتے وقت نہ اتنی سختی ہو کہ بجائے ایک راء کے کئی راء ہوجاویں۔اورنہ اتنی نرمی ہو کہ بجائے راء کے داء ہوجائے۔نہایت میانہ روی سے راء کو ادا کریں، تاکہ صفت توسط اورتکریر بھی ادا ہوجاوے۔۱۲،ابن ضیاء

Scanned by CamScanner

(ش) میں صفت تفشی ہے۔یعنی منہ میں صوت پھیلتی ہے اور (ض) میں صفت استطالہ [۱] ہے۔اور (ص، ز، س) حروف صفیرہ کہلاتے ہیں۔(ن،م) میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ ناک میں آواز [۲] جاتی ہے۔اور کسی حروف میں یہ صفت نہیں ہے۔اوران صفات متضادہ سے چار صفتیں یعنی جہر، شدت، استعلاء، اطباق قویہ ہیں باقی ضعیف ہیں۔اور صفات غیر متضادہ سب قویہ ہیں تو ہر حرف میں جتنی صفتیں قوت کی ہوں گی اتنا ہی حرف قوی ہوگا اور جتنی صفتیں ضعف کی ہوں گی اتنا ہی ضعیف ہوگا۔

حروف کی باعتبار قوت اور ضعف پانچ قسمیں ہیں: (۱) قوی۔(۲) اقوٰی۔(۳) متوسط۔ (۴) ضعیف۔(۵) اضعف۔(ج، ر، ص، غ، ز) قوی ہیں۔(ط، ض، ظ، ق) اقوٰی ہیں۔اور (ء، ا، ب، ت، خ، ذ، ع، ک) متوسط ہیں۔اور (س، ش، ل، د، ی) ضعیف ہیں۔اور (ث، ح، ن، م، ف، ہ) اضعف ہیں۔

فائدہ: ہمزہ میں شدت اور جہر کی وجہ سے کسی قدر سختی ہے۔مگر نہ اس قدر کہ ناف ہل جائے۔ناف سے حرف کو کچھ علاقہ ہی نہیں۔

فائدہ: (ف، ہ) یہ دونوں حرف اضعف الحروف ہیں۔نہایت ہی نرمی سے ادا ہونا چاہیے۔**فائدہ:** حرف (ع، ح) کے ادا کرتے وقت گلا نہ گھونٹا جائے۔بلکہ وسط حلق سے نہایت لطافت سے بلا تکلف نکالنا چاہیے۔

---

[۱] یعنی ضاد کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں دراز ہوگی اسی کا نام صفت استطالہ ہے اس کے صحت کا معیار یہ ہے کہ اگر دال کی آواز معلوم ہو تو سمجھنا چاہیے کہ صفت استطالت نہیں ادا ہوئی کیونکہ دال میں بوجہ شدت حبس صوت ہے جو مانع استطالت ہے۔ہاں اگر ظاء کی طرح آواز معلوم ہو تو اس وقت اس صفت کا ادا ہونا ممکن ہے جب کہ نوک زبان ظاء کی مخرج سے بالکل جدا رہے۔حرف ضاد کو ظاء کے ساتھ مشابہت تامہ ہے چنانچہ صاحب الرعایہ فرماتے ہیں وَلم یختلفا فی السمع لیکن یہ دلیل تشابہ کی ہے۔ اس میں عینیت نہ ہونا چاہیے۔ورنہ لحن جلی لازم آئے گا۔ ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ

[۲] جس کو صفت غنہ کہتے ہیں یہ غنہ اظہار کی حالت میں بھی پایا جائے گا۔بخلاف حرف غنہ کے کہ یہ صرف اخفا اور ادغام ناقص میں بقدر ایک الف ادا ہوگا کما تقدم فی المخرج۔ ۱۲، ابن ضیاء

چوتھی فصل ہر حرف کی صفات لازمہ کے بیان میں

نمبر شمار	اشکال حروف	اسمائے صفات لازمہ
۱	ا	مجہور، رخو، مستفل، منفتح، مدہ، مفخم یا مرقق [۱]
۲	ب	مجہور، شدید، مستفل، منفتح، قلقلہ
۳	ت	مہموس، شدید، مستفل، منفتح
۴	ث	مہموس، رخو، مستفل، منفتح
۵	ج	مجہور، شدید، مستفل، منفتح، قلقلہ
۶	ح	مہموس، رخو، مستفل، منفتح
۷	خ	مہموس، رخو، مستعلیہ، منفتح، مفخم
۸	د	مجہور، شدید، مستفل، منفتح، مقلقل
۹	ذ	مجہور، رخو، مستفل، منفتح
۱۰	ر	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح، تکرار، مفخم یا مرقق
۱۱	ز	مجہور، رخو، مستفل، صفیر
۱۲	س	مہموس، رخو، مستفل، منفتح، صفیر
۱۳	ش	مہموس، رخو، مستفل، منفتح، تفشی
۱۴	ص	مہموس، رخو، مستعلیہ، مطبق، صفیر

---

[۱] اگرچہ تفخیم اور ترقیق صفت عارض ہے لیکن ان میں سے حرف کے لیے کوئی نہ کوئی اصل اور لازم ضرور ہے۔اسی وجہ سے حرف تردید کے ساتھ بیان فرمایا۔پس چونکہ بعض کے نزدیک تفخیم عارض ہے تو ترقیق اصل ہے اور بعض کے نزدیک ترقیق عارض ہے تو تفخیم اصل ہے۔اور اصل بمنزلہ لازم ہے اس لیے تفخیم ترقیق کو صفات لازمہ کے نقشہ میں بیان فرمایا تاکہ دونوں قول کا علم ہو جاوے۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ

Scanned by CamScanner

۱۵	ض	مجہور، رخو، مستعلیہ، مطبق، مستطیل، مفخم
۱۶	ط	مجہور، شدید، مستعلیہ
۱۷	ظ	مجہور، رخو، مستعلیہ، مطبق، مفخم
۱۸	ع	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح
۱۹	غ	مجہور، رخو، مستعلیہ، منفتح
۲۰	ف	مہموس، رخو، مستطیل، منفتح
۲۱	ق	مجہور، شدید، مستعلیہ، منفتح، قلقلہ، مفخم
۲۲	ك	مہموس، شدید، مستفل، منفتح
۲۳	ل	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح، مرقق یا مفخم
۲۴	م	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح، غنۃ
۲۵	ن	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح، غنۃ
۲۶	و	مجہور، رخو، مستفل، منفتح، مدہ
۲۷	ہ	مہموس، رخو، مستفل، منفتح
۲۸	ء	مجہور، شدید، مستفل، منفتح
۲۹	ی	مجہور، رخو، مستفل، منفتح، مدہ

پانچویں فصل صفات ممیزہ[۱] کے بیان میں

حروف اگر صفات لازمہ میں مشترک ہوں تومخرج سے ممتاز ہوتے ہیں اور اگر مخرج میں متحد ہوں تو صفت لازمہ منفردہ[۲] سے ممتاز ہوتے ہیں جن حرفوں میں تمایز بالمخرج ہے ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں البتہ حروف متحدہ فی المخرج بیان کرنے کی ضرورت ہے۔(ا، ء، ہ) الف ممتاز ہے مدیت میں اور (ء) ممتاز ہے (ہ) سے جہر اور شدت میں باقی صفات میں یہ دونوں متحد ہیں۔(ع، ح) حؔ میں ہمس اور رخاوت ہے عؔ میں جہر وتوسط، باقی میں اتحاد۔(غ، خ) خؔ میں جہر ہے باقی میں اتحاد۔(ج، ش، ی) ج میں شدت ہے۔ش میں ہمس وتفشی ہے۔باقی استفال اور انفتاح میں تینوں مشترک ہیں۔اور جہر میں (ج ی) اور رخاوت میں (ش، ی) مشترک ہیں۔(ط، د، ت) شدت میں اشتراک اور (ط، د) جہر میں بھی مشترک ہیں اور (ت، د) استفال وانفتاح میں مشترک ہیں۔اور (ط) میں اطباق، استعلاء ہے اور (ت) میں ہمس ہے۔(ظ، ذ، ث) کا رخاوت میں اشتراک ہے۔اور (ظ، ذ) جہر میں اور (ذ ث) استفال، انفتاح میں مشترک ہیں اور (ظ) میں صفت ممیزہ استعلاء اطباق ہے اور (ذ ث) میں صفت ممیزہ جہر ہمس ہے۔(ص، ز، س) رخاوت صفیر میں مشترک، اور (ص، س) ہمس میں اور (ز، س) استفال انفتاح میں مشترک ہیں اور (ص) صفت ممیزہ استعلاء، اطباق اور (ز، س) میں جہر ہمس ہے۔(ل، ن، ر) جہر، توسط، استفال،

---

[۱] مشتبہ الصوت حرف یا ایک مخرج کے حرفوں میں جن صفات لازمہ سے امتیاز ہوتا ہے ان کو ممیزہ بقیہ صفات لازمہ کو غیر ممیزہ کہتے ہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء۔

[۲] اس سے مراد صفت لازمہ غیر متضادہ ہے مثلاً بر بنائے مذہب فراء لام (ل)، راء (ر) مخرج میں متحد ہیں اور صفات لازمہ متضادہ میں مشترک ہیں اس صورت میں لام (ل) سے راء (ر) کو صفت لازمہ منفردہ یعنی غیر متضادہ تکریر سے امتیاز ہوا۔اسی طرح لام نون صفات لازمہ متضادہ اور مخرج میں متحد ہیں۔اس وقت لام (ل) سے نون کو صفت لازمہ غیر متضادہ غنہ سے امتیاز ہوا اور عین (ع)، حاء (ح) اگرچہ مخرج میں متحد ہیں لیکن صفات لازمہ متضادہ میں سے جہر اور توسط کی وجہ سے عین (ع) کو حاء سے امتیاز ہے اس وجہ سے اس پر صفت لازمہ منفردہ کا اطلاق صحیح نہیں کیونکہ دو صفتوں کی وجہ سے امتیاز ہوا۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ

Scanned by CamScanner

انفتاح میں مشترک ہیں۔اور (ل، ر) انحراف ۱؎ میں مشترک ہیں۔اوران میں تمایز مخرج سے ہے۔اسی واسطے سیبویہ اور خلیل نے ان کا مخرج الگ ترتیب وار رکھا ہے۔اور فرّاء نے قرب کالحاظ کر کے ایک مخرج بیان کیا ہے۔دوسرے یہ کہ (ن) میں غنّہ ہے اور (ر) میں تکرار (و،ب،م) جہر استفال، انفتاح میں مشترک اور (و) کے ادا کرتے وقت شفتین میں کسی قدر انفتاح رہتا ہے۔اس وجہ سے اپنے مجانسوں سے ممتاز ہوجاتا ہے۔گویا اس میں بھی تمایز بالمخرج ہے اور (ب) میں شدت اور قلقلہ اور (م) میں توسط اور غنّہ ممیزہ ہے اور (ض، ظ) میں جہر رخاوت استعلاء اطباق ہے۔اور (ض) میں استطالہ ہے اور ممیز مخرج ہے مگر اشراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے فرق کرنا اور ایک دوسرے سے ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے۔اور ماہر کے فرق کو ماہر ہی خوب سمجھتا ہے۔ ے

۱؎ یعنی منحرف ہونا پھرنا، صفات لازمہ میں سے یہ بھی ایک صفت ہے جو لام، راء دونوں میں پائی جاتی ہے۔اس طرح کہ لام کے ادا کرتے وقت آواز راء کے مخرج کی طرف پھرتی ہے اور راء کے ادا کرتے وقت آواز لام کے مخرج کی طرف پھرتی ہے کیونکہ تحقیق یہی ہے کہ ہر حرف کا مخرج جداگانہ ہے لیکن فرّاء نے بوجہ شدت قرب دونوں کا ایک ہی مخرج بیان کیا ہے۔ ۲، ابن ضیاء

ے **فائدہ:** حرف ضاد ضعیف کو ابن الحاجب نے جو کہ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں شافیہ میں حروف مستہجنہ سے لکھا ہے اور امام رضی اس کی شرح میں لکھتے ہیں قَالَ السیرافی انہا فی لغۃ قوم لیس فی لغتہم ضاد فاذا احتاجوا الی التکلم بہا فی العربیۃ اعتاصت علیہم فربما اخرجواھا ضاء لا خراجھم ایاھا من طرف اللسان واطراف الثنایا وربما تکلفوا اخراجھا من مخرج الضاد فلم ینأت لھم فخرجت بین الضاد والظاء۔ شافیہ اور اس کی شرح سے بعض متاخرین نیز روافض وغیر مقلدین کی تردید ہوگئی جو کہ قائل ہیں کہ ظاء وضاد میں اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے حرف ضاد مثل ظاء کے مسموع ہوتا ہے۔ بلکہ ان میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے۔لہٰذا اگر ضاد کی جگہ ظاء پڑھی جائے تو کچھ حرج نہیں۔کیونکہ اشتراک تشابہ لازم نہیں اس واسطے کہ جیم ودال بھی جمیع صفات میں مشترک ہیں۔مگر تخالف مخرج کی وجہ سے دونوں کی صوت میں بالکل تباین ہے۔اصلاً تشابہ نہیں اور ظاء وضاد میں تخالف مخرج موجود ہے مگر چونکہ مخرج ضاد کا اکثر حافۂ لسان مع اضراس اور مخرج ظاء کا طرف لسان مع طرف ثنایا علیا ہے اور پھر ان دونوں حرفوں میں استعلاء اطباق ہے اس وجہ سے ان میں تقارب ہوگیا۔پھر صفت رخاوت کی وجہ سے ان میں تشابہ صوتی پیدا ہوگیا یہ وجہ تشابہ ہے بخلاف جیم ودال کے کہ ان میں یہ وجوہ نہیں اب تشابہ ضاد ظاء میں [illegible]

(باقی گزشتہ صفحہ کا) کے مسموع ہو اس طرح کا تشابہ ممنوع ہے اسی کو ابن حاجب اور رضی نے مستہجن لکھا ہے۔کیونکہ باعث تشابہ صفت رخوت ہے اور یہ صفت ضاد میں بہ نسبت ظاء کے ضعیف ہوگئی ہے۔اس واسطے کہ ضاد میں صفت اطباق کی بہ نسبت ظاء کے قوی ہے۔اور لامحالہ جتنی صفت اطباق قوی ہوگی اتنی ہی صفت رخاوت میں ضعف پیدا ہوگا۔کیونکہ اطباق محکم منافی رخاوت ہے۔دوسری وجہ ضعف رخاوت یہ ہے کہ ضاد کا مخرج مجری صوت وہوا سے ایک کنارے واقع ہوا ہے۔بخلاف مخرج ظاء کے کہ وہ محاذات میں واقع ہے۔اسی وجہ سے ظاء میں رخاوت قوی ہے۔اور جب رخاوت قوی ہوئی تو لامحالہ اطباق ضعیف ہوگا۔ماحصل یہ کہ جب ضاد کو اپنے مخرج مع جمیع صفات ادا کیا جائے گا تو اس وقت اس کی صوت اہل عرب کے ضاد کی صوت سے جو آج کل مروج ہے مشابہ ہوگی۔اور ظاء کے ساتھ بھی مشابہ ہوگا مگر کم درجہ میں اس واسطے کہ ضاد میں اطباق وتفخیم بہ نسبت ظاء کے زیادہ ہے کیونکہ رخاوت ظاء کی بہ نسبت ضاد کے قوی ہے۔اور رخاوت واطباق میں تقابل ہے۔ایک قوی ہوگی دوسری ضعیف ہوگی اب اگر ضاد میں صفت رخاوت زیادہ ہوجائے گی تو شبہ بظاہر ہوجائے گا۔اور اسی کو صاحب شافیہ اور رضی نے مستہجن لکھا ہے اور اگر اطباق قوی ادا کیا جائے گا مع رسخاوت کے تو اشبہ بضاد مروج بین العرب ادا ہوگا اور کسی قدر ظاء کے ساتھ بھی مشابہ ہوگا۔بعض کتب تفسیر وتجوید میں ضاد وظاء کو متشابہ الصوت لکھا ہے۔اس سے یہی مراد ہے کہ یہ ظاء مسموع ہو اب تعارض بھی نہیں رہا۔اب سوال یہ ہوتا ہے کہ بعض قراء عجم اہل عرب کو کہتے ہیں کہ ضاد کی جگہ دال مفخم پڑھتے ہیں۔

جواب یہ ہے کہ دال مفخم کوئی حرف ہی نہیں اس واسطے کہ دال کی صفت ذاتی استفال، انفتاح اور مخرج طرف لسان اور جڑ ثنایا علیا ہے اور اہل عرب ضاد کو اپنے مخرج مع استعلاء اطباق کے عموماً ادا کرتے ہیں اور ایک حرف دوسرے مخرج مبائن سے ادا ہی نہیں ہوتا۔اور جب صفات ذاتیہ بھی بدل گئیں تو دال اسے نہیں کہہ سکتے۔اصل میں وہ ضاد ہے مگر صفت رخاوت جو قلت اور ضعف کے ساتھ اس میں پائی جاتی تھی۔وہ اکثر عرب سے شاید نہ ادا ہوسکتی ہو غایۃ مافی الباب یہ لحن خفی ہوگا۔اور ظاء خالص پڑھنا اور دال خالص یا دال کو اپنے مخرج سے پُر کر کے پڑھنا لحن جلی ہے۔کیونکہ پہلی صورت میں صرف ایک صفت جو کہ نہایت کمزور درجہ میں تھی اس کا ابدال یا انعدام ہوا ہے۔باقی صورتوں میں ابدال حرف بہ حرف آخر لازم آتا ہے۔**واللہ اعلم بالصواب** ۱۲ منہ۔

Scanned by CamScanner

باب دوسرا

پہلی فصل تفخیم اور ترقیق کے بیان میں:

حروف مستعلیہ ۱ ہمیشہ ہر حال ۲ میں پُر پڑھے جائیں گے اور حروف مستفلہ سب باریک پڑھے جاتے ہیں مگر الف (ا) اور اللہ کا لام (ل) اور راء (ر) کہیں باریک اور کہیں پُر ہوتے ہیں۔ الف کے پہلے پُر حرف ہوگا تو الف بھی پُر ہوگا اور اس کے پہلے کا حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا۔ اور اللہ کے لام کے پہلے زبر یا پیش ہو تو پُر ۳ ہوگا۔ مثل (وَاللّٰهُ، اَللّٰهُ، رَفَعَهُ اللّٰهُ) اگر اس کے پہلے زیر ہوگا تو باریک ہوگا۔ مثل (لِلّٰهِ) (ر) متحرک ہوگی یا ساکن اگر متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی۔ اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی مثل (وَعْدٌ، رُزِقُوا، رِزْقًا) اور اگر (ر) ساکن ہے تو اس کے ماقبل حرف متحرک ہوگا یا ساکن اگر ماقبل متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی۔ مثل (يُرْزَقُوْنَ، بَرْقٌ، شِرْعَةٌ) مگر جب (ر) ساکن کے ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو مثل (رَبِّ ارْجِعُوْنِ) یا کسرہ عارضی ہو مثل (اَمِ ارْتَابُوْا اِنِ ارْتَبْتُمْ) یا (ر) ساکن کے بعد حرف استعلاء کا اسی کلمہ میں ہو جس کلمہ میں (ر) ہے تو یہ (ر)

---

۱ یعنی مستعلیہ کسی حرف مرقق کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتا جیسے وَسِيق بخلاف حرف مستفلہ مثل راءؔ وغیرہ کے جیسے فِرْقَةٌ کہ باوجود مستفلہ اور ماقبل کسرہ لازمہ کے محض حرف مفخم کے اثر سے راءؔ پر ہوگی۔ ۱۲ ابن ضیاء

۲ یعنی حروف مستعلیہ کسی حرکت کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتا۔ مثل ظِلّ وغیرہ کے بخلاف حرف مستفلہ مثل لامؔ وغیرہ کے جیسے اَللّٰهُمَّ اور رَبَّ، رُبَمَا کہ زبر اور پیش کے اثر پُر ہوگیا۔ ۱۲ ابن ضیاء

۳ یعنی لفظ اَللّٰهُ کے دونوں لامؔ پُر ہوں گے اور ماقبل زیر ہو تو دونوں لامؔ باریک ہوں گے۔ ۱۲، ابن ضیاء

باریک نہ ہوگی بلکہ پُر ہوگی مثل (قِرْطَاسٌ، فِرْقَةٌ) اور (فِرْقٍ) میں خلف ۱ ہے اور اگر (ر) موقوفہ بالاسکان یا بالاشمام ۲ کے ماقبل سوائے (ی) کے اور کوئی حرف ساکن ہو تو اس کا ماقبل دیکھا جائے گا۔ اگر مفتوح یا مضموم ہے تو (ر) پُر ہوگی مثل (قَدْرٌ، اُمُوْرٌ) اور اگر مکسور ہے تو (ر) باریک ہوگی مثل (حِجْرٌ) کے اگر ساکن (ی) ہو تو باریک ہوگی جیسے (خَيْرٌ، ضَيْرٌ، خَبِيْرٌ، قَدِيْرٌ)۔ (ر) مرامہ یعنی موقوفہ بالروم ۳ اپنی حرکت کے موافق پڑھی جائے گی اور (ر) ممالہ ۴ باریک ہی پڑھی جائے گی، مثل (مجریها) فائدہ: راءؔ مشددہ حکم میں ایک راءؔ کے ہوتی ہے جیسی حرکت ہوگی اسی کے موافق پڑھی جائے گی۔ پہلی دوسری کی تابع ۵ ہوگی۔

فائدہ: حروف مفخمہ میں تفخیم ایسی افراط سے نہ کی جائے گی کہ وہ حرف مشدّد سنائی دے یا کسرہ مشابہہ فتحہ کے یا فتحہ مشابہہ ضمہ کے یا مفخم حرف کے بعد الف ہے تو وہ واؤ کی طرح

---

۱ یعنی کل فرقٍ میں پُر اور باریک دونوں جائز ہیں خلف کا اطباق دو متضاد وجہوں پر ہوتا ہے۔ پس اگر یہ دو وجہیں کل قراء سے ثابت ہوں تو خلف جائز ہے ورنہ خلف واجب، لیکن خلف جائز میں دونوں وجہیں بسبیل تخییر ہوتی ہیں یہ بات خلف واجب میں نہیں ہے۔ یہاں لفظ فرق میں خلف جائز ہے۔ اس میں خلف ہونے کی وجہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: وَالخلفُ فِيْ فرق الكسر يوجد. یعنی کسرہ کی وجہ سے فرق میں خلف پایا گیا۔ ورنہ اگر راء ساکن بین الکسرتین واقع نہ ہوتی تو پُر ہونے کے بارے میں اختلاف نہ ہوتا جیسے فِرْقَةٌ لیکن کُلّ فِرْقٍ کے قاف کا کسرہ بوجہ وقف زائل ہو جائے جب بھی دونوں وجہیں جائز ہیں چاہے پُر پڑھی جائے یا باریک اس لیے کہ کسرہ لازمی ہے۔ اور وقف عارضی ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ

۲ یعنی موقوف علیہ مضموم کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ

۳ یعنی موقوف علیہ مضموم اور مکسور کی حرکت کو ضعیف اور خفیف کرنا مگر اس صورت میں حرکت کو قریب سے سننے والا اصاف محسوس کر سکے یعنی حرکت مہمل نہ ہونے پاوے جس سے ضمہ کسرہ کے مشابہہ یا کسرہ ضمہ کے مشابہہ ہو جائے یہ سخت غلطی ہے اکثر خیال نہ کرنے سے یہ غلطی ہو جاتی ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ۔

۴ یعنی جس راؔ میں امالہ کیا جاوے۔ امالہ کے وقت زیر زبر کی طرف اور الف یاءؔ کی طرف مائل ہوگا۔ اسی زیر اور یاءؔ کے اثر سے راءؔ ممالہ باریک ہوگی۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ

۵ یہ حکم وصل کا ہے اور بحالت وقف دوسری پہلی کے تابع ہے جب روم نہ کیا جائے جیسے مُسْتَقِرٌّ اس لیے کہ روم بوجہ اظہار حرکت حکم وصل کا رکھتا ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

Scanned by CamScanner

باب دوسرا

پہلی فصل تفخیم اور ترقیق کے بیان میں:

حروف مستعلیہ ۱؎ ہمیشہ ہر حال ۲؎ میں پُر پڑھے جائیں گے اور حروف مستفلہ سب باریک پڑھے جاتے ہیں مگر الف (ا) اور اللہ کا لام (ل) اور راء (ر) کہیں باریک اور کہیں پُر ہوتے ہیں۔ الف کے پہلے پُر حرف ہوگا تو الف بھی پُر ہوگا اور اس کے پہلے کا حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا۔ اور اللہ کے لام کے پہلے زبر یا پیش ہو تو پُر ۳؎ ہوگا۔ مثل (وَاللّٰہُ، اَللّٰہُ، رَفَعَہُ اللّٰہُ) اگر اس کے پہلے زیر ہوگا تو باریک ہوگا۔ مثل (لِلّٰہِ) (ر) متحرک ہوگی یا ساکن اگر متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی۔ اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی مثل (وَعْدُ، رُزِقُوْا، رِزْقًا) اور اگر (ر) ساکن ہے تو اس کے ماقبل حرف متحرک ہوگا یا ساکن اگر ماقبل متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی۔ مثل (یُرْزَقُوْنَ، بَرْقٌ، شِرْعَۃٌ) مگر جب (ر) ساکن کے ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو مثل (رَبِّ ارْجِعُوْنِ) یا کسرہ عارضی ہو مثل (اَمِ ارْتَابُوْا اِنِ ارْتَبْتُمْ) یا (ر) ساکن کے بعد حرف استعلاء کا اسی کلمہ میں ہو جس کلمہ میں (ر) ہے تو یہ (ر)

۱؎ یعنی مستعلیہ کسی حرف مرقق کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتا جیسے وَسِیق بخلاف حرف مستفلہ مثل راء وغیرہ کے جیسے فِرْقَۃٌ کہ باوجود مستفلہ اور ماقبل کسرہ لازمہ کے محض حرف مفخم کے اثر سے راء پُر ہوگی۔ ۱۲ ابن ضیاء

۲؎ یعنی حروف مستعلیہ کسی حرکت کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتا۔ مثل ظِلّ وغیرہ کے بخلاف حرف مستفلہ مثل لام وغیرہ کے جیسے اَللّٰھُمَّ اور رَبِّ، رُبَمَا کہ زبر اور پیش کے اثر پُر ہو گیا۔ ۱۲ ابن ضیاء

۳؎ یعنی لفظ اَللّٰہُ کے دونوں لام پُر ہوں گے اور ماقبل زیر ہو تو دونوں لام باریک ہوں گے۔ ۱۲ ابن ضیاء

باریک نہ ہوگی بلکہ پُر ہوگی مثل (قِرْطَاسٌ، فِرْقَۃٌ) اور (فِرْقٍ) میں خلف ۱؎ ہے اور اگر (ر) موقوفہ بالاسکان یا بالاشمام ۲؎ کے ماقبل سوائے (ی) کے اور کوئی حرف ساکن ہو تو اس کا ماقبل دیکھا جائے گا۔ اگر مفتوح یا مضموم ہے تو (ر) پُر ہوگی مثل (قَدْرْ، اُمُوْرْ) اور اگر مکسور ہے تو (ر) باریک ہوگی مثل (حِجْرْ) کے اگر ساکن (ی) ہو تو باریک ہوگی جیسے (خَیْرْ، ضَیْرْ، خَبِیْرْ، قَدِیْرْ)۔ (ر) مرامہ یعنی موقوفہ بالروم ۳؎ اپنی حرکت کے موافق پڑھی جائے گی اور (ر) ممالہ ۴؎ باریک ہی پڑھی جائے گی، مثل (مجریھا) **فائدہ:** راء مشددہ حکم میں ایک راء کے ہوتی ہے جیسی حرکت ہوگی اسی کے موافق پڑھی جائے گی۔ پہلی دوسری کی تابع ۵؎ ہوگی۔

فائدہ: حروف مفخمہ میں تفخیم ایسی افراط سے نہ کی جائے گی کہ وہ حرف مشدد سنائی دے یا کسرہ مشابہہ فتحہ کے یا فتحہ مشابہہ ضمہ کے یا مفخم حرف کے بعد الف ہے تو وہ واؤ کی طرح

۱؎ یعنی کل فِرْقٍ میں پُر اور باریک دونوں جائز ہیں خلف کا اطلاق دو متضاد وجہوں پر ہوتا ہے۔ پس اگر یہ دو وجہیں کل قراء سے ثابت ہوں تو خلف جائز ہے ورنہ خلف واجب، لیکن خلف جائز میں دونوں وجہیں بسبیل تخییر ہوتی ہیں یہ بات خلف واجب میں نہیں ہے۔ یہاں لفظ فرق میں خلف جائز ہے۔ اس میں خلف ہونے کی وجہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: وَالخُلفُ فِیْ فرق الکسر یوجد۔ یعنی کسرہ کی وجہ سے فرق میں خلف پایا گیا۔ ورنہ اگر راء ساکن بین الکسرتین واقع نہ ہوتی تو پُر ہونے کے بارے میں اختلاف نہ ہوتا جیسے فِرْقَۃٌ لیکن کُلُّ فِرْقٍ کے قاف کا کسرہ بوجہ وقف زائل ہو جائے جب بھی دونوں وجہیں جائز ہیں چاہے پُر پڑھی جائے یا باریک اس لیے کہ کسرہ لازمی ہے۔ اور وقف عارضی ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ

۲؎ یعنی موقوف علیہ مضموم کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ

۳؎ یعنی موقوف علیہ مضموم اور مکسور کی حرکت کو ضعیف اور خفیف کرنا مگر اس صورت میں حرکت کو قریب سے سننے والا صاف محسوس کر سکے یعنی حرکت مہمل نہ ہونے پاوے جس سے ضمہ کسرہ کے مشابہہ یا کسرہ ضمہ کے مشابہہ ہو جائے یہ سخت غلطی ہے اکثر خیال نہ کرنے سے یہ غلطی ہو جاتی ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ۔

۴؎ یعنی جس راء میں امالہ کیا جاوے۔ امالہ کے وقت زیر زبر کی طرف اور الف یاء کی طرف مائل ہوگا۔ اسی زیر اور یاء کے اثر سے راء ممالہ باریک ہوگی۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ

۵؎ یہ حکم وصل کا ہے اور بحالت وقف دوسری پہلی کے تابع ہے جب روم نہ کیا جائے جیسے مُسْتَقِرٌّ اس لیے کہ روم بوجہ اظہار حرکت حکم وصل کا رکھتا ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

Scanned by CamScanner

ہوجائے تفخیم میں مراتب ہیں۔ حرف مفخم مفتوح جس کے بعد الف ہو تو اس کی تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے مثل (طَالَ) اس کے بعد مفتوح جو الف کے قبل نہ ہو مثل (انْطَلِقُوا) اس کے بعد مضموم مثل (مُحِيْطٌ) اس کے بعد مکسور مثل (ظِلٍّ قِرْطَاسٍ) اور ساکن مفخم ماقبل کی حرکت کے تابع ہے مثل (يَقْطَعُوْنَ، يُرْزَقُوْنَ، مِرْصَادًا) اب معلوم ہوا کہ حرف مفخم کے فتحہ کو مانند ضمہ کے اور اس کے مابعد کے الف کو مانند (واؤ) کے پڑھنا بالکل خلاف اصل ہے ایسا ہی حرف مرقق کے فتحہ کو اس قدر مرقق کرنا کہ مانند امالہ صغریٰ [1] کے ہوجاوے یہ خلاف قاعدہ ہے۔ یہ افراط وتفریط کلام عرب میں نہیں ہے۔ یہ اہل عجم کا طریقہ ہے۔

دوسری فصل نون ساکن اور تنوین کے بیان میں

نون ساکن اور تنوین کے چار حال ہیں: (۱) اظہار۔ (۲) ادغام۔ (۳) قلب۔ (۴) اخفاء۔ حرف حلقی نون ساکن اور تنوین کے بعد آوے تو اظہار [2] ہوگا مثل (يَنْعِقُ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) اور جب نون ساکن اور تنوین کے بعد (يَرْمَلُوْنَ) کے حروف میں سے کوئی حرف آوے تو ادغام [3] ہوگا مگر (لام) (ر) میں ادغام بلاغنہ ہوگا۔ اور ادغام بالغنہ [4] بھی نون ساکن اور تنوین میں ثابت ہے۔ مگر نون ساکن میں یہ شرط ہے کہ مقطوع [5] یعنی مرسوم ہو اور اگر موصول ہے یعنی مرسوم [6]

[1] لفظ مجریہا میں جو امالہ ہوتا ہے اس کو امالہ کبری کہتے ہیں۔ اور امالہ کی ضد کو فتح کہتے ہیں۔ پس فتح کو امالہ کی طرف مائل کرنے کو امالہ صغری کہتے ہیں۔ لیکن روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ میں امالہ صغریٰ نہیں ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء۔

[2] اظہار کے معنی ہیں حرف کو مخرج اور جملہ صفات لازمہ سے ادا کرنا۔ ۱۲، ابن ضیاء

[3] ادغام کے معنی ہیں پہلے حرف ساکن کو دوسرے حرف متحرک میں ملا کر مشدد پڑھنا۔ ۱۲، ابن ضیاء۔

[4] مثل مِنْ لَّدُنَّا وغیرہ کے اس کتاب میں روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل بطریق طیبہ بیان کیے گئے ہیں جو طریق شاطبی کو بھی شامل ہے اس وجہ سے پہلے طریق شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل بیان کیے گئے ہیں اس کے بعد لفظ بھیؔ سے دوسرے طریق جزری کی طرف اشارہ فرمایا وقس علیٰ هٰذا ما بعدها. ۱۲، ابن ضیاء

[5] یعنی لام سے پہلے نون لکھا ہو جیسے سورۂ ہود میں ثانی اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهُ ۱۲، ابن ضیاء۔

[6] جیسے سورۂ ہود میں پہلا اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهُ۔ ۱۲، ابن ضیاء

نہیں ہے تو غنہ جائز نہیں باقی حروف میں بالغنہ ہوگا مثل (مَنْ يَّقُوْلُ، مِنْ وَّالٍ، هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ، مِنْ رَّبِّهِمْ) چار لفظ یعنی (دُنْيَا قِنْوَانٌ، بُنْيَانٌ، صِنْوَانٌ) ان میں ادغام نہ ہوگا اظہار ہوگا۔ اور جب نون ساکن اور تنوین کے بعد (ب) آوے تو نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل [1] کر اخفا مع الغنہ کریں گے مثل (مِنْۢ بَعْدِهٖ، صُمٌّۢ بُكْمٌ) باقی پندرہ حرفوں میں اخفا مع الغنہ [2] ہوگا مثل (تُنْفِقُوْنَ اَنْدَادًا) وغیرہ کے۔

تیسری فصل میم ساکن کے بیان میں

میم ساکن کے تین حال ہیں: (۱) ادغام۔ (۲) اخفا۔ (۳) اظہار۔ میم ساکن کے بعد دوسری میم آوے تو ادغام ہوگا۔ مثل (اَمْ مَّنْ) اور اگر میم ساکن کے بعد (ب) آوے تو اخفا ہوگا اور اظہار بھی جائز ہے بشرطیکہ میم منقلب [3] نون ساکن اور تنوین سے نہ ہو مثل (وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ) باقی حروف میں اظہار ہوگا مثل (عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ وكَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ)۔

فائدہ: بوف [4] کا قاعدہ جو مشہور ہے یعنی میم ساکن کے بعد (ب) آوے تو اخفا ہوگا اور (وف) آوے تو اظہار اس طرح کیا جاوے کہ میمؔ کے سکون میں حرکت کی بُو آجاوے، یہ اظہار بالکل بے اصل ہے بلکہ میمؔ کا سکون بالکل تام ہونا چاہیے۔ حرکت کی ہوا [5] بھی نہ لگے۔

[1] اس قاعدہ کو قلب یا اقلاب کہتے ہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ

[2] یعنی نہ ایسا اظہار ذات ہو کہ نون سنائی دے اور نہ ایسا ادغام ہو کہ تشدید سنائی دے بلکہ دونوں کی درمیانی حالت سے اس طرح ادا کیا جاوے کہ ستر ذات کامل ہو البتہ میمؔ مخفاۃ اپنے مخرج سے ضعیف ادا ہوگی اسی وجہ سے اس کے اخفاء میں ستر ذات کامل نہیں ہوتا۔ ۱۲، ابن ضیاء

[3] میمؔ نونؔ سے بدل کر آئی ہو۔ ۱۲، ابن ضیاء۔

[4] چونکہ میم ساکن کا اخفا نزدیک باؔء، واوؔ، فاؔء کے زیادہ مشہور ہے اس لیے لفظ مرکب کر کے بوف کے ساتھ اطلاق کیا گیا ہے اگرچہ نزدیک واوؔ اور فاؔء کے اخفا جائز نہیں جیسا کہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَاحْذَرْ ولدی واو(و) و فاء(ف) اَنْ تَخْتَفِي یعنی واوؔ اور فاؔء کے نزدیک میمؔ ساکن آوے تو اخفا کرنے سے بچو۔ ۱۲، ابن ضیاء

[5] مثل هُمْ فِيْهَا کے میمؔ ساکن پر حرکت آجانے سے لحن جلی لازم آوے گا اور اگر خفیف اور ضعیف حرکت ظاہر ہوئی جس کو ہوا کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو لحن خفی لازم آئے گا۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ

Scanned by CamScanner

چوتھی فصل حرف غنہ کے بیان میں

نون ؔمیم ؔمشدد ہو تو غنہ ہوگا ایسے ہی نون ؔساکن اور تنوین کے آگے سوائے حرف حلقی اور لام، را (ل،ر) کے جو حرف آئے گا غنہ ہوگا۔ ایسے ہی میم ساکن کے بعد (ب) آوے تو اخفاء کی حالت میں غنہ ہوگا، غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔

پانچویں فصل ہائے ضمیر کے بیان میں

ہائے ضمیر کے ماقبل کسرہ یا یائے ساکنہ ہو تو ہائے ضمیر مکسور ہوگی مثل (بِهٖ وَاِلَيْهِ) کے۔ مگر دو جگہ مضموم ہوگی ایک (وَمَا اَنْسٰنِيْهُ) سورۂ کہف میں دوسرے (عَلَيْهُ اللّٰهَ) سورۂ فتح میں۔ اور دو لفظ میں ساکن ہوگی۔ ایک تو (اَرْجِهْ) اور دوسرا (فَاَلْقِهْ) اور جب ضمیر کے ماقبل نہ کسرہ ہو نہ یائے ساکنہ تو مضموم ہوگی مثل (لَهٗ، رَسُوْلُهٗ، مِنْهُ، اَخَاهُ، رَاَيْتُمُوْهُ) مگر (وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ) میں مکسور ہوگی اور جب ہائے ضمیر کے ماقبل اور مابعد متحرک ہو تو ضمیر کی حرکت اشباع ۱؎ کے ساتھ پڑھی جاوے گی یعنی اگر ضمیر پر ضمہ ہو تو اس کے مابعد واؤ ساکن زائد ہوگا اور اگر ضمیر پر کسرہ ہے تو اس کے مابعد یائے ساکنہ زائد ہوگی مثل (مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ) مگر ایک جگہ اشباع نہ ہوگا یعنی (وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ) اس کا ضمہ غیر موصولہ ۲؎ پڑھا جائے گا اور اگر ماقبل یا مابعد ساکن ہو تو اشباع نہ ہوگا مثل (مِنْهُ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ) مگر (فِيْهٖ مُهَانًا) جو سورۂ فرقان میں ہے اس میں اشباع ہوگا۔

چھٹی فصل ادغام کے بیان میں

ادغام تین ۳؎ قسم پر ہے: (۱) مثلین۔ (۲) متقاربین۔ (۳) متجانسین۔ اگر حرف مکرر میں

۱؎ یعنی پیش کو بقدر واؤ مدہ اور زیر کو بقدر یائے مدہ بڑھا کر پڑھنا پس اگر ہائے ضمیر میں اشباع کے بعد ہمزہ پڑھا جائے تو مد منفصل کے قاعدے سے اس میں مد بھی ہوگا اگرچہ حرف مد لکھا ہوا نہیں ہے۔ ۱۲ ابن ضیاء

۲؎ یعنی يَرْضَهُ لَكُمْ میں صلہ اور اشباع نہ ہوگا۔ ۱۲ ابن ضیاء

۳؎ یہ تین قسمیں محل اور مخرج کے اعتبار سے ہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء

ادغام ہوا تو ادغام مثلین کہلائے گا۔ مثل (اِذْ ذَّهَبَ) اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے جن کا مخرج ایک گنا جاتا ہے تو اس ادغام کو ادغام متجانسین کہتے ہیں۔ مثل (وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ) اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے کہ وہ دو حرف نہ مثلین ہیں نہ متجانسین تو ادغام متقاربین کہلائے گا مثل (اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ) پھر ادغام متجانسین اور متقاربین دو قسم ۱؎ پر ہے: (۱) ناقص۔ (۲) اور تام اگر پہلے حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر ادغام کیا ہے تو ادغام تام کہلائے گا۔ مثل (قُلْ رَّبِّ) اور (وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ، عَمَّ) اور اگر پہلے حرف کی کوئی صفت باقی ہے تو ادغام ناقص ہوگا مثل (مَنْ يَّقُوْلُ، مِنْ وَّالٍ) اور (بَسَطْتَّ، اَحَطْتُّ) کے۔ مثلین اور متجانسین کا پہلا حرف جب ساکن ہو تو ادغام واجب ہے مثل (اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ، وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ، عَبَدْتُّمْ، اِذْ ظَّلَمُوْٓا اِذْ ذَّهَبَ، قَدْ تَّبَيَّنَ، قَدْ دَّخَلُوْا، قُلْ رَّبِّ، بَلْ رَّفَعَهُ) اور (يَلْهَثْ ذّٰلِكَ، يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا) میں اظہار بھی ثابت ہے۔ اور جب دو واؤ یا دو یاء جمع ہوں اور پہلا حرف مدہ ہو مثل (قَالُوْا وَهُمْ فِيْ يَوْمٍ) تو ادغام نہ ہوگا۔ ایسے ہی حرف حلقی کسی حرف غیر حلقی میں مثل (لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا) اور اپنے مجانس میں مثل (فَاصْفَحْ عَنْهُمْ) ۲؎ مدغم نہ ہوگا اور اپنے مماثل میں مدغم ہوگا مثل (يُوَجِّهْهُ مَالِيَهْ هَلَكَ) ایسے ہی لام کا ادغام (ن) میں نہ ہوگا مثل (قُلْنَا)۔

فائدہ: لام تعریف اگر ان چودہ حروف کے قبل آوے تو اظہار ہوگا اور چودہ حروف یہ ہیں: (ابغ حجك وخف عقيمه) اور ان کو حروف قمریہ کہتے ہیں۔ جیسے (اَلْاٰنَ، الْبُخْلَ، الْاُخْدُوْد، الْحَسَنَةَ، بِالْجُنُوْدِ، الْكَوْثَر، الرَّافِعَة، الْخَآئِبِيْنَ، الْفَآئِزُوْنَ، الْعَلِيُّ، الْقَانِتِيْنَ، الْيَوْمَ، الْمُحْصَنَات) باقی چودہ حرفوں میں ادغام کیا جائے گا جن کو حروف شمسیہ کہتے ہیں۔ جیسے (وَالصّٰٓفّٰتِ، وَالذّٰرِيٰتِ، الثَّاقِب، الدَّاعِ، التَّآئِبُوْنَ، اَلزَّانِيْ، السَّالِكِيْنَ، الرَّحْمٰنُ، الشَّمْسُ، وَلَاالضَّآلِّيْنَ، الطَّارِق الظَّالِمِيْنَ، اللّٰهُ، النَّجْم)

فائدہ: نون ساکن اور تنوین کا ادغام (ی) اور (و) میں اور (ط) کا ادغام (ت)

۱؎ یہ دو قسمیں کیفیت ادغام کے اعتبار سے ہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء

۲؎ ادغام کی علت رفع ثقل ہے لیکن جب کہیں ادغام سے ثقل ہوتا ہے تو پھر ادغام نہیں ہوتا۔ ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ الہ آبادی

Scanned by CamScanner

میں ناقص ہوگا۔ اور (اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ) میں ادغام ناقص بھی جائز ہے مگر ادغام تام اولیٰ ہے۔ اور (نٓ وَالْقَلَمِ) اور (یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ) میں اظہار ہوگا۔ اور ادغام بھی ثابت ہے۔

فائدہ: (عِوَجًا قَيِّمًا) سورۂ کہف میں اور (مَنْ رَّاقٍ) سورۂ قیامہ میں اور (بَلْ رَّانَ) سورۂ مطففین میں اظہار ہوگا سکتہ [۱] کی وجہ سے۔ ایک جگہ حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اور بھی سکتہ ہے یعنی (مِنْ مَّرْقَدِنَا) سورۂ یٰس میں اور چونکہ سکتہ ایک لحاظ سے حکم وقف [۲] کا رکھتا ہے اس وجہ سے (عِوَجًا) کی تنوین کو الف سے بدل دیا جائے اور حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ترک [۳] سکتہ بھی ان مواضع میں ثابت ہے۔ تو اس وقت موضع اول میں اخفاء ہوگا اور ثانیین میں ادغام ہوگا۔

فائدہ: مشدد حرفوں میں دیر دو حرفوں کی ہوتی ہے۔

فائدہ: جب دو حرف مثلین غیر مدغم ہوں تو ہر ایک کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے مثل (اَعْيُنِنَا، بِشِرْكِكُمْ، يُحْيِيْ، دَاوٗدُ) ایسا ہی متقاربین متصل ہوں یا قریب قریب ہوں اور ادغام نہ کیا جائے تب بھی خوب ہر ایک کو صاف پڑھنا چاہیے۔ مثل (قَدْ جَآءَ، قَدْ ضَلُّوْا، اِذْ تَقُوْلُ، اِذْ زَيَّنَ) ایسا ہی جب دو حروف ضعیف جمع ہوں مثل (جِبَاهُهُمْ) یا قوی حرف کے قریب ضعیف حرف مثل (اهْدِنَا) یا دو حرف مفخم متصل یا قریب ہوں مثل (مُضْطَرٌّ، صَلْصَالٌ) یا دو حرف مشدد قریب یا متصل ہوں مثل (ذُرِّيَّتَهٗ، مُطَهَّرِيْنَ، مِنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى، لُجِّيٍّ يَّغْشٰهُ، وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ) ایسا ہی دو حرف متشابہ الصوت جمع ہوں مثل (ص، س) (ط، ت) (ض، ظ، ذ) (ق، ك) تو ہر ایک کو ممتاز کر کے پڑھنا اور جو صفت جس کی ہے اس کو پوری طور سے ادا کرنا چاہیے۔

ساتویں فصل ہمزہ کے بیان میں

جب دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں قطعی [۴] ہوں تو تحقیق سے یعنی خوب صاف طور سے

[۱] سکتہ کے معنی ہیں بلا سانس توڑے ہوئے آواز بند کر کے تھوڑا ٹھہرنا۔ ۱۲، ابن ضیاء

[۲] یعنی متحرک کو ساکن کرنا اور دو زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا۔ ۱۲، ابن ضیاء

[۳] یعنی علامہ جزری کے دوسرے طریق سے بروایت حفص رحمۃ اللہ علیہ ان مواضعات میں ترک سکتہ بھی ہے اور پہلا طریق جو طریق شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کے موافق ہے۔ اس سے انہیں مواضعات اربعہ میں سکتہ واجب ہے ان کے علاوہ روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ سے سکتہ معنوی کہیں نہیں ثابت۔ ۱۲ ابن ضیاء

[۴] جس کو ہمزہ اصلی بھی کہتے ہیں۔ یہ ہمزہ وصل میں حذف نہیں ہوتا پس جو ہمزہ وصل میں حذف ہو جائے اس کو وصلی اور عارضی بھی کہتے ہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء

پڑھنا چاہیے مگر (ءَاَعْجَمِيٌّ) جو سورۂ (حٰمٓ سجدہ) میں ہے اس کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل [۱] ہوگی اور اگر پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہے تو جائز ہے دوسرے ہمزہ میں تسہیل اور ابدال ہے مگر ابدال اولیٰ ہے اور یہ چھ جگہ ہے (ءَآلْـٰٔنَ) سورۂ یونس میں دو جگہ (ءَآلذَّكَرَيْنِ) سورۂ انعام میں دو جگہ (ءَآللّٰهُ) دو جگہ ہے ایک سورۂ یونس میں دوسرا سورۂ نمل میں ہے اور جب پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح نہ ہو تو یہ دوسرا ہمزہ حذف کیا جائے گا۔ مثل (اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ، اَصْطَفَى الْبَنَاتِ، اَسْتَكْبَرْتَ) اور فتحہ کی حالت میں جو حذف نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں التباس [۲] انشاء کا خبر کے ساتھ ہو جائے گا اور چونکہ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوتا ہے اس وجہ سے اس میں تغیر کیا جاتا ہے اسی وجہ سے ابدال اولیٰ ہے کیونکہ اس میں تغیر تام ہے بخلاف تسہیل کے اور جب دو ہمزہ جمع ہوں اور پہلا متحرک، دوسرا ساکن ہو تو واجب ہے ہمزہ ساکن کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف سے بدلنا مثل (اٰمَنُوْا، اِيْمَانًا، اُوْتُمِنَ، اِيْتِ) اور جب پہلا ہمزہ وصلی ہو تو ابتدا کی حالت میں ہمزہ ساکنہ بدلا جائے گا اور جب ہمزہ وصلی گر جائے گا تب ابدال نہ ہوگا مثل (الَّذِي اؤْتُمِنَ، فِي السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِيْ، فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ) ہمزۂ وصلی کے ماقبل جب کوئی کلمہ بڑھایا جائے گا تو یہ ہمزہ حذف کیا جائے گا اور ثابت رکھنا درست نہیں البتہ ابتداء میں ثابت رہتا ہے، اگر لام تعریف کا ہمزہ ہے تو مفتوح ہوگا اور اگر کسی اسم کا ہمزہ ہے تو مکسور ہوگا اور اگر فعل کا ہے تو تیسرے حرف کا ضمہ اگر اصلی ہے تو ہمزہ بھی مضموم ہوگا ورنہ مکسور مثل (الَّذِيْنَ، اِسْمٌ، ابْنٌ، اِنْتِقَامٌ، اُجْتُثَّتْ، اِضْرِبْ، اِنْفَجَرَتْ، اِفْتَحْ) (امْشُوْا، اِتَّقُوْا، ائْتُوْا) میں چونکہ ضمہ عارضی ہے اس وجہ سے ہمزہ مضموم نہ ہوگا بلکہ مکسور ہوگا۔

فائدہ: ہمزہ عین (ع) کے ساتھ یا (ح) کے ساتھ یا حرف مدہ (ع) یا (ح) کے ساتھ جمع ہوں ایسا ہی (ع، ہ) ایک ساتھ آوے یا (ع، ح اور ہ) ایک ساتھ آوے یا (ع، ح، ہ) مکرر آئیں یا مشدد ہوں تو ہر ایک کو خوب صاف طور سے ادا کرنا چاہیے۔ مثل (اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ، فَمَنْ زُحْزِحَ

[۱] یعنی دوسرے ہمزہ کو اس سہولت سے ادا کرنا کہ نہ ضغطہ ہو نہ الف بلکہ درمیانی حالت سے ادا کیا جائے۔ ۱۲، ابن ضیاء

[۲] یعنی حذف کرنے سے یہ پتہ نہ چلے گا کہ ہمزہ موجودہ اصلی ہے یا وصلی کیونکہ دونوں مفتوح تھے۔ ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ

Scanned by CamScanner

عَنِ النَّارِ، فَاعِلِيْنَ، يُدْعُوْنَ، دَعَا، سَبِّحْهُ، عَلٰى اَعْقَابِكُمْ، اَحْسَنَ الْقَصَصِ، عَلٰى عَقِبَيْهِ، اَعُوْذُ، عَهِدَ، عَاهَدَ، عٰلَمِيْنَ، طُمِعَ، عَلٰى سَاحِرٍ، سَحَّارٍ، لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ، مَبْعُوْثُوْنَ، يٰنُوْحُ اهْبِطْ، وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ، لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ، جِبَاهُهُمْ)

فائدہ: ہمزہ متحرک یا ساکن جہاں ہو اس کو خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمزہ الف سے بدل جاتا ہے یا حذف ہو جاتا ہے یا صاف طور سے نہیں نکلتا خصوصًا جہاں دو ہمزہ ہوں وہاں زیادہ خیال رکھنا چاہیے کہ دونوں ہمزہ خوب صاف ادا ہوں۔ مثل (ءَاَنْذَرْتَهُمْ)

فائدہ: حرف ساکن کے بعد جب ہمزہ آئے تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ساکن کا سکون تام ادا ہو اور ہمزہ خوب صاف ادا ہو، ایسا نہ ہو کہ ہمزہ حذف [1] ہو جائے اور اس کی حرکت سے ماقبل کا ساکن متحرک ہو جائے جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے بلکہ وہ ساکن کبھی مشدد ہو جاتا ہے مثل (قَدْ اَفْلَحَ، اِنَّ الْاِنْسَانَ) اسی وجہ سے حفص رحمۃ اللہ علیہ کے بعض طرق میں ساکن پر سکتہ [2] کیا جاتا ہے تاکہ ہمزہ صاف ادا ہو، خواہ وہ ساکن اور ہمزہ ایک کلمہ میں ہوں یا دو کلمہ میں ہوں۔

آٹھویں فصل حرکات کی ادا کے بیان میں

فتحہ ساتھ انفتاح فم اور صوت کے اور کسرہ ساتھ انخفاض فم اور صوت کے اور ضمہ ساتھ انضمام شفتین کے ظاہر ہوتا ہے ورنہ اگر فتحہ میں کچھ انخفاض ہوا تو فتحہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا اور اگر کچھ انضمام ہو گیا تو فتحہ مشابہ ضمہ کے ہو جائے گا، ایسا ہی کسرہ میں اگر کامل انخفاض نہ ہوگا تو

---

[1] اس لیے کہ لاپرواہی کی وجہ سے حرف ساکن کے بعد آنے سے ہمزہ حذف ہو جاتا ہے یا غفلت کی وجہ سے ہمزہ ساکنہ کا حرف مدہ سے ابدال ہو جاتا ہے یا حرف متحرک کے بعد بوجہ تساہلی ہمزہ میں تسہیل ہو جاتی ہے اس وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ان کو بیان فرمایا۔

[2] اگرچہ معمول بہا نہیں ہے لیکن سکتہ کی غرض یہی ہے جو کتاب میں مذکور ہے کیونکہ حرف ساکن کے بعد ہمزہ میں اخفا ہو جاتا ہے جیسا کہ علامہ دانی رحمۃ اللہ علیہ نے سکتہ کی وجہ بیانا للهمزة لخفائها بیان فرمائی ہے۔ ایسے سکتہ کو سکتہ لفظی کہتے ہیں، یہ سکتہ وصل کے حکم میں ہے اور بروایت حفص رحمۃ اللہ علیہ ضعف ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

مشابہ فتحہ کے ہو جائے گا۔ بشرطیکہ انفتاح ہو گیا ہو اور اگر کچھ انضمام پایا گیا تو کسرہ مشابہ ضمہ کے ہو جائے گا اور ضمہ میں اگر انضمام کامل نہ ہوا تو ضمہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا۔ بشرطیکہ کسی قدر انخفاض ہو گیا ہو اور اگر کسی قدر انفتاح پایا گیا تو فتحہ کے مشابہ ہو جائے گا۔

فائدہ: فتحہ جس کے بعد الف نہ ہو، اور ضمہ جس کے بعد واؤ ساکن اور کسرہ جس کے بعد یاء ساکن نہ ہو ان حرکات کو اشباع سے بچانا چاہیے ورنہ یہی حروف پیدا ہو جائیں گے، ایسا ہی ضمہ کے بعد جب واؤ مشدد ہو اور کسرہ کے بعد یا مشدد ہو مثل (عَدُوٌّ، سَوِيٌّ، لُجِّيٌّ) اس وقت بھی اشباع سے احتراز [1] نہایت ضروری ہے خصوصًا وقف میں زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ ورنہ مشدد مخفف [2] ہو جائے گا۔

فائدہ: جب فتحہ کے بعد الف اور ضمہ بعد کے واؤ ساکن غیر مشدد اور کسرہ کے بعد یاء ساکن غیر مشدد ہو تو اس وقت ان حرکات کو اشباع سے ضرور [3] پڑھنا چاہیے۔ ورنہ یہ حروف ادا نہ ہوں گے خصوصًا جب کئی حرف مدہ قریب قریب جمع ہوں تو زیادہ خیال رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر خیال نہ کرنے سے کہیں اشباع ہوتا ہے، اور کہیں نہیں۔

فائدہ: (مَجْرٖىهَا) جو سورۂ ہود میں ہے اصل میں لفظ (مَجْرٰهَا) ہے (ر) مفتوح ہے اور اس کے بعد الف ہے اس جگہ چونکہ امالہ ہے اس وجہ سے فتحہ خالص اور الف خالص نہ پڑھا جائے گا۔ اور کسرہ اور نہ یاء خالص پڑھی جائے گی بلکہ فتحہ کسرہ کی طرف اور الف یاء کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے گا جس سے فتحہ کسرہ مجہول کے مانند ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد یائے مجہول ہو گی اور اس کے سوا اور کہیں امالہ نہیں ہے۔

فائدہ: کسرہ اور ضمہ کلام عرب میں مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں۔ اور ادا کی صورت یہ ہے کہ کسرہ میں انخفاض کامل کے ساتھ آواز کسرہ کی باریک نکلے اور ضمہ میں انضمام شفتین کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے۔

---

[1] اس لیے کہ تشدید نہ ادا ہونے سے لحن جلی لازم آئے گا جو حرام ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

[2] وَتَبَّ سے وَتَبْ وغیرہ، اکثر لوگوں سے یہ غلطی ہو جاتی ہے اور احساس نہیں ہوتا اس قسم کی غلطی لحن جلی لازم آئے گا۔ ۱۲، ابن ضیاء

[3] اس لیے کہ حرف ادا نہ ہونے سے لحن جلی ہوگا۔ ۱۲، ابن ضیاء

Scanned by CamScanner

فائدہ: حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے، یہ نہ ہو کہ مشابہہ سکون کے ہو جائے ایسا ہی سکون کامل کرنا چاہیے تاکہ مشابہہ حرکت کے نہ ہو جائے، اور اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ساکن حرف کی صوت مخرج میں بند[۱] ہو جائے اور اس کے بعد ہی دوسرا حرف نکلے۔ اور اگر دوسرے حرف کے ظاہر ہونے سے پہلے مخرج میں جنبش ہو گئی تو لامحالہ یہ سکون حرکت کے مشابہہ ہو جائے گا۔ البتہ حروف قلقلہ اور (کافؔ اور تاءؔ) کے مخرج میں جنبش ہوتی ہے فرق اتنا ہے کہ حروف قلقلہ میں جنبش سختی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور کافؔ و تاءؔ میں نہایت نرمی کے ساتھ جنبش ہوتی ہے۔

فائدہ: کافؔ و تاءؔ میں جو جنبش ہوتی ہے اس میں (ہ) کی یا (س) یا (ث) کی بو نہ آنی چاہیے۔

تیسرا باب

پہلی فصل اجتماع ساکنین کے بیان میں

اجتماع ساکنین (یعنی دو ساکن کا اکٹھا ہونا) ایک علیٰ حدہ ہے۔ دوسرا علیٰ غیر حدہ۔ علیٰ حدہ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا ساکن حرف مدہ ہو اور دونوں ساکن ایک کلمہ میں ہوں مثل (دَآبَّةٍ. آٰلْـٰٔنَ) اور یہ اجتماع ساکنین جائز ہے اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ جائز نہیں، البتہ وقف میں جائز ہے اور اجتماع ساکنین علیٰ حدہ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا حرف ساکن مدہ نہ ہو یا دونوں ساکن ایک کلمہ میں نہ ہوں اب اگر پہلا ساکن حرف مدہ ہے تو اس کو حذف کر دیں گے، مثل (اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ. عَلَى اَلَّا تَعْلُوْا، اِعْدِلُوْا. وَقَالُوا الْـٰٔنَ. فِي الْاَرْضِ. تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ. وَاسْتَبَقَا الْبَابَ. وَقَالَا الْحَمْدُ. فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ) اگر پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو تو اس کو حرکت کسرہ کی دی جائے گی مثل (اِنِ ارْتَبْتُمْ. وَاَنْذِرِ النَّاسَ. مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ. بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ) مگر جب پہلا ساکن میم جمع ہو تو ضمہ دیا جائے گا۔ مثل (عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ. عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ) اور

[۱] لیکن ساکن حرف کی آواز مخرج میں اس طرح نہ بند ہو کہ سکتہ ہو جاوے بلکہ سکون تام ادا کرنے کے بعد فوراً مابعد کا حرف ادا ہو جاوے۔ ۱۲، ابن ضیاء

مِنْ جو حرف جر ہے اس کے بعد جب کوئی حرف ساکن آئے گا تو نونؔ مفتوح پڑھا جائے گا جیسے (مِنَ اللّٰهِ) ایسا ہی میمؔ (الٓمٓ اللّٰهُ) کا وصل میں مفتوح پڑھا جائے گا۔

فائدہ: (بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ) جو سورۂ حجرات میں ہے اس میں (بِئْسَ) کے بعد لام مکسور اس کے بعد سینؔ ساکن ہے اور لامؔ کے قبل اور بعد جو ہمزہ ہے وہ ہمزہ وصلی ہے اس وجہ سے حذف کیے جائیں گے اور لامؔ کا کسرہ بسبب اجتماع ساکنین کے ہے۔

فائدہ: کلمہ منونہ یعنی جس کلمہ کے اخیر حرف پر دوزبر یا دوزیر یا دوپیش ہوں تو وہاں پر ایک نونؔ ساکن پڑھا جاتا ہے اور لکھا نہیں جاتا اس کو نونؔ تنوین کہتے ہیں۔ یہ تنوین وقف میں حذف کی جاتی ہے مگر دوزبر ہوں تو اس تنوین کو الفؔ سے بدلتے ہیں (قَلِيْلٌ. بِرَسُوْلٍ وَبَصِيْرًا) اور وصل میں جب اس کے بعد ہمزہ وصلی ہو تو ہمزہ وصلی حذف ہو جائے گا اور یہ تنوین بسبب اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ کے مکسور پڑھی جائے گی اور اکثر جگہ خلاف قیاس چھوٹا نونؔ لکھ دیتے ہیں مثل (بِزِيْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ. خَيْرَ ِۨالْوَصِيَّةِ. خَبِيْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ. طُوًى ِۨاذْهَبْ)

فائدہ: تنوین سے ابتدا کرنا یا دہرانا درست نہیں[۱]۔

دوسری فصل مد کے بیان میں

مد دو قسم پر ہے: (۱) اصلی اور (۲) فرعی۔ مد اصلی اس کو کہتے ہیں کہ حروف مدہ کے بعد نہ سکون ہو اور نہ ہمزہ ہو۔ مد فرعی اس کو کہتے ہیں کہ حروف مدہ کے بعد سکون یا ہمزہ ہو اور یہ چار قسموں پر ہیں: متصل منفصل، لازم اور عارض۔ یعنی حرف مدہ کے بعد اگر ہمزہ آئے اور ایک کلمہ میں ہو تو اس کو مد متصل کہتے ہیں۔ اگر ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو اس کو مد منفصل کہتے ہیں۔ مثل (جَآءَ. جِيْٓءَ. سُوْٓءَ. فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ. قَالُوْٓا اٰمَنَّا. مَآ اُنْزِلَ) حرف مد کے بعد جب سکون وقفی ہو مثل (رَحِيْمْ. تَعْلَمُوْنَ. تُكَذِّبٰنِ) تو اس کو مد عارض کہتے ہیں۔ اور اس میں طول، توسط اور قصر

[۱] اسی طرح تنوین پر وقف بھی کرنا جائز نہیں لیکن چونکہ لفظ كَاَيِّنْ کی تنوین مصحف میں مرسوم ہے اس لیے اس نونؔ تنوین پر وقف ثابت ہے۔ اس لفظ سے بروایت حفص رحمۃ اللہ علیہ وقف کی حالت میں تنوین حذف کرنا جائز نہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء

Scanned by CamScanner

تینوں جائز ہیں اور جب حرف مدہ کے بعد ایسا سکون ہو کہ کسی [1] حالت میں حرف مدہ سے جدا نہ ہو سکے اس کو مدلازم کہتے ہیں۔ اور یہ چار قسم پر ہے اس واسطے کہ اگر حرف مدہ حروف مقطعات میں ہو تو حرفی کہتے ہیں۔ ورنہ کلمی کہیں گے۔ پھر ہر ایک کلمی اور حرفی دو قسم پر ہے: مثقل اور مخفف، اگر حرف مدہ کے بعد مشدد حرف ہے تو مثقل کہیں گے اور اگر محض سکون ہے تو مخفف کہیں گے، مد لازم حرفی مثقل اور مدلازم حرفی مخفف کی مثال (الٓمٓ، الٓر، الٓمٓر، کٓھٰیٰعٓصٓ، حٰمٓ، عٓسٓقٓ، حٰمٓ، طٰسٓ، نٓ، صٓ، قٓ) اور مدلازم کلمی مثقل کی مثل (دَآبَّةٌ) اور مدلازم کلمی مخفف کی مثال (آٰلْئٰنَ) اور جب واؤ (و) یا (ی) یا ساکن کے پہلے فتحہ ہو اور اس کے بعد ساکن حرف ہو تو اس کو مد لین کہتے ہیں اور اس میں قصر، توسط اور طول تینوں جائز ہیں۔ اور عین (ع) مریم اور عین (ع) شوریٰ میں قصر نہایت ضعیف ہے اور طول افضل اور اولیٰ ہے۔

فائدہ: سورۂ آل عمران کا (الٓمٓ اللّٰہ) وصل کی حالت میں میم ساکن اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ کی وجہ سے مفتوح پڑھی جائے گی اور اللہ کا ہمزہ نہ پڑھا جائے گا اور میم میں مدلازم ہے۔ اس وجہ سے وصل میں طول اور قصر دونوں جائز ہیں۔

فائدہ: حرف مدہ جب موقوف ہو تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایک الف سے زائد نہ ہو جاوے دوسرے یہ کہ بعد حرف مدہ کے ہا یا ہمزہ نہ زائد ہو جاوے مثل (قَالُوْا اِفِیْ مَالًا) جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ہو جاتا ہے۔

[1] یعنی وصلاً اور وقفاً دونوں حالتوں میں پڑھا جاتا ہے جیسے الٓمٓ ذٰلِکَ لیکن جس وقت اجتماع ساکنین کی وجہ سے پہلا سکون نہ پڑھا جائے تو حرکت عارضی ہوگی اس سے سکون کا عارضی سمجھنا غلطی ہے جیسے الٓمٓ اللّٰہ اس میں سکون لازم ہی کی وجہ سے میم کے یا میں طول اولیٰ ہے۔ اور حرکت عارضی کا خیال کر کے قصر بھی جائز ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

تیسری فصل مقدار[1] اور اوجہ[2] مد کے بیان میں

مد عارض اور مدلین عارض میں تین وجہ ہیں: طول، توسط، قصر، فرق اتنا ہے کہ مد عارض میں طول اولیٰ ہے۔ اس کے بعد توسط اس کے بعد قصر کا مرتبہ ہے بخلاف مدلین عارض کے کہ اس میں پہلا مرتبہ قصر[3] کا ہے اس کے بعد توسط کا اس کے بعد طول کا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ مقدار طول کی کیا ہے۔ طول کی مقدار تین الف ہے اور توسط کی مقدار دو الف ہے اور ایک قول میں طول کی مقدار پانچ الف اور توسط کی مقدار تین الف ہے اور قصر کی مقدار دونوں قول میں ایک ہی الف ہے۔

فائدہ: مدلازم کی چاروں قسموں میں طول علی التساوی ہوگا اور بعض کے نزدیک مثقل میں زیادہ مد ہے اور بعض کے نزدیک مخفف[4] میں زیادہ مد ہے مگر جمہور کے نزدیک تساوی ہے۔

فائدہ: حرف موقوف مفتوح کے قبل جب حرف مدہ یا حرف لین ہو مثل (الْعٰلَمِیْنَ، لَاضَیْرَ) تو تین وجہ وقف میں ہوں گی۔ (۱) طول مع الاسکان۔ (۲) توسط مع الاسکان۔ (۳) قصر مع الاسکان۔ اور اگر حرف موقوف مکسور ہے تو وجہ عقلی چھ نکلتی ہیں۔ اس میں سے چار جائز ہیں: (۱) طول، (۲) توسط، (۳) قصر مع الاسکان، (۴) قصر مع الروم اور طول توسط مع الروم غیر جائز ہیں۔ اس لیے کہ مد کے واسطے بعد حرف مد کے سکون چاہیے اور روم کی حالت میں سکون نہیں ہوتا بلکہ حرف متحرک ہوتا ہے۔ اور اگر حرف موقوف مضموم ہے مثل (نَسْتَعِیْنُ) کے تو ضربی عقلی

[1] جس ادا کے ذریعہ مد کا اندازہ کیا جائے اس کو مقدار کہتے ہیں مثلاً طول کی مقدار کشش تین الف اور پانچ الف ہے۔ پس اسی اندازہ کے ساتھ ادا کرنے کا نام مقدار ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

[2] اوجہ جمع وجہ کی ہے۔ یہاں وجہ کا اطلاق طول پر توسط پر قصر پر ہوگا۔ اور تینوں کو وجوہ یا اوجہ کہیں گے قصر داخل فی الوجہ ہے لیکن مد فرعی سے خارج ہے۔ اس لیے کہ قصر ترک مد کا نام ہے۔ لیکن مقدار طبعی میں بلا ثبوت کمی بیشی کرنا حرام ہے۔ اور کیفیت مد دو میں طول اور توسط بلا ثبوت طول کی جگہ توسط اور توسط کی جگہ طول کرنا جائز نہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء

[3] لیکن مدہ سے لین کا قصر کم ہوگا اس لیے کہ مدہ زمانی اور حرف لین قریب آنی ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

[4] اس لیے کہ حرف مد کے بعد ساکن کو معاً متحرک نہیں پڑھنا ہوتا بخلاف مدلازم مثقل کے کہ حرف مد کے بعد سکون پڑھ کر فوراً متحرک پڑھنا ہوتا ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء۔

Scanned by CamScanner

وجہیں نو ہیں۔ طول، توسط، قصر مع الاسکان، طول توسط، قصر مع الاشمام، قصر مع الرّوم۔ یہ سات وجہیں جائز ہیں طول توسط مع الروم غیر جائز ہیں جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا۔

فائدہ: جب مدّ عارض یا مد لین کئی جگہ ہوں تو ان میں تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہیے۔ یعنی ایک جگہ مدّ عارض میں طول کیا ہے تو دوسری جگہ بھی طول کیا جائے۔ اگر توسط کیا ہے تو دوسری جگہ بھی توسط کرنا چاہیے اگر قصر کیا ہے تو دوسری جگہ بھی قصر کرنا چاہیے۔ ایسا ہی مدلین میں بھی کئی جگہ ہو تو توافق ہونا چاہیے اور جیسا کہ طول، توسط میں توافق ہونا چاہیے ایسا ہی مقدار طول توسط میں بھی توافق ہونا چاہیے مثلاً (اَعُوْذُ اور بسمل) سے (رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ) تک فصل کل کی حالت میں ضربی وجہیں اڑتالیس نکلتی [۱] ہیں۔ اس طرح پر کہ رجیم کے اوجہ ثلاثہ مع الاسکان اور قصر مع الروم کو رَجِیْم کے مدود ثلاثہ اور قصر مع الروم میں ضرب دینے سے سولہ وجہیں ہوتی ہیں۔ اور ان سولہ کو (الْعٰلَمِیْنَ) کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے اڑتالیس (۴۸) وجہیں ہوتی ہیں جن میں چار بالاتفاق جائز ہیں یعنی (رَجِیْم، رَحِیْم، الْعٰلَمِیْنَ) میں طول مع الاسکان، توسط مع الاسکان، قصر مع الاسکان۔ (رَجِیْم، رَحِیْم) قصر مع الروم اور (الْعٰلَمِیْنَ) میں قصر مع الاسکان اور بعض نے (رَجِیْم، رَحِیْم) کے قصر مع الروم کی حالت میں (الْعٰلَمِیْنَ) میں طول اور توسط [۲] کو جائز رکھا ہے باقی بیالیس وجہیں بالاتفاق غیر جائز ہیں اور فصل اول وصل ثانی کی صورت میں عقلی وجہیں بارہ نکلتی ہیں اس طرح پر کہ رَجِیْم کے مدود ثلٰثہ اور قصر مع الروم کو (الْعٰلَمِیْنَ) کے

---

[۱] ان وجہوں کو اس وجہ سے بیان فرمایا کہ کوئی شخص وجوہ ثلٰثہ کو مدعارض اور مدلین عارض میں یا کئی مدود عارض میں ضرب دے کر سب وجہوں کو بلا مساوات نہ پڑھنے لگے یا پڑھنے میں ترجیح بلا مرجح نہ لازم آئے اس وجہ سے تمام وہ وجوہ جو ضرب سے پیدا ہوتی ہیں ان کو بتانے کے خیال سے نکال کر جاری کراتے ہیں، چنانچہ بطریق تمثیل تین موقوف علیہ کے وجوہ ضربی عقلی اڑتالیس بیان فرمائی ہیں ان وجوہ کے نکالنے کے وقت وجوہ غیر صحیح اور عدم مساوات اور ترجیح کی طرف ہرگز ذہن کو متبادر نہ ہونا چاہیے ورنہ وجوہ سمجھ میں نہ آئیں گی کیونکہ عقلاً جس قدر وجہیں نکل سکتی ہیں ضرورۃً ان کا اس وقت اظہار ضروری ہے تاکہ ان میں سے وجوہ صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز ہو جائے۔ ۱۲، ابن ضیاء عفی عنہ الٰہ آبادی

[۲] اس وجہ سے کہ تساوی اور توافق نوع واحد میں شرط ہے چاہے باعتبار کل مد کے ہو یا باعتبار کیفیت وقف کے ہو چونکہ رَجِیْم، رَحِیْم میں بحالت روم توافق نہ رہا اس وجہ سے باوجود عدم تساوی کے الْعٰلَمِیْنَ میں طول توسط کو بعض نے جائز رکھا ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء۔

اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے بارہ وجہیں ہوتی ہیں ان میں چار وجہیں بالاتفاق جائز ہیں: طول مع الطول مع الاسکان، توسط مع التوسط مع الاسکان، قصر مع القصر مع الاسکان، قصر مع الروم مع القصر بالاسکان اور قصر مع الروم مع التوسط بالاسکان اور قصر مع الروم مع الطول بالاسکان یہ دو وجہیں مختلف فیہ ہیں باقی وجہیں بالاتفاق غیر جائز [۱] اور وصل اول فصل ثانی میں بھی بارہ وجہیں عقلی نکلتی ہیں اور ان میں چار صحیح ہیں اور دو مختلف فیہ ہیں۔ اور اس صورت میں جو وجہیں نکلتی ہیں وبعینہ مثل فصل اول وصل ثانی کے ہیں اس وجہ سے نہیں بیان کی گئیں اور وصل کل کی حالت میں (الْعٰلَمِیْنَ) کے مدود ثلاثہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ استعاذہ اور بسملہ میں پندرہ [۲] یا اکیس [۳] وجہیں صحیح ہیں۔

فائدہ: یہ وجہیں جو بیان کی گئیں ہیں اس وقت ہیں کہ (الْعٰلَمِیْنَ) پر وقف کیا جائے اور اگر (الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم) پر یا (یَوْمِ الدِّیْنَ یا نَسْتَعِیْن) پر وقف کیا جائے گا یا کہیں وصل اور کہیں وقف کیا جائے گا۔ تو بہت سی وجہیں ضربی نکلیں گی اور ان میں وجہ صحیح نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس وجہ میں ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے یا مساوات نہ رہے یا اقوال مختلفہ میں خلط ہو جائے تب یہ وجہ غیر صحیح ہوگی۔

فائدہ: جب مد عارض اور مدلین عارض جمع ہوں تو اس وقت عقلی وجہیں کم از کم نو نکلتی ہیں۔ اب اگر مد عارض مقدم ہے لین پر مثلاً (مِنْ جُوْعٍ، وَمِنْ خَوْفٍ) تو چھ وجہیں جائز ہیں یعنی (۱) طول مع الطول (۲) طول مع التوسط (۳) طول مع القصر (۴) توسط مع التوسط (۵) توسط مع القصر۔ قصر مع القصر۔ اور تین وجہیں غیر جائز [۴] ہیں: یعنی (۱) توسط مع الطول (۲) قصر مع التوسط (۳) قصر مع الطول اور جب مدلین مقدم ہو مثل (لَارَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ) تو اس وقت بھی نو وجہیں نکلتی ہیں اس میں سے چھ وجہیں جائز ہیں یعنی قصر مع القصر، قصر مع التوسط، قصر مع الطول، اور طول مع التوسط۔ اور طول مع التوسط اور طول مع القصر اور توسط مع القصر یہ تین غیر جائز

---

[۱] اس وجہ سے کہ عدم مساوات لازم آئے گا۔ ۱۲، ابن ضیاء۔

[۲] چار فصل کل میں چار فصل اول وصل ثانی میں، چار وصل اول فصل ثانی میں اور تین وصل کل کی صورت میں اس طرح پندرہ وجہیں جائز ہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء

[۳] یعنی پندرہ وجوہ متفقہ اور چھ مختلفہ جو تین صورتوں میں دو دو بیان کی گئی ہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء

[۴] [illegible]

Scanned by CamScanner

ہیں اور یہ وجہیں غیر جائز اس وجہ سے ہیں کہ حروف مدہ میں مد اصل اور قوی ہے اور حرف لین میں جو مد ہوتا ہے وہ تشبیہ ۱؎ کی وجہ سے ہوتا ہے اس وجہ سے حرف لین میں مد ضعیف ہے اور ان صورتوں میں ترجیح ضعیف کی قوی پر ہوتی ہے اور یہ غیر جائز ہے اور اگر موقوف علیہ میں بسبب اختلاف حرکات کے روم واشمام جائز ہو تو اس میں اور وجہیں زائد پیدا ہوں گی۔اس میں بھی مساوات اور ترجیح کا خیال رکھنا چاہیے مثل (مِنْ جُوْعٍ، وَمِنْ خَوْفٍ) ۲؎۔

فائدہ: مد متصل اور مد منفصل کی مقدار میں کئی قول ہیں: دو الف، ڈھائی الف، چار الف، اور منفصل میں قصر بھی جائز ہے۔ان اقوال میں جس پر جی چاہے عمل کیا جائے گا مگر اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مد متصل جب کئی جگہ ہوں تو جس قول کو پہلی جگہ لیا ہے وہی دوسری تیسری جگہ رہے، مثلاً (وَالسَّمَآءَ بِنَآءً) میں اگر اقوال کو ضرب دیا جائے تو نو وجہیں ہوتی ہیں اور ان میں سے تین وجہ مساوات کی ہیں وہ صحیح ہیں باقی چھ وجہیں غیر صحیح ہیں ایسا ہی جب مد منفصل کئی جمع ہوں تو ان میں بھی اقوال کو خلط نہ کرے مثلاً (لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ) اس میں بھی یہ نہ چاہیے کہ پہلی جگہ ایک قول لے دوسری جگہ دوسرا قول لیا جائے بلکہ مساوات کا خیال رکھنا چاہیے ۳؎۔

فائدہ: جب مد منفصل اور مد متصل جمع ہوں اور مثلاً منفصل مقدم ہو متصل پر مثل

۱؎ یعنی صلاحیت مد کی وجہ سے مد ہوتا ہے ورنہ اصلاً حرف لین حرف مد نہیں ہے لیکن اگر حرف لین میں صفت لین نہ ادا کی جاوے یا حرف لین کو سخت کر دیا جاوے تو حرف بھی غلط ہوگا۔اور مد بھی نہ ہو سکے گا۔۱۲،ابن ضیاء

۲؎ یہ مثالیں وقف بالروم کی ہیں اور وقف بالاشمام کی مثال اِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ۔۱۲،ابن ضیاء

۳؎ اسی طرح ان مدود میں لغرض الاعلان بھی کہیں دو کہیں ڈھائی کہیں چار الف نہ پڑھنا چاہیے اس لیے کہ ان میں خلف واجب ہے جس کا حکم یہ ہے کہ جس سے جس طرح ثابت ہو اسی طرح پڑھنا چاہیے بخلاف مد عارض کے کہ اس میں کل قراء سے تینوں وجہیں طول، توسط، قصر ثابت ہے ایسے اختلاف کو خلاف جائز کہتے ہیں البتہ افہام وتفہیم کے لیے جس طرح کتاب میں یہ بیان کیا گیا ہے اسی طرح لکھ کر مقدار ضربی سے وجہ صحیح اور غیر صحیح نکال کر سمجھ لیا جاوے اور اگر متصل منفصل ایک جگہ آوے اور ان میں مساوات نہ رہے تو کوئی حرج نہیں لیکن متصل پر منفصل کو ترجیح نہ دینا چاہیے اس لیے کہ متصل منفصل سے قوی ہے۔۱۲،ابن ضیاء

(هٰٓؤُلَآءِ) کے تو جائز ہے منفصل میں قصر اور دو الف اور متصل میں دو الف ڈھائی الف، چار الف اور جب منفصل میں ڈھائی الف مد کیا جائے تو متصل میں ڈھائی الف چار الف مد جائز ہے۔اور دو الف غیر جائز ہے اس واسطے کہ متصل منفصل سے اقویٰ ہے اور ترجیح ضعیف کی قوی پر غیر جائز ہے اور جب منفصل میں چار الف مد کیا تو متصل میں صرف چار الف مد ہوگا اور ڈھائی الف دو الف اس صورت میں غیر جائز ہوگا وجہ وہی رجحان ۱؎ کی ہے اور جب مد متصل منفصل پر مقدم ہو مثل (جَآءُوْٓا اٰبَآءَهُمْ) تو اگر متصل میں چار الف مد کیا تو منفصل میں چار الف، ڈھائی الف، دو الف اور قصر جائز ہے اور اگر ڈھائی الف مد کیا ہے تو منفصل میں ڈھائی الف، دو الف اور قصر جائز ہے اور چار الف غیر جائز ہے ایسا ہی اگر متصل میں دو الف مد کیا ہے تو منفصل میں صرف دو الف اور قصر ہوگا۔ اور ڈھائی الف چار الف ۲؎ مد نہ ہوگا۔

فائدہ: جب متصل منفصل کئی جمع ہوں مثل (بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ) تو انہیں قواعد پر قیاس کر کے وجہ صحیح غیر صحیح نکال لی جائے۔

فائدہ: جب متصل کا ہمزہ اخیر کلمہ میں واقع ہو اور اس پر وقف اسکان یا اشمام کے ساتھ کیا جائے مثل (یَشَآءُ، قُرُوْٓءٍ، نَسِیْٓءُ) تو اس وقت میں طول بھی جائز ہے اور سکون کی وجہ سے قصر جائز نہ ہوگا۔اس واسطے کہ اس صورت میں سبب اصلی کا الغا اور سبب عارضی کا اعتبار لازم آتا ہے اور یہ غیر جائز ہے اور اگر وقف بالروم کیا ہے تو صرف توسط ۳؎ ہوگا۔

فائدہ: خلاف جائز ۴؎ سے جو وجہیں نکلتی ہیں مثل اوجہ بسملہ وغیرہ کے ان میں سب وجہوں کا ہر جگہ پڑھنا معیوب ہے اس قسم کی وجہوں میں ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے البتہ افادہ کے لحاظ سے سب وجہوں کا ایک جگہ جمع کر لینا معیوب نہیں۔

۱؎ یعنی ترجیح لازم آئے گی۔۱۲،ابن ضیاء

۲؎ تاکہ ترجیح لازم نہ آئے۔۱۲،ابن ضیاء

۳؎ روم اگرچہ از قسم وقف ہے لیکن حکم میں وصل کے ہے اس وجہ سے صرف مد متصل کا توسط ہوگا۔۱۲،ابن ضیاء

۴؎ یعنی جن مختلف فیہ وجہوں پر کل قراء کا اتفاق ہو مثل کیفیت وقف اسکان، اشمام، روم یا مد عارض کے وجوہ ثلثہ وغیرہ اس میں کسی ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے۔۱۲،ابن ضیاء

Scanned by CamScanner

فائدہ: اس فصل میں جو غیر جائز اور غیر صحیح کہا گیا ہے مراد اس سے غیر اولیٰ ہے قاری ماہر کے واسطے معیوب ہے۔

فائدہ: اختلاف مرتب میں خلط کرنا یعنی ایک لفظ کا اختلاف دوسرے پر موقوف ہو مثلاً (فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ) اس میں اٰدَمُ کو مرفوع پڑھیں تو كَلِمٰتٍ کو منصوب پڑھنا ضروری ہے ایسا ہی بالعکس [1] ایسے اختلاف کے موقع پر خلط بالکل حرام ہے اور اگر ایک روایت کا التزام کر کے پڑھا اور اس میں دوسرے کو خلط کر دیا تو کذب فی الروایت لازم آئے گا۔ اور علیٰ حسب التلاوۃ خلط جائز ہے مثلاً حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں دو طریق مشہور ہیں: ایک امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ، دوم جزری رحمۃ اللہ علیہ تو ان میں خلط کرنا اس لحاظ سے کہ دونوں وجہ حفص رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہیں کچھ حرج [2] نہیں خصوصاً جب ایک وجہ عوام میں شائع ہوگئی ہو اور دوسری وجہ مشہور ثابت عند القراء متروک [3] ہوگئی ہو تو ایسی صورت میں لکھنا پڑھنا، پڑھانا نہایت ضروری ہے۔ متاخرین کے اقوال و آراء میں خلط کرنا چنداں مضائقہ [4] نہیں۔

فصل چوتھی وقف کے احکام میں

وقف کے معنی اخیر کلمہ غیر موصول پر سانس کا توڑنا۔ اب اگر وہاں پر کوئی آیت ہے یا کوئی وقف اوقاف معتبرہ سے ہے تو بعد کے کلمہ سے ابتدا کرے ورنہ جس کلمہ پر سانس توڑے اس کا اعادہ کرے اور وسط کلمہ پر اور ایسے ہی جو کلمہ دوسرے کلمہ سے موصول ہو اس پر وقف جائز نہیں

[1] لیکن بروایت حفص رحمۃ اللہ علیہ یہ عکس جائز نہیں۔ ۱۲، ابن ضیاء

[2] جب کہ التزام طرق منصود نہ ہو اور اگر التزام طریق ہو یعنی یہ خیال کر کے پڑھے کہ ہم فلاں طریق سے پڑھیں گے تو اس صورت میں خلط کرنا درست نہیں مثلاً بطریق شاطبی منفصل میں قصر نہیں ہے تو طریق شاطبی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے والوں کے لیے قصر جائز نہیں کیونکہ کذب فی الطرق لازم آئے گا۔ ۱۲ ابن ضیاء

[3] یعنی جو وجہ قراء سے ثابت ہو اور اس کا پڑھنا پڑھانا ترک کر دیا ہو ایسی وجہوں کی بابت حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

[4] یعنی جب کہ الزام طرق مقصود نہ ہو تو اختلاط طریق اور خلط فی الاقوال جائز ہے۔ جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

ایسے ہی ابتدا اور اعادہ بھی جائز نہیں اب معلوم ہونا چاہیے کہ جس کلمہ پر سانس توڑنا چاہتا ہے اگر وہ پہلے سے ساکن ہے تو محض وہاں پر سانس توڑ دیں گے اور اگر وہ کلمہ اصل میں ساکن ہے مگر حرکت اس کو عارض ہوگئی ہے تب بھی وقف محض اسکان کے ساتھ ہوگا مثل (عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ، وَاَنْذِرِ النَّاسَ) اور اگر وہ حرف موقوف متحرک ہے تو اس کے آخر میں تا (ۃ) بصورت ہا (ہ) ہوگی یا نہیں۔ اگر تا بصورت ہا ہے تو وقف میں اس تا کو ہائے ساکنہ سے بدل دیں گے مثل (رَحْمَةٌ، نِعْمَةٌ) اور اگر ایسا نہ ہو تو آخر حرف پر اگر دو زبر ہیں تو تنوین کو الف سے بدل دیں گے مثل (سَوَآءً، هُدًى) اور اگر حرف موقوف پر ایک زبر ہے تو وقف اسکان کے ساتھ ہوگا مثل (يَعْلَمُوْنَ) کے اور اگر آخیر حرف پر ایک پیش یا دو پیش ہوں تو مثل (وَبَرْقٌ يَفْعَلُ) تو وقف اسکان اور اشمام اور روم تینوں جائز ہیں۔

اشمام کے معنی ہیں حرف کو ساکن کر کے ہونٹوں کا ضمہ کی طرف اشارہ کرنا اور روم کے معنی ہیں حرکت کو خفی صوت سے ادا کرنا اور اگر اخیر حرف پر ایک زیر یا دو زیر ہوں مثل (ذُو انْتِقَامٍ، وَلَا فِي السَّمَآءِ) تو وقف میں اسکان اور روم دونوں جائز ہیں۔

فائدہ: روم اور اشمام اسی حرکت پر ہوگا جو کہ اصلی ہوگی اور اگر حرکت عارضی ہوگی تو روم و اشمام جائز نہ [1] ہوگا مثل (اَنْذِرِ، الَّذِيْنَ، عَلَيْكُمُ، الصِّيَامُ)

فائدہ: روم کی حالت میں تنوین حذف ہوجائے گی جیسا کہ ہا (ہ) ضمیر کا صلہ وقف بالروم اور بالاسکان میں حذف ہوتا ہے مثل (بِهٖ لَهٗ) کے۔

فائدہ: اَلظُّنُوْنَا اور الرَّسُوْلَا اور السَّبِيْلَا جو سورۂ احزاب میں ہے۔ اور پہلا (قَوَارِيْرَا) جو سورۂ دہر میں ہے اور اَنَا جو ضمیر مرفوع منفصل ہے ایسے ہی (لٰكِنَّا) جو سورۂ کہف میں ہے ان کے آخر کا الف وقف میں پڑھا جائے گا اور وصل میں نہیں پڑھا جائے گا اور (سَلٰسِلَا) جو سورۂ دہر میں ہے جائز ہے وقف کی حالت میں اثبات الف اور حذف الف۔

فائدہ: آیات پر وقف کرنا زیادہ احب اور مستحسن ہے اور اس کے بعد جہاں (م) لکھی ہو اور اس کے بعد جہاں (ط) لکھی ہو اور اس کے بعد جہاں (ج) لکھی ہو اس کے بعد جہاں

[1] اس لیے کہ سکون اصلی مانع روم و اشمام ہے لفظ اَنْذِرَ میں (ر) کا زبر اور عَلَيْكُمُ کو میم کا پیش یہ حرکت عارضی اجتماع ساکنین کی وجہ سے ہے۔ ۱۲ ابن ضیاء الہ آبادی

Scanned by CamScanner

(ز) لکھی ہو، اولیٰ پر غیر اولیٰ کو ترجیح نہ دینا چاہیے یعنی آیت کو چھوڑ کر غیر آیت پر وقف کرنا۔ یا (م) کی جگہ وصل کر کے (ط) وغیرہ پر وقف کرنا بلکہ ایسا انداز رکھے کہ جب سانس توڑے تو آیت پر یا (م، ط) پر، بعض کے نزدیک جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی ہو تو وہاں پر وصل اولیٰ ہے فصل سے، اور وصل کی جگہ وقف یا وقف کی جگہ وصل کرنے سے معنی نہیں بدلتے اور محققین کے نزدیک نہ یہ گناہ نہ کفر ہے البتہ قواعد عرفیہ [1] کے خلاف ہے جن کا اتباع کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ ایہام معنی غیر مراد لازم نہ آئے ایسا ہی اعادہ میں بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔ بعض جگہ اعادہ نہایت قبیح ہوتا ہے جیسا کہ وقف کہیں حَسَن، کہیں احسن، یا کہیں قبیح، کہیں اقبح ہوتا ہے ایسا ہی اعادہ کی بھی چار قسم ہے تو جہاں سے اعادہ حسن یا احسن ہو وہاں سے کرنا چاہیے ورنہ اعادہ قبیح سے ابتدا بہتر ہے۔ مثلاً (قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ) سے اعادہ حسن ہے۔ اور (اِنَّ اللّٰهَ) سے قبیح ہے۔

فائدہ: تمام اوقاف پر سانس توڑنا باوجود دم ہونے کے ایسا نہ چاہیے۔ قاری کی مثال مثل مسافر اور اوقاف کی مثل منازل کے لکھتے ہیں تو جب ہر منزل پر بلا ضرورت ٹھہرنا فضول اور وقت کو ضائع کرنا ہے تو ایسا ہی ہر جگہ وقف کرنا فعل عبث ہے جتنی دیر وقف کرے گا اتنی دیر میں ایک دو کلمہ ہو جائیں گے۔ البتہ لازم [2] مطلق پر اور ایسے ہی جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی نہ ہو ایسی جگہ وقف کرنا ضروری اور مستحسن ہے اور کلمہ کو محض ساکن کرنا یا اور جو احکام وقف کے ہیں ان کو کرنا، بلا سانس توڑے اس کو وقف نہیں کہتے یہ سخت غلطی ہے۔

فائدہ: کلمات میں تقطیع [3] اور سکتات نہ ہونے چاہیے۔ خصوصاً سکون پر، البتہ جہاں روایۃً ثابت ہوا ہے وہاں سکتہ کرنا چاہیے اور یہ چار جگہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آیات پر سکتہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا

---

[1] یعنی جن قواعد کی پابندی عرفاً ضروری ہے اگر اس کے خلاف کیا جائے تو غلط پڑھنے والا قابل ملامت ہے یہاں پر اس سے مراد قواعد عربیہ ہیں۔ ۱۲ ابن ضیاء الہ آبادی

[2] یعنی وقف لازم ہو یا وقف مطلق ہو۔ ۱۲، ابن ضیاء

[3] غلطی سے تقطیع وسط کلمہ میں ہوتی ہے اور سکتہ آخر کلمہ میں ہوتا ہے باقی کیفیت ادا میں کچھ فرق نہیں۔ آواز دونوں میں بند ہو جاتی ہے۔ اور سانس دونوں میں جاری رہتا ہے۔ صرف اطلاق اور محل کا فرق ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

نہایت ضروری ہے اگر سکتہ نہ کیا جائے تو شیطان کا نام ہو جائے گا سخت غلطی ہے۔ وہ سات جگہ یہ ہیں: (دُلِل، هَرب، کیو، کنع، کنس، تعل، بعل) اگر ایسا ہی کسی کلمہ کا اول کسی کلمہ کا آخر ملا کر کلمات گڑھ لیے جائیں تو اور بھی بہت سے سکتے نکلیں گے جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مقدمہ جزریہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وَمَا اشْتَهَرَ عَلٰى لِسَانِ بَعْضِ الْجَهَلَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِيْ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ لِلشَّيْطٰنِ كَذَا مِنَ الْاَسْمَآءِ فِيْ مِثْلِ هٰذِهِ التَّرَاكِيْبِ مِنَ الْبِنَاءِ فَخَطَاءٌ فَاحِشٌ وَاِطْلَاقٌ قَبِيْحٌ ثُمَّ سَكْتُهُمْ عَلٰى نَحْوِ دَالِ الْحَمْدِ وَكَافِ اِيَّاكَ وَاَمْثَالِهَا غَلَطٌ صَرِيْحٌ. [1]

فائدہ: (كَاَيِّنْ) میں جو نون ساکن ہے یہ نون تنوین کا ہے اور مرسوم ہے اس لفظ کے سوا مصحف عثمانی میں کہیں تنوین نہیں لکھی جاتی اور قاعدہ سے یہاں تنوین وقف کی حالت میں حذف ہونا چاہیے۔ مگر چونکہ وقف تابع رسم خط کے ہوتا ہے۔ اور یہاں تنوین مرسوم ہے اس وجہ سے وقف میں ثابت رہے گی۔

فائدہ: آخر کلمہ کا حرف علت جب غیر مرسوم ہو تو وقف میں بھی محذوف ہوگا اور جو مرسوم ہوگا وہ وقف میں بھی ثابت ہوگا۔ ثابت فی الرسم کی مثال (وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ، لَا تَسْقِي الْحَرْثَ) اور محذوف فی الرسم کی مثال (فَارْهَبُوْنِ، وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ) سورۂ نساء میں (نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ) سورۂ یونس میں مَتَابِ، عِقَابِ) سورۂ رعد میں مگر سورۂ نمل میں جو (فَمَآ اٰتٰنِ ءَ اللّٰهُ) اس کی یاء باوجودیکہ غیر مرسوم ہے وقف میں جائز ہے اثبات اور حذف اس واسطے کہ وصل میں حفص رحمۃ اللہ علیہ اس کو مفتوح پڑھتے۔ (وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ) سورۂ اسراء میں (وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ) سورۂ شوریٰ میں (يَدْعُ الدَّاعِ) سورۂ قمر میں (سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ) سورۂ علق میں (اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ) سورۂ نور میں (يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ) سورۂ زخرف میں (اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ) سورۂ رحمان میں البتہ اگر تماثل فی الرسم کی وجہ سے غیر مرسوم ہوگا تو اس قسم کا محذوف وقف میں ثابت ہوگا اس کی مثال

---

[1] ترجمہ: اور بعض جہلاء کی زبان پر جو مشہور ہے کہ قرآن میں سورۂ فاتحہ کے اندر مثل ان تراکیب مذکورہ میں شیطان کے سات نام ہیں پس یہ سخت غلطی اور اطلاق قبیح ہے پھر ان کا اَلْحَمْدُ کا دال اور اِيَّاكَ کے کاف پر اور اس کے امثال میں سکتہ کرنا کھلی غلطی ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء۔

Scanned by CamScanner

(یُحۡیِ و یَسۡتَحۡیِ و اِنۡ تَلۡوٗاۤ و لِتَسۡتَوٗا، جَآءَ، مَآءَ، تَرَآءَ [1] الۡجَمۡعٰنِ)

فـــائدہ: (لَا تَاۡمَنَّا عَلٰی یُوۡسُفَ اصل میں (وَلَا تَامَنُنَا) دونون ہیں اور پہلا نون مضموم ہے دوسرا مفتوح اور لَا نافیہ ہے اس میں محض اظہار اور محض ادغام جائز نہیں بلکہ ادغام کے ساتھ اشمام ضرور کرنا چاہیے اور اظہار کی حالت میں روم ضروری ہے۔

فـــائدہ: حروف مبدوء [2] اور موقوف کا خیال رکھنا چاہیے کہ کامل طور سے ادا ہوں خاص کر جب ہمزہ یا عین موقوف کسی حرف ساکن کے بعد ہو مثل (شَیۡءٌ، سُوۡٓءٍ، جُوۡعٍ) اکثر خیال نہ کرنے سے ایسے موقع پر حرف بالکل نہیں ادا ہوتا، یا ناقص ادا ہوتا ہے۔

فـــائدہ: نون خفیفہ قرآن شریف میں دو جگہ ہے ایک (وَلَیَکُوۡنًا مِّنَ الصّٰغِرِیۡنَ) سورۂ یوسف میں دوسرا (لَنَسۡفَعًا) سورۂ اِقراء میں، یہ نون وقف میں الف سے بدل جائے گا اس وجہ سے کہ اس کی رسم الف کے ساتھ ہے۔

خـــاتمـــہ

پہلی فصـــل

جاننا چاہیے کہ قاری مقری کے واسطے چار علموں کا جاننا ضروری ہے ایک تو علم تجوید یعنی حروف کے مخارج اور اس کی صفات کا جاننا۔ دوسرا علم اوقاف ہے یعنی اس بات کو جاننا کہ اس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا چاہیے۔ اور کس طرح نہ کرنا چاہیے۔ اور کہاں معنی کے اعتبار سے قبیح اور حسن ہے اور کہاں لازم اور غیر لازم ہے تجوید کے اکثر مسائل بیان ہو چکے ہیں اور اوقاف [3] جو قبیل ادا سے ہیں وہ بھی بیان کر دیئے گئے ہیں اور جو قبیل معنی سے ہیں مختصر طور سے ان کے رموز کا بھی جو دال علی المعانی ہیں بیان کر دیا اور بالتفصیل بیان کرنے سے کتاب طویل ہو جائے گی اور مقصود اختصار ہے۔ اور تیسرے رسم عثمانی ہے۔ اس کا بھی جاننا نہایت ضروری ہے یعنی کس کلمہ کو کہاں پر کس طرح لکھنا چاہیے۔ کیونکہ کہیں تو رسم مطابق تلفظ کے ہے اور کہیں غیر مطابق۔ اب اگر ایسے

[1] بحالت وقف تَرَآءَ ہوگا۔ ۱۲، ابن ضیاء

[2] یعنی جس کلمہ سے ابتدا کی جائے۔ ۱۲، ابن ضیاء۔ [3] یعنی کیفیتِ وقف۔ ۱۲ ابن ضیاء

موقع پر جہاں مطابقت نہیں ہے وہاں لفظ کو مطابق رسم کے تلفظ کیا تو بڑی بھاری غلطی ہو جائے گی مثلاً (رَحۡمٰن) بے الف کے لکھا جاتا ہے اور (بِاَیۡیدٍ) سورۂ ذاریات میں دو یا (ی) سے لکھا جاتا ہے اور (لَاۡاِلَی اللّٰہِ تُحۡشَرُوۡن، لَاۡاَوۡضَعُوۡا، لَاۡاَذۡبَحَنَّہٗ لَاۡ اَنۡتُمۡ) ان چاروں جگہوں میں لام تاکید کا ہے اور لکھنے میں لام الف ہے اب ان جگہوں میں مطابقت رسم سے لفظ مہمل اور مثبت منفی ہو جاتا ہے اور یہ رسم توقیفی [1] اور سماعی ہے۔ اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں اس واسطے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جس وقت قرآن شریف نازل ہوتا تھا، اسی وقت لکھا جاتا تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس متفرق طور سے لکھا ہوتا تھا اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اکٹھا ایک جگہ جمع کیا گیا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہایت ہی اہتمام اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعدد قرآن شریف لکھوا کر جا بجا بھیجے گئے جمع اول اور جمع ثانی میں اتنا فرق ہے کہ پہلی دفعہ میں جمع غیر مرتب تھا اور جمع ثانی میں سورتوں کی ترتیب کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کام کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا کیونکہ یہ کاتب الوحی تھے اور عُرضۂ اخیرہ [2] کے مشاہد اور اسی عرضہ کے موافق جناب رسول مقبول ﷺ کو قرآن سنایا تھا اور باوجود سارے کلام مجید مع سبعہ احرف کے حافظ ہونے کے پھر بھی یہ احتیاط اور اہتمام تھا کہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم تھا کہ جو کچھ جس کے پاس قرآن شریف لکھا ہوا ہو وہ لا کر پیش کریں اور کم از کم دو گواہ بھی ساتھ رکھتا ہو کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ لکھا گیا ہے۔ اور جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت رسول مقبول ﷺ کے سامنے لکھا تھا ویسا ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھوایا بلکہ بعض ائمہ اہل رسم اس کے قائل ہیں کہ یہ رسم عثمانی حضرت رسول اللہ ﷺ کے امر اور املاء سے ثابت ہوئی ہے اس طرح پر یہ قرآن شریف باجماعت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس رسم خاص پر غیر معرب غیر منقط لکھا گیا۔ اس کے بعد قرن ثانی میں آسانی کی غرض سے اعراب اور نقطے بھی حروف میں دیئے گئے اب معلوم ہوا کہ یہ رسم توقیفی ہے ورنہ جس طرح ائمہ دین نے اعراب اور نقطے آسانی کے لیے دیئے ہیں ایسا ہی رسم غیر

[1] یعنی جس طرح جو رسم ثابت ہوتی ہوئی ہم تک پہونچی ہے۔ ۱۲، ابن ضیاء

[2] اس کے معنی دور کے ہیں یعنی حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ جو آخر مرتبہ قرآن پاک کا دور فرمایا تھا۔ ۱۲، ابن ضیاء محب الدین عفی عنہ ناروی الٰہ آبادی

Scanned by CamScanner

مطابق کو مطابق کر دیتے ہیں۔ اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما اور جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم اس غیر مطابق اور زوائد کو دیکھتے اور پھر اس کی اصلاح نہ فرماتے خاص کر قرآن شریف میں اسی واسطے جمیع خلفاء اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ وغیرہم رحمہم اللہ نے اس رسم کو تسلیم کیا ہے اور اس کے خلاف کو جائز نہیں رکھا اور بعض اہل کشف نے اس رسم خاص میں بڑے بڑے اسرار بیان کیے ہیں۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ رسم بمنزلہ حروف مقطعات اور آیات متشابہات کے ہے۔ (وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا) اور چوتھے علم قراءت ہے اور یہ وہ علم ہے جس سے اختلاف الفاظ وحی کے معلوم ہوتے ہیں اور قراءت دو قسم پر ہے ایک تو وہ قراءت ہے جس کا پڑھنا صحیح ہے اور اس کی قرآنیت کا اعتقاد کرنا ضروری اور لازمی ہے۔ اور انکار اور استہزاء گناہ اور کفر ہے۔ اور یہ وہ قراءت ہے جو قراء عشرہ سے بطریق تواتر اور شہرت سے ثابت ہوئی ہے اور جو قراءت ان سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت نہیں ہوئیں یا ان کے ماسوا سے مروی ہیں وہ سب شاذہ ہیں اور شاذہ کا حکم یہ ہے کہ اس کا پڑھنا قرآنیت کے اعتقاد سے یا اس طرح کہ سامع کو قرآن شریف پڑھے جانے کا وہم ہو، حرام اور ناجائز ہے۔ آج کل یہ بلا بہت ہو رہی ہے کہ کوئی قراءت متواترہ پڑھے تو مسخرہ پن کرتے ہیں اور ٹیڑھی بانکی قراءت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور بعض حفاظ قاری صاحب بننے کو تفسیر وغیرہ دیکھ کر اختلافِ قراءت سے پڑھنے لگتے ہیں۔ اور یہ تمیز نہیں ہوتی کہ یہ کون سی قراءت ہے۔ آیا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اور شاذ ہے یا متواتر۔ دونوں حضرات کا حکم ماسبق سے معلوم ہو چکا کہ کس درجہ بُرا کرتے ہیں۔

دوسری فصل

قرآن شریف کو الحان اور انغام کے ساتھ پڑھنے میں اختلاف ہے بعض حرام، بعض مکروہ، بعض مباح، بعض مستحب کہتے ہیں پھر اطلاق اور تقیید میں بھی اختلاف ہے مگر قول محقق اور معتبر یہ ہے کہ اگر قواعد موسیقیہ کے لحاظ سے قواعد تجوید کے بگڑ جائیں تب تو مکروہ یا حرام ہے ورنہ مباح ہے یا مستحب اور مطلقاً تحسین صوت سے پڑھنا مع رعایت قواعد تجوید کے مستحب اور مستحسن ہے جیسا کہ اہل عرب عموماً خوش آوازی اور بلا تکلف، بلا رعایت قواعد موسیقیہ سے ذرّہ بھر بھی واقف

نہیں ہوتے اور نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھتے ہیں اور یہ خوش آوازی ان کی طبعی اور جبلی ہے اسی واسطے ہر ایک کا لہجہ الگ الگ اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے ہر ایک اپنے لہجہ کو ہر وقت پڑھ سکتا ہے، بخلاف انغام کے کہ ان کے اوقات مقرر ہیں کہ دوسرے وقت میں نہیں بنتے اور نہ اچھے معلوم ہوتے ہیں یہاں سے معلوم ہو گیا کہ نغم اور لہجہ میں کیا فرق ہے طرز طبعی کو لہجہ کہتے ہیں بخلاف نغم کے، اب یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ انغام کسے کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ تحسین صوت کے واسطے جو خاص قواعد مقرر کیے گئے ہیں ان کا لحاظ کر کے پڑھنا، یعنی کہیں گھٹانا، کہیں بڑھانا، کہیں جلدی کرنا، اور کہیں نہ کرنا، کہیں آواز کو پست کرنا، اور کہیں بلند کرنا، کسی کلمہ کو سختی سے ادا کرنا، کسی کو نرمی سے، کہیں رونے کی سی آواز نکالنا، کہیں کچھ اور کہیں کچھ، جو جانتا ہو وہ بیان کرے۔ البتہ جو بڑے بڑے اس فن کے ماہر ہیں ان کے یہ قول سنے گئے ہیں کہ اس سے کوئی آواز خالی نہیں ہوتی ضرور بالضرور کوئی نہ کوئی قاعدہ موسیقی کا پایا جائے گا۔ خصوصاً جب انسان ذوق وشوق میں کوئی چیز پڑھے گا باوجودیکہ وہ کچھ بھی اس فن سے واقف نہ ہو مگر کوئی نہ کوئی نغم سرزد ہو گا اسی واسطے بعض محتاط لوگوں نے اس طرح پڑھنا شروع کیا، کہ تحسین صوت کا ذرہ بھر بھی نام نہ آوے کیونکہ تحسین صوت کو لازم ہے نغم، اور اس سے احتیاط ہے اور یہی بعض اہل احتیاط اہل عرب کو کہتے ہیں کہ وہ لوگ تو گا کے پڑھتے ہیں حالانکہ یہ تحسین کسی طرح ممنوع نہیں اور نہ اس سے مفر ہے خلاصہ اور ماحصل ہمارا یہ ہے کہ قرآن شریف کو تجوید سے پڑھنا اور فی الجملہ خوش آوازی سے پڑھے اور قواعد موسیقیہ کا خیال نہ کرے کہ موافق ہے، یا مخالف اور صحت حروف اور معانی کا خیال کرے اور معنی اگر نہ جانتا ہو تو اتنا ہی خیال کافی ہے، کہ مالک الملک عزوجل کے کلام کو پڑھ رہا ہوں اور وہ سن رہا ہے اور پڑھنے کے آداب مشہور ہیں۔

تمت بالخیر

Scanned by CamScanner

تلاوت قرآن کریم کے آداب ومسائل

الفه عبدالرحمٰن بن محمد بشیر خاں عفاالله عنه وعن والدیه

قرآن مجید کا ادب واحترام بہت ضروری ہے۔(۱)مسئلہ: پڑھنے والے کو چاہیے کہ پاک وصاف ہواور باوضوقبلہ روہوکر پاک جگہ بیٹھ کر پڑھے(۲)مسئلہ: بے وضوقرآن مجید کو نہ چھونا چاہیے۔(۳)مسئلہ: قرآن مجید نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ (۴)مسئلہ: قرآن مجید کوخوش آوازی سے پڑھنا چاہیے۔(۵)مسئلہ: قرآن مجید کو اعوذ بالله اور بسم الله پڑھ کرشروع کرنا چاہیے۔لیکن سورۂ توبہ کے شروع میں بسم الله نہ پڑھنا چاہیے، چاہے شروع قراءت ہو یا درمیان قراءت ہواور اگر درمیان قراءت میں سورۂ توبہ شروع کریں تو کسی قسم کا استعاذہ نہ کرنا چاہیے۔(۶)مسئلہ: قرآن مجید کودیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے۔(۷)مسئلہ: قرآن مجید سُننا تلاوت کرنے اور نفل پڑھنے سے افضل ہے۔ (۸)مسئلہ: قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے، جب کہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو ایذا نہ پہونچے (۹)مسئلہ: قرآن مجید کے پڑھنے میں صحت الفاظ اور قواعد تجوید کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے حتی الامکان اوقاف میں غلطی نہ ہونا چاہیے۔(۱۰)مسئلہ: جوشخص غلط قرآن پڑھتا ہوتو سننے والے پر واجب ہے کہ بتادے بشرطیکہ بتانے کی وجہ سے کینہ وحسد پیدا نہ ہو۔ (۱۱)مسئلہ: تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنا خلاف اولیٰ ہے۔(۱۲)مسئلہ: قرآن مجید جب ختم ہوتو تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا بہتر ہے۔(۱۳)مسئلہ: قرآن مجید ختم کر کے دوبارہ شروع کرتے ہوئے مُفْلِحُوْن تک پڑھنا افضل ہے۔(۱۴)مسئلہ: قرآن مجید ختم ہونے پر دعا مانگنا چاہیے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔(۱۵)مسئلہ: تلاوت کرتے وقت کسی شخص معظم دینی مثلاً بادشاہ اسلام یا عالم دین یا پیر یا باپ آجائے تو تلاوت کرنے والا اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوسکتا ہے۔(۱۶)مسئلہ: غسل خانہ اور موضع نجاست میں قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں۔

ابن ضیاء عفی عنہ، ناروی مدرس مدرسہ سبحانیہ، الٰہ آباد

۲۱ ربیع الاول ۵۸ ۱۳ھ یوم جمعہ

معرفة الرُّسُوم

از فخر القراء جناب حافظ قاری مولوی ابن ضیاء محبّ الدین احمد صاحب ناروی الٰہ آبادی مصنف تحفۃ المبتدی ومعارف ثلثہ صانہ الله تعالیٰ عن جمیع الشرور والمبادی

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الْمُجْتَبٰى۔

اَمَّا بَعْدُ: احقر ابن ضیاء محب الدین احمد عفی عنہ ساکن قصبہ نارہ، ضلع الٰہ آباد کہتا ہے کہ فن رسم خط عثمانی ایسی عجیب چیز ہے کہ عقل انسانی اس کے نکات سے حیران اور ششدر ہے اسی وجہ سے اس کا معلوم کرنا اس قدر ضروری ہے کہ بلاعلم رسم قرآن صحیح پڑھنا دشوار، اور رسم قرآنی من جملہ ارکان قرآن ہے۔ چونکہ فن رسم میں اردو کا کوئی ایسا رسالہ معلوم نہیں ہوا کہ جس کو مبتدی طلباء کما حقہ سمجھ سکیں۔ ایسے رسالہ کی بابت بعض احباب کے حسن ظن اور اصرار نے باوجود قلت فرصت کے مجھ کو لکھنے پر مجبور کیا، لہٰذا خدا کے بھروسہ پر یہ کام شروع کرتا ہوں اور اس رسالہ کا نام: "**معرفة الرسوم**" رکھتا ہوں، الله پاک قبول فرما کر شائقین فن کو اس سے نفع پہونچادے۔ آمین، والله المُوَفِّقُ والمُعِيْنُ۔

پہلی فصل

رسم خط کی تعریف وغیرہ کے بیان میں:

رسم خط قرآنی کی تعریف یہ ہے کہ کلام پاک کو موافق اس رسم کے لکھنا جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بنابر اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت اور متقدمین سے منقول ہے اسی وجہ سے اس رسم خط کی اتباع ائمہ اربعہ کے نزدیک واجب ہے۔ اور موضوع اس کا نقوش قرآنی اور غایت صحت رسم وقراءت قرآن ہے۔ اس رسم کی دو قسمیں ہیں: اول رسم قیاسی: یعنی مرسوم مطابق ملفوظ کے

ہو۔ رسم قیاسی کی دو قسمیں ہیں: (۱) ایک رسم قیاسی مطلق یعنی مرسوم مطابق ملفوظ کے بالاتفاق ہو جیسے مَلِكِ النَّاس. (۲) رسم قیاسی مقید یعنی مرسوم کسی خاص قراءت مطابق ملفوظ کے ہو جیسے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بقراءت حذف الف اگرچہ یہ رسم قیاسی کی قسم ہے لیکن حکم میں رسم غیر قیاسی کے ہے کیونکہ ایسی رسم کسی نہ کسی قراءت میں مخالف مقروء کے ہوگی اور رسم قیاسی مطلق محتاج بیان نہیں کیونکہ یہ رسم عقل اور اصل کے موافق ہے مگر جہاں خلاف اصل کا کسی وجہ سے وہم واحتمال ہوگا وہاں اصل کی تصریح کی جاوے گی۔

دوسری قسم رسم غیر قیاسی: یعنی مرسوم موافق مقروء کے نہ ہو یا موافق اصل کے نہ ہو۔ اس کی چند صورتیں ہیں:

اول ابدال: یعنی ملفوظ حرف کی جگہ دوسرا حرف مرسوم ہو جیسے صَلٰوۃٌ۔

دوسرے حذف: یعنی کسی حرف مقروء کو نہ لکھنا جیسے سَلٰمٌ وغیرہ۔

تیسرے اثبات: یعنی کسی حرف غیر مقروء کو لکھنا جیسے بِأَيْيدٍ وغیرہ۔

چوتھے وصل: یعنی دو کلموں کو ملا کر لکھنا جیسے بِئْسَمَا وغیرہ اس کو موصول کہتے ہیں۔ اور اگر ملا ہوا نہ لکھا ہو تو اس کو مقطوع کہتے ہیں۔

اس رسم غیر قیاسی کی دو قسمیں ہیں: اول رسم اصطلاحی: یعنی مرسوم مخالف ملفوظ کے ہو بلا احتمال اختلاف قراءت کے جیسے لَاِلَی اللهِ تُحْشَرُوْنَ۔

دوسری رسم احتمالی: یعنی وہ رسم جو قراءاتِ مختلفہ کو مشتمل اور محتمل ہو جیسے يَعْلَمُوْنَ اور تَعْلَمُوْنَ کہ رسماً یہ دونوں ایک ہیں کیونکہ اصل رسم عثمانی غیر منقوط اور غیر معرب ہے لہٰذا یہ رسم قراءاتِ مختلفہ صیغۂ غائب اور خطاب دونوں کو شامل ہے۔

دوسری فصل

ہمزہ کے بیان میں:

ہر حرف کے لیے خاص خاص صورتیں موضوع ہیں بخلاف ہمزہ کے کہ اس کے لیے کوئی صورت اصلی وضع نہیں کی گئی بلکہ بقاعدہ متعینہ ہمزہ کبھی الف اور کبھی واؤ اور کبھی یاء کی صورت میں ہوتا ہے اور کبھی محذوف الرسم بھی ہوتا ہے اس موقع پر حذف میں متاخرین توضیح کے لیے عین کا

سرا (ء) لکھتے ہیں جیسے دِفْءٌ وغیرہ اور موقع اثبات میں اگر ہمزہ ساکن ہو تو ان حروف ثلٰثہ کے اشتباہ رسمی سے بچنے کے لیے عین کا سرا اور جزم دونوں لکھتے ہیں جیسے يُؤْمِنُوْنَ اور بِئْسَ لیکن جو ہمزہ بشکل الف ہوتا ہے اس پر حرف جزم لکھتے ہیں جیسے مَأْكُوْلٌ، بخلاف اصل الف کے کہ اس پر جزم بھی نہیں لکھتے، اسی طرح اگر ہمزہ متحرک ہو اور واؤ یا یاء کی شکل میں ہو تو اس واؤ یا یاء پر بھی عین کا سرا لکھتے ہیں جیسے مُؤَجَّلًا اور أُولٰٓئِكَ اور الف کی صورت میں ہو تو عین کا سرا نہیں لکھتے مگر اس الف پر حرکت لکھتے ہیں جیسے وَاِذَا سَاَلَكَ۔

فائدہ: ہمزہ اگر لکھا جاتا ہے تو ہمیشہ حروف علت ہی کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور عین کا سرا اصل رسم خط مصحف عثمانی میں نہیں تھا متاخرین نے عجمیوں کو غلطی سے بچانے کے لیے موقع ہمزہ میں عین کا سرا لکھا اور چونکہ ان دونوں میں یہ مناسبت ہے کہ اکثر غلطی سے بجائے ایک کے دوسرا حرف طبعًا ادا ہو جاتا ہے اس وجہ سے عین ناقص لکھتے ہیں تاکہ ہمزہ کی طرف ذہن کا تبادر ہو جائے اور جو ہمزہ حروف ثلٰثہ مذکورہ کی شکل میں نہ ہو اس ہمزہ کو محذوف الرسم کہتے ہیں۔

فائدہ: باعتبار محل کے ہمزہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) ہمزہ مبتدئہ۔ (۲) ہمزہ متوسطہ۔ (۳) ہمزہ متطرفہ۔ ہمزہ مبتدئہ اس ہمزہ کو کہتے ہیں جو کسی کلمہ کے شروع میں ہو جیسے اَلْحَمْدُ وغیرہ۔ اور ہمزہ متوسطہ اس کو کہتے ہیں جو ہمزہ کسی کلمہ کے بیچ میں واقع ہو، یہ وقوع چاہے حقیقتًا ہو جیسے يُؤْمِنُوْنَ یا حکمًا یعنی کسی کلمہ کے آخر کا ہمزہ جس کو ہمزہ متطرفہ کہتے ہیں وہ کسی وجہ سے متوسطہ ہو گیا ہو جیسے اٰبَآؤُكُمْ وغیرہ رسمًا دونوں کا حکم ایک ہے، بخلاف ہمزہ متوسطہ بزوائد کے کہ یہ ہمزہ مبتدئہ کے حکم میں ہے مثل لِاَذْهَبَ وغیرہ کے۔ اور ہمزہ متطرفہ اس کو کہتے ہیں جو ہمزہ کسی کلمہ کے آخر میں حقیقۃً ہو جیسے جَآءَ شَآءَ وغیرہ ہر سہ قسموں کا بیان علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔

تیسری فصل

ہمزہ مبتدئہ کے رسم کے بیان میں:

فائدہ: جو ہمزہ منفردہ متحرکہ ابتدائے کلمہ میں واقع ہوتا ہے وہ ہر جگہ الف کی شکل میں لکھا جاتا ہے جیسے اَعُوْذُ، اِهْدِنَا اور اُولٰٓئِكَ لیکن فَاُولٰٓئِكَ، اُولٰٓئِكُمْ، اُولُوا، اُولِی،

Scanned by CamScanner

اُولٰتُ الْاَحْمَالِ اور سَاُورِیْکُمْ جو اعراف میں ہے اور سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ جو انبیاء میں ہے ان کلمات میں بعد ہمزہ کے بلا اختلاف ایک واؤ زیادہ مرسوم ہے اور وَلَاُوصَلِّبَنَّکُمْ میں اختلاف ہے یعنی بعض مصاحف میں بعد ہمزہ کے واؤ لکھا ہے اور بعض میں نہیں۔

فائدہ: اگر ہمزہ مبتدئہ کسی وجہ سے متوسطہ ہوجائے جس کو ہمزۂ متوسطہ بزوائد کہتے ہیں وہ ہمیشہ الف ہی کی شکل میں مرسوم ہوگا جیسے سَاَصْرِفُ اور اَفَاَنْتَ وغیرہ مگر ھٰٓؤُلَآءِ اور یَبْنَؤُمَّ کا ہمزہ بشکل واؤ مرسوم ہوگا۔ اسی طرح لَئِنْ لَّمْ ولِئَلَّا اور یَوْمَئِذٍ وحِیْنَئِذٍ کا ہمزہ بہ شکل یاء مرسوم ہوگا۔

قاعدہ: اگر کسی کلمہ کے شروع میں دو ہمزہ جمع ہوں اور دونوں متحرک ہوں تو پہلا ہمزہ محذوف ہوگا اور ثانی ہمزہ بصورت الف مرسوم ہوگا جیسے ءَاَنْذَرْتَھُمْ، ءَآلٰنَ، ءَاُنْزِلَ وغیرہ لیکن اَئِنَّا ثانی صافات میں اور جو نمل میں ہے اور ءَاِنَّکَ جو سورۂ یوسف میں ہے اور پانچ کلمات یعنی اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ اور اَئِفْکًا اور اَئِذَا مِتْنَا سورۂ واقعہ میں اور لفظ اَئِمَّۃٌ اور اَئِنَّکُمْ جہاں کہیں آویں ان سب کا ہمزہ ثانیہ بشکل یاء مرسوم ہوگا۔ اور اُؤُنَبِّئُکُمْ کا ہمزۂ ثانیہ بشکل واؤ مرسوم ہوگا۔

چوتھی فصل

ہمزۂ متوسطہ کے رسم کے بیان میں:

ہمزۂ متوسطہ کی تین صورتیں ہیں: (۱) ہمزہ متحرک ماقبل ساکن۔ (۲) ہمزہ متحرک ماقبل متحرک۔ (۳) ہمزہ ساکن ماقبل متحرک۔

قاعدہ: اگر ہمزہ متحرک ماقبل ساکن ہو تو ہمزہ محذوف ہوگا جیسے تَجْئَرُوْنَ، سَوْءَۃَ، اٰبَآءَنَا، جَآءَھُمْ، سَیِّئٰتُ وغیرہ لیکن ہمزہ مضمومہ بعد الف کے بصورت واؤ مرسوم ہوگا جیسے جَزٰٓؤُکُمْ لیکن سورۂ بقر میں اَوْلِیٰٓئُھُمْ اور انعام میں وَقَالَ اَوْلِیٰٓؤُھُمْ اور فصّلت میں نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ میں الف اور ہمزہ دونوں محذوف ہیں اور اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میں الف مرسوم ہے لیکن حذف ہمزہ میں اختلاف ہے اور ہمزہ مکسور بعد الف کے بشکل یاء مرسوم ہوگا جیسے اَلْغَآئِطِ وغیرہ۔

قاعدہ: ہمزہ متحرک ماقبل متحرک کی صورت میں اگر ہمزہ مفتوح ماقبل مفتوح ہو تو ہمزہ بصورت الف مرسوم ہوگا جیسے سَاَلَ وغیرہ اور ماقبل مضموم ہو تو ہمزہ بشکل واؤ مرسوم ہوگا جیسے یُسْؤَال اور مُؤَجَّلًا وغیرہ اور ماقبل مکسور ہو تو ہمزہ بشکل یاء مرسوم ہوگا جیسے خَاطِئَۃٍ وغیرہ اور اگر ہمزہ مضموم ماقبل مکسور ہو تو ہمزہ بشکل یاء مرسوم ہوگا جیسے سَنُقْرِئُکَ اور ماقبل مفتوح ہو تو ہمزہ بہ شکل واؤ مرسوم ہوگا جیسے یَذْرَؤُکُمْ وغیرہ اور اگر ہمزہ مکسور ماقبل مضموم ہو تو ہمزہ بہ شکل یاء مرسوم ہوگا جیسے سُئِلُوا الْفِتْنَۃَ۔

فائدہ: اگر ہمزہ مفتوح کے بعد الف یا ہمزہ مضموم کے بعد واؤ مدہ یا ہمزہ مکسور کے بعد یاء مدہ ہو تو ہمزہ محذوف ہوگا جیسے شَنَاٰنُ اور رُءُوْسَکُمْ اور خٰسِئِیْنَ وغیرہ۔

قاعدہ: اگر ہمزہ ساکن ماقبل متحرک ہو تو ہمزہ کی رسم ماقبل کی حرکت والے حرف کے موافق ہوگی جیسے شَاْنٌ اور مُؤْمِنِیْنَ اور جِئْتَ وغیرہ مگر رُءْیَا اور رِءْیًا میں ہمزہ محذوف الرسم ہے۔

پانچویں فصل

ہمزۂ متطرفہ کے رسم کے بیان میں:

ہمزہ متطرفہ کی تین صورتیں ہیں: (۱) ہمزہ متحرک ماقبل ساکن۔ (۲) ہمزہ متحرک ماقبل متحرک۔ (۳) ہمزہ ساکن ماقبل متحرک۔

(۱) **قاعدہ:** اگر ہمزہ متحرک ماقبل ساکن ہو تو ہمزہ ہر جگہ محذوف ہوگا جیسے مِلْءُ الْاَرْضِ اور اَلنَّسِیْٓءُ، السُّوْٓءُ اور جَآءَ، شَآءَ اور شَیْءٌ، سَوْٓءُ وغیرہ مگر اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ اور لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَۃِ میں ہمزہ بشکل الف مرسوم ہوگا۔

(۲) **قاعدہ:** ہمزہ متحرک ماقبل متحرک کی صورت میں اگر ہمزہ کی حرکت ماقبل کی حرکت کے موافق ہو تو ہمزہ خود اپنی حرکت کے موافق مرسوم ہوگا جیسے مَلْجَاٍ مِنَ اللہِ اور کُلُّ امْرِیءٍ وغیرہ اور اگر مخالف ہو تو ہمزہ ماقبل کی حرکت کے موافق مرسوم ہوگا جیسے لِسَبَاٍ اور یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ اور یُسْتَھْزَاُ بِھَا اور مَلَاِ وغیرہ۔

فائدہ: جہاں ہمزہ مضمومہ کے بعد الف زائد مرسوم ہے وہاں ہمزہ مضمومہ بہ شکل واؤ

Scanned by CamScanner

لکھا جاتا ہے اور اس قسم کے کلمات یہ ہیں اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ نساء میں اور نَبَؤُا الَّذِيْنَ ابراہیم اور تغابن میں اور نَبَؤُا عَظِيْمٌ، نَبَؤُا الْخَصْمِ سورہ صٓ میں اور تَفْتَؤُا یوسف میں اور يَتَفَيَّؤُا نحل میں اور اَتَوَكَّؤُا اور لَاتَظْمَؤُا طٰهٰ میں اور وَيَدْرَؤُا نور میں اور قُلْ مَا يَعْبَؤُا فرقان میں اور وَيَبْدَؤُا الْخَلْقَ جہاں آوے اور اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا زخرف میں اور يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ قیامہ میں اور فَقَالَ الْمَلَؤُا پہلا مومنون میں اور يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّىْۤ اُلْقِيَ اور يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ اور يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ یہ تینوں نمل میں ہیں۔

(۳) **قاعدہ:** اگر ہمزہ ساکن ماقبل متحرک ہو تو ہمزہ ماقبل کی حرکت کے موافق مرسوم ہوگا جیسے اِنْ يَّشَاْ اور هَيِّئْ لَنَا وغیرہ۔

چھٹی فصل

مقطوع اور موصول کے بیان میں:

کلمات کے رسم میں اصل یہ ہے کہ ہر دو کلمے مقطوع یعنی علیحدہ علیحدہ مرسوم ہوں مگر بعض دو کلمے کل قرآن میں موصول مرسوم ہیں یا بعض جگہ مقطوع اور بعض جگہ موصول یا بعض جگہ مختلف فیہ ہیں پس خلاف اصل کے چند کلمات یہ ہیں:

(۱) اَنْ مخففہ بفتح الہمزہ ساتھ لَا کے ہر جگہ موصول یعنی اس کا نون غیر مرسوم ہوگا جیسے اَلَّا تَعْبُدُوْٓا وغیرہ مگر دس جگہ اپنے مدخول سے مقطوع ہوگا۔ دو جگہ سورۂ اعراف میں ایک اَنْ لَّآ اَقُوْلَ دوسرا اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا۔ تیسرا توبہ میں اَنْ لَّا مَلْجَاَ۔ چوتھا ہود میں ثانی اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا۔ پانچواں اسی ہود میں اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ چھٹا حج میں اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ۔ ساتواں یٰسٓ میں اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ۔ آٹھواں دخان میں اَنْ لَّا تَعْلُوْا۔ نواں ممتحنہ میں اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ۔ دسواں سورۂ نٓ میں اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ۔

(۲) اِنْ مخففہ بکسر الہمزہ ہر جگہ مَا سے موصول ہوگا مگر صرف رعد میں وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ مقطوع لکھا گیا ہے۔

(۳) اَنْ مخففہ بفتح الہمزہ ساتھ لَنْ کے دو جگہ موصول ہے ایک کہف میں اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ

مَّوْعِدًا دوسرا قیامہ میں اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ باقی ہر جگہ مقطوع ہے مگر اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ جو مزمل میں ہے مختلف فیہ ہے۔

(۴) مِنْ بکسر المیم ساتھ مَا کے ہر جگہ موصول ہے جیسے مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اور مِمَّ خُلِقَ وغیرہ مگر روم میں مِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ نساء میں فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اور منافقون میں مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مقطوع ہے۔

تنبیہ: مثل مِنْ مَّالِ اللّٰهِ اور مِنْ مَّآءٍ وغیرہ کے ہر جگہ مقطوع ہے۔

(۵) مِنْ بکسر المیم ساتھ مَنْ بفتح المیم کے ہر جگہ موصول ہوگا جیسے مِمَّنْ مَّنَعَ وغیرہ۔

(۶) عَنْ ساتھ مَا کے ہر جگہ موصول ہوگا مگر عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ مقطوع ہے۔

(۷) عَنْ ساتھ مَنْ کے دو ہی جگہ آیا ہے اور دونوں جگہ مقطوع ہے یعنی نور میں عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ اور نجم میں عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى یہ قطع اصل رسم کے موافق ہے اور محتاج بیان نہیں لیکن کلمہ مَنْ چونکہ بعض کلمات اَمْ اور مِنْ جارہ وغیرہ کے ساتھ موصول آئے ہیں اس وجہ سے اس کے وصل کا بھی وہم ہوتا ہے لہٰذا بیان سے اس وہم کو دفع کیا گیا ایسے مواقع کی توجیہ کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔

(۸) فَاِنْ ساتھ لَمْ کے صرف ایک جگہ یعنی ہود میں فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ موصول ہے باقی ہر جگہ مقطوع ہے۔

(۹) اَمْ ساتھ مَنْ مفتوحہ کے ہر جگہ موصول ہے مگر نساء میں اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا اور توبہ میں اَمْ مَّنْ اَسَّسَ اور صافات میں اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اور فصلت میں اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْۤ اٰمِنًا میں مقطوع لکھا گیا ہے۔

(۱۰) اَنَّ مفتوحہ مشددہ ساتھ مَا کے ہر جگہ موصول ہوگا مگر دو جگہ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ ایک حج میں۔ دوسرا لقمان میں بالاتفاق مقطوع ہے لیکن انفال میں وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مختلف فیہ ہے اور كَاَنَّمَا ہر جگہ موصول ہے جیسے كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ وغیرہ۔

(۱۱) اِنَّ مکسورہ مشددہ ساتھ مَا کے ہر جگہ موصول ہوگا مگر اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ انعام میں مقطوع ہے۔

(۱۲) كُلَّ ساتھ مَا کے چار جگہ بالاختلاف موصول ہے ایک نساء میں كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ۔ دوسرا اعراف میں كُلَّمَا دَخَلَتْ۔ تیسرا مومنون میں كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً۔ چوتھا ملک میں

Scanned by CamScanner

كُلَّمَآ اُلۡقِيَ. اور مِنۡ كُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ ابراہیم میں بالاتفاق مقطوع ہے۔

(۱۳) فِيۡ ساتھ مَا کے ہر جگہ موصول ہے مگر گیارہ جگہ مقطوع ہے: (۱) فِيۡ مَا فَعَلۡنَ ثانی بقرہ میں۔ (۲) لِيَبۡلُوَكُمۡ فِيۡ مَاۤ اٰتٰىكُمۡ مائدہ میں۔ (۳) قُلۡ لَّاۤ اَجِدُ فِيۡ مَاۤ اُوۡحِيَ اور (۴) لِيَبۡلُوَكُمۡ فِيۡ مَاۤ اٰتٰىكُمۡ انعام میں۔ (۵) فِيۡ مَا اشۡتَهَتۡ انبیاء میں۔ (۶) فِيۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِيۡهِ نور میں۔ (۷) فِيۡ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِيۡنَ شعراء میں۔ مگر بعض نے اس ساتویں کے مقطوع ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ (۸) فِيۡ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ روم میں۔ (۹) فِيۡ مَا هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ اور (۱۰) فِيۡ مَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ زمر میں۔ (۱۱) وَنُنۡشِئَكُمۡ فِيۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ واقعہ میں۔

(۱۴) اَيۡنَ ساتھ ما کے دو جگہ بالاتفاق موصول ہے ایک سورہ بقر میں فَاَيۡنَمَا تُوَلُّوۡا دوسرا نحل میں اَيۡنَمَا يُوَجِّهْهُ اور تین جگہ مختلف فیہ ہے ایک نساء میں اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا دوسرا شعراء میں اَيۡنَمَا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ تیسرا احزاب میں اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اور باقی جگہ بالاتفاق مقطوع ہے۔

(۱۵) حَيۡثُ ساتھ مَا کے صرف سورہ بقر میں دو جگہ آیا ہے اور دونوں مقطوع ہیں۔

(۱۶) بِئۡسَ ساتھ مَا کے صرف تین جگہ موصول ہے دو بقر میں ایک قُلۡ بِئۡسَمَا يَاۡمُرُكُمۡ دوسرا بِئۡسَمَا اشۡتَرَوۡا بِهٖۤ اَنۡفُسَهُمۡ تیسرا اعراف میں بِئۡسَمَا خَلَفۡتُمُوۡنِيۡ بقیہ بِئۡسَ مَا مقطوع ہے۔ اور لَبِئۡسَ ساتھ مَا کے ہر جگہ مقطوع ہے۔

(۱۷) كَيۡ ساتھ لَا کے چار جگہ موصول ہے ایک آل عمران میں لِكَيۡلَا تَحۡزَنُوۡا۔ دوسرا حج میں لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡئًا۔ تیسرا احزاب میں لِكَيۡلَا يَكُوۡنَ عَلَيۡكَ حَرَجٌ۔ چوتھا حدید میں لِكَيۡلَا تَاۡسَوۡا، باقی ہر جگہ مقطوع ہے۔

(۱۸) لام جارہ اپنے مدخول سے موصول ہوتا ہے مگر چار جگہ مقطوع ہے: ایک نساء میں فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ۔ دوسرا کہف میں مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ۔ تیسرا فرقان میں مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ چوتھا معارج میں فَمَالِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا۔

(۱۹) يَوۡمَ ساتھ هُمۡ ضمیر کے ہر جگہ موصول ہے جیسے مِنۡ يَّوۡمِهِمُ الَّذِيۡ مگر دو جگہ مقطوع ہے ایک مومن میں يَوۡمَ هُمۡ بٰرِزُوۡنَ، دوسرے ذاریات میں يَوۡمَ هُمۡ عَلَى النَّارِ يُفۡتَنُوۡنَ۔

(۲۰) وَيۡ ساتھ كَاَنَّ کے سورہ قصص میں دو جگہ آیا ہے ایک وَيۡكَاَنَّ اللّٰهَ دوسرے وَيۡكَاَنَّهٗ، اور دونوں جگہ موصول مرسوم ہے۔

(۲۱) لَاتَ حِيۡنَ مَنَاصٍ جو سورہ صٓ میں ہے اس کی تاء کو لفظ حِيۡنَ کے ساتھ موصول لکھنے میں اختلاف ہے لیکن اکثر نے مقطوع نقل کیا ہے۔

(۲۲) کلمہ كَالُوۡا اور اَوۡ وَّزَنُوۡا ساتھ هُمۡ ضمیر کے موصول ہے یعنی بعد واؤ جمع کے الف غیر مرسوم ہے مثل اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا کے۔

ساتویں فصل

تاء تانیث کے بیان میں:

تائے تانیث اس تاء کو کہتے ہیں جو اسماء اور افعال کے آخر میں زائد[1] ہوتی ہے لیکن افعال میں تاء تانیث ہمیشہ ساکن رہے گی، یا مکسور ہوگی اور ہمیشہ دراز تاء لکھی جائے گی جس کو تاء مجرورہ یا مطولہ کہتے ہیں جیسے سمعت وغیرہ لیکن اسماء کے رسم میں اختلاف ہے کبھی تاء مجرورہ لکھی جاتی ہے اور کبھی گول تاء بشکل ہائے ہوز لکھی جاتی ہے جس کو تاء مربوطہ یا مدوّرہ کہتے ہیں۔

قاعدہ: اسمائے مؤنثہ بالتاء کبھی مضاف ہوتے ہیں اور کبھی مفرد اور اس مضاف کا مضاف الیہ کبھی اسم ظاہر ہوتا ہے کبھی ضمیر، پس مؤنث بالتاء مفرد کی تاء ہمیشہ مربوط مرسوم ہوگی جیسے مِنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ وغیرہ۔ اور مؤنث بالتاء مضاف کی تاء بھی مربوط ہوتی ہے مثل وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا سورہ نحل کے مگر چند کلمات میں ہر جگہ تاء مجرورہ مرسوم ہے۔

(۱) رَحۡمَتُ اس کی تاء صرف سات جگہ مجرورہ ہے بقر میں اُولٰٓئِكَ يَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ اور اعراف میں اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ اور ہود میں رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ اور مریم میں ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ اور روم میں فَانۡظُرۡ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰهِ اور زخرف میں اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ اور وَرَحۡمَتُ رَبِّكَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ۔

(۲) نِعۡمَتُ اس کی تاء گیارہ جگہ مجرورہ ہے بقر میں وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اور عمران میں وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ كُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً اور مائدہ میں وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ هَمَّ اور ابراہیم میں بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا اور وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا

[1] یعنی زائد عن المادہ ہوتی ہے۔ محمد حسین مالیگانوی

Scanned by CamScanner

تُحْصُوْهَا اور نحل میں وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ اور يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ اور وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اور لقمان میں بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ اور فاطر میں اُذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور طور میں بِنِعْمَتِ رَبِّكَ۔

(۳) سُنَّتُ اس کی تاء صرف پانچ جگہ مجرورہ ہے۔ انفال میں فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ اور فاطر میں اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا اور مؤمن میں سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ۔

(۴) اِمْرَاَتُ اس کی تاء صرف سات جگہ مجرورہ ہے: آل عمران میں اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ اور یوسف میں اِمْرَاَتُ الْعَزِيْزِ اور قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ اور قصص میں وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ اور تحریم میں امْرَاَتَ نُوْحٍ اور امْرَاَتَ لُوْطٍ اور امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ۔

(۵) مَعْصِيَتُ اس کی تاء صرف مجادلہ میں مجرورہ ہے۔ ایک وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ۔ دوسرے وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا۔

(۶) لَعْنَتُ اس کی تاء صرف دوجگہ مجرورہ ہے آل عمران میں فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ اور نور میں وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ اسی طرح اعراف میں كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى اور ہود میں بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اور قصص میں قُرَّتُ عَيْنٍ اور روم میں فِطْرَتَ اللّٰهِ اور دخان میں اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ اور واقعہ میں وَجَنَّتُ نَعِيْمٍ اور تحریم میں وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ کی تاء بھی مجرورہ ہے۔

قاعدہ: اگر تاء تانیث کسی ہائے ضمیر کی طرف مضاف ہو تو ہمیشہ تاء مجرورہ ہوگی جیسے رَحْمَتُهٗ عَلَيْكُمْ وغیرہ۔

قاعدہ: جن اسمائے مؤنثہ بالتاء کے مفرد اور جمع پڑھنے میں قراء کا اختلاف ہے اس کی تاء ہمیشہ مجرورہ ہوگی اس قسم کے کلمات بارہ ہیں: انعام میں وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اور یونس میں كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْا اور كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور یوسف میں اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ اور وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ اور اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ اور عنکبوت میں لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اور مومن میں كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور سبا میں وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ اور فاطر میں فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ اور فصلت میں ثَمَرٰتٍ مِّنْ

اَكْمَامِهَا اور مرسلات میں جِمٰلَتٌ صُفْرٌ۔

آٹھویں فصل

حذف الف کے بیان میں:

اس فصل میں الف عام ہے یعنی اس ہمزہ کو بھی شامل ہے جو بشکل الف مرسوم ہوتا ہے حذف الف کے مواقع بطور قواعد کے ذکر کیے جاتے ہیں۔

قاعدہ: (۱) جس کلمہ کے حذف اور اثبات میں قراء کا اختلاف ہوگا وہ کلمہ ہمیشہ محذوف مرسوم ہوگا جیسے قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ۔

(۲) الف ضمیر جمع متکلم جب کہ اس کے بعد کوئی ضمیر متصل ہو محذوف ہوگا جیسے اَنْجَيْنٰكُمْ، اٰتَيْنٰهُ، عَلَّمْنٰهُ، اَرْسَلْنٰكَ، اَنْشَاْنٰهُنَّ، فَجَعَلْنٰهُنَّ پس مثل اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وغیرہ کے الف محذوف ہوں گے۔

(۳) الف تثنیہ متوسطہ ہمیشہ محذوف ہوگا جیسے امْرَاَتَيْنِ، رَجُلَيْنِ اور وَمَا يُعَلِّمٰنِ، يَحْكُمٰنِ اور اَبَوٰهُ وغیرہ۔

(۴) الف اسمائے عجمیہ کثیر الاستعمال محذوف ہوگا جیسے لُقْمٰنَ، عِمْرٰنَ، اِبْرٰهِيْمَ، اِسْمٰعِيْلَ، اِسْحٰقَ وغیرہ۔

(۵) الف اسمائے عربیہ کثیر الدور محذوف ہوگا مثل سُلَيْمٰنَ، صٰلِحٌ، مٰلِكٌ، خٰلِدٌ وغیرہ کے پس بوجہ قلت استعمال مثل طالوت، جالوت، یاجوج، ماجوج وغیرہ کے الفات محذوف نہ ہوں گے اور چار اسماء کے حذف الف میں اختلاف ہے یعنی هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ، قَارُوْنَ، هَامَانَ لیکن اکثر اثبات الف کے قائل ہیں۔ اور اِسْرَآئِيْلَ کا الف اکثر مصاحف میں مرسوم ہے

(۶) الف جمع مذکر سالم کثیر الوقوع ہر جگہ محذوف ہوگا جیسے الْقٰنِتِيْنَ، الصّٰدِقِيْنَ، الصّٰبِرِيْنَ وغیرہ مگر جب کہ الف کے بعد ہمزہ یا کوئی حرف ضعیف مشدد آجائے تو الف مرسوم ہوگا جیسے اَلسَّآئِلِيْنَ، الْقَآئِمِيْنَ، وَلَا الضَّآلِّيْنَ لیکن ان دونوں صورتوں میں بعض نے اثبات الف میں اختلاف کیا ہے۔

Scanned by CamScanner

(۷) الف جمع مؤنث سالم میں دونوں محذوف ہیں ایک الف فاعل دوسرے جمع کا مثل وَالنّٰزِعٰتِ، وَالْعٰدِيٰتِ وغیرہ کے۔

(۸) الف بین اللامین ہرجگہ محذوف ہوگا جیسے خِلٰل اور ظِلٰل وغیرہ۔

(۹) الف یائے ندا اور ہائے تنبیہ کا ہرجگہ محذوف ہوگا جیسے يٰاَبَتِ، يٰاُخْتَ، هٰذَا اور هٰؤُلَآءِ وغیرہ

(۱۰) جس کلمہ میں دو یا تین الف جمع ہو تو ایک سے زائد ہرجگہ محذوف ہوگا اس لیے کہ اہل رسم کے نزدیک تماثل فی الرسم یعنی ایک کلمہ میں کسی شکل کا مکرر سہ کرر لکھنا جائز نہیں۔ جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ، ءَاٰمَنْتُمْ، ءَ اٰلِهَتُنَا اور ءٰٓالذَّكَرَيْنِ وغیرہ۔

(۱۱) الف بعد باء کے تَبٰرَكَ، مُبٰرَكًا، مُبٰرَكَةٍ، الْمُبٰرَكَةِ، بٰرَكْنَا میں ہرجگہ محذوف ہے۔

تنبیہ: حروف تہجی کے ترتیب سے وہ محذوف الالف کلمات ذکر کیے جاویں گے جو کلام اللہ میں بکثرت آئے ہیں۔

تنبیہ: بیان رسم خط میں جو کلمات مذکور ہوتے ہیں ان کا حکم ان کی تعریف وتنکیر سے نہیں بدلتا۔

(۱۲) الف بعد تاء کے يَتٰمٰى اور لفظ کتٰب میں ہرجگہ محذوف ہے، مگر لفظ کتاب چار جگہ الف کے ساتھ مرسوم ہے: ایک رعد میں لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ. دوسرے حجر میں كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ۔ تیسرے کہف میں مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ۔ چوتھے نمل میں تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ۔

(۱۳) الف بعد حاء کے اَصْحٰبُ النَّارِ و اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ وسُبْحٰنَ میں ہرجگہ محذوف ہے مگر قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ جو اسرائیل میں ہے مختلف فیہ ہے۔

(۱۴) الف بعد راء کے تُرٰبًا میں تین جگہ محذوف ہے: ایک رعد میں ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا دوسرے نمل میں ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَا۔ تیسرے نبا میں يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا۔

(۱۵) الف بعد سین کے مَسٰجِدَ و مَسٰكِيْنَ و مَسٰكِنِهِمْ اور سٰحِرٍ میں ہرجگہ محذوف ہے مگر ذاریات میں اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ کا الف مرسوم ہے۔

(۱۶) الف بعد صاد کے صٰعِقَةٌ اور نَصٰرٰى میں ہرجگہ محذوف ہے۔

(۱۷) الف بعد طاء کے سُلْطٰن اور شَيٰطِيْن میں ہرجگہ محذوف ہے

(۱۸) الف بعد عین کے تَعٰلٰى اور فَتَعٰلَى میں ہرجگہ محذوف ہے۔

(۱۹) الف بعد لام کے غُلٰم مفرد اور مثنیٰ کا ہرحالت میں ہرجگہ محذوف ہے۔ اسی طرح سَلٰمٌ وبَلٰغٌ وبَلٰغًا والسَّلٰسِلَ اور وَهُوَ الْخَلّٰقُ اور خَلٰٓئِفَ اور اِيْلٰفِ اور وَاللّٰعِنُوْنَ وَاللّٰعِبِيْنَ وَاللّٰتِ وَالّٰتِيْ وَالّٰئِيْ، وَمُلٰقُوا اللّٰهِ، مُلٰقِيْهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وثَلٰثَةَ و ثَلٰثَ وثَلٰثِيْنَ واُولٰٓئِكَ وَاِلٰهُكُمْ و اِلٰهَهُ اور لفظ لٰكِنْ جس طرح آوے ان سب کا الف ہرجگہ محذوف ہے اور اٰلْـٰٔنَ میں بھی الف ہرجگہ محذوف ہے مگر سورۂ جن میں فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ ان کا الف مرسوم ہے ایسا ہی اَلْـَٔيْكَةِ جو شعراء میں اور صٓ میں ہے اس میں دونوں جگہ بعد لام کے الف محذوف ہے مگر قٓ میں اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ کا الف مرسوم ہے۔

(۲۰) الف بعد میم کے الرَّحْمٰنُ اور سَمٰوٰت میں ہرجگہ محذوف ہے۔

(۲۱) الف بعد واؤ کے سَمٰوٰت میں ہرجگہ محذوف ہے۔ مگر فصلت میں سَبْعَ سَمٰوَاتٍ کا الف مرسوم ہے۔

(۲۲) الف بعد ہاء کے اَنْهٰرٌ میں ہرجگہ محذوف ہے۔

فائدہ: لفظ اَيُّهَا میں بعد ہاء کے ہرجگہ الف مرسوم ہے مگر تین جگہ ایک نور میں اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ دوسرا زخرف میں يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ۔ رحمٰن میں اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ کا الف محذوف ہے۔

(۲۳) الف بعد ہمزہ کے قُرْاٰن میں ہرجگہ محذوف ہے۔ مگر دو جگہ مختلف فیہ ہے ایک یوسف میں ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا۔ دوسرے زخرف میں اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا۔

(۲۴) الف بعد یاء کے لفظ قِيٰمَةِ اور اٰيٰتِنَا میں ہرجگہ محذوف ہے۔ مگر یونس میں دو جگہ ایک اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ دوسرا فِيْٓ اٰيَاتِنَا میں محذوف نہیں۔

نویں فصل

حذف واؤ کے بیان میں:

واؤ چاہے اسم میں ہو یا فعل میں کہیں تماثل فی الرسم کی وجہ سے محذوف ہوگا اور کہیں بوجہ اجتماع ساکنین کے، حذف واؤ سے محض ضمہ پر اکتفا ہوگا جو واؤ اجتماع ساکنین کی وجہ سے محذوف

Scanned by CamScanner

ہے وہ صرف چار کلموں میں آیا ہے ایک وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ اسرائیل میں۔ دوسرا وَیَمْحُ اللّٰہُ شوریٰ میں۔ تیسرا وَیَدْعُ الدَّاعِ قمر میں۔ چوتھا سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ علق میں۔ علامہ دانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مثل انہیں کلمات اربعہ کے سورۂ تحریم میں بھی وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ کے حذف واؤ پر اتفاق ہے اور جو واؤ تماثل فی الرسم کی وجہ سے محذوف ہوگا اس کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کسی کلمہ میں دو واؤ اصلیہ بنائیہ ہوں جیسے داوٗدَ اور دوسری صورت یہ کہ ایک واؤ اصلیہ ہو اور ایک صورت ہمزہ جیسے تُؤِی اور تُؤْیِہٖ اور مَسْئُوْلًا وغیرہ اور تیسرے یہ کہ ایک واؤ اصلیہ ہو اور دوسرا واؤ زائدہ جمع کا جیسے وَاِنْ تَلْوٗا اور وَلَا تَلْوٗنَ، وَلَا تَسْتَوٗنَ، وَالْغَاوٗنَ ان سب صورتوں میں ایک واؤ مرسوم ہوگا۔

دسویں فصل

حذف یاء کے بیان میں:

یاء چاہے لام کلمہ کی ہو یا یائے متکلم ہو اکثر فواصل میں اور کہیں کہیں غیر فواصل [۱] میں جو ماقبل کے کسرہ پر اکتفا کر کے حذف کی گئی ہے وہ ہر ہر سورۃ کی سورتوں کی ترتیب سے بیان کی جاتی ہے۔[۲] بقر میں فَارْهَبُوْنِ، فَاتَّقُوْنِ، وَلَا تَكْفُرُوْنِ، دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ، يٰاُولِي الْاَلْبَابِ اور آل عمران میں وَمَنِ اتَّبَعَنِ، وَاَطِيْعُوْنِ، وَخَافُوْنِ اور نساء میں يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور مائدہ میں وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ اور وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا اور انعام میں يَقْضِ [۳] الْحَقَّ، وَقَدْ هَدٰانِ اور اعراف میں ثُمَّ كِيْدُوْنِ، فَلَا تُنْظِرُوْنِ اور یونس میں

---

[۱] علامت آیت پر۔ جمال القادری

[۲] مثالوں میں یاء محذوفہ کا نشان (ے) لگا دیا گیا ہے تاکہ طلبہ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ الاشرفی الاشفاقی۔ ۱۲

[۳] مثال موافق قرأۃ ائمہ ابو عمر بصری و ابن عمر شامی و حمزہ و کسائی رحمۃ اللہ علیہم کے ہے اس کے لیے کہ امام نافع اور ابن کثیر مکی اور عاصم کوفی رحمۃ اللہ علیہم نے اس لفظ کو يَقُصُّ یعنی بجائے سکون قاف کے ضمہ اور بجائے ضاد مستطیلہ مخفف مکسور کر کے صاد صغیرہ مشدد پڑھا ہے۔ ۱۲ محمد عز[illegible] عظم

وَتُنْظِرُوْنِ، وَنُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ہود میں فَلَا تَسْئَلْنِ، ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ، وَتُخْسِرُوْنِ، يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ اور یوسف میں لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ، فَاَرْسِلُوْنِ، وَلَا تَقْرَبُوْنِ، وَحَتّٰى تُؤْتُوْنِ اور رعد میں الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ، وَاِلَيْهِ مَاٰبِ، فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ اور ابراہیم میں وَخَافَ وَعِيْدِ، بِمَا اَشْرَكْتُمُوْنِ، وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ اور حجر میں فَلَا تَفْضَحُوْنِ، وَلَا تُخْزُوْنِ اور نحل میں فَاتَّقُوْنِ، فَارْهَبُوْنِ اور اسرائیل میں اَخَّرْتَنِ، فَهُوَ الْمُهْتَدِ اور کہف میں فَهُوَ الْمُهْتَدِ، اَنْ يَّهْدِيَنِ، اِنْ تَرَنِ، اَنْ يُّؤْتِيَنِ، عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ، مَا كُنَّا نَبْغِ اور طٰہٰ میں اَلَّا تَتَّبِعَنِ اور انبیاء میں فَاعْبُدُوْنِ، فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ، وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ اور حج میں وَالْبَادِ، فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ اور مومنون میں بِمَا كَذَّبُوْنِ، فَاتَّقُوْنِ، اَنْ يَّحْضُرُوْنِ، رَبِّ ارْجِعُوْنِ، وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اور شعراء میں اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ، اَنْ يَّقْتُلُوْنِ، فَهُوَ يَهْدِيْنِ، وَيَسْقِيْنِ، يَشْفِيْنِ، ثُمَّ يُحْيِيْنِ اور صرف وَاَطِيْعُوْنِ آٹھ جگہوں میں اور اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ اور نمل میں عَلٰى وَادِ النَّمْلِ، اَتُمِدُّوْنَنِ، فَمَا اٰتٰنِ اللّٰهُ، حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ اور قصص میں اَنْ يَّقْتُلُوْنِ، اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ اور عنکبوت میں فَاعْبُدُوْنِ اور روم میں بِهٰدِ الْعُمْيِ اور سبا میں كَالْجَوَابِ، وَنَكِيْرِ اور فاطر میں وَنَكِيْرِ اور یٰس میں اِنْ يُّرِدْنِ، وَلَا يُنْقِذُوْنِ، فَاسْمَعُوْنِ اور صافات میں سَتُرْدِيْنِ، اِلٰى رَبِّكَ سَيَهْدِيْنِ، صَالِ الْجَحِيْمِ اور صٓ میں عَذَابِ، فَحَقَّ عِقَابِ اور زمر میں يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ، فَبَشِّرْ عِبَادِ اور مومن میں عِقَابِ، يَوْمَ التَّلَاقِ، يَوْمَ التَّنَادِ، يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اور شوریٰ میں الْجَوَارِ اور زخرف میں سَيَهْدِيْنِ، وَاتَّبِعُوْنِ، وَاَطِيْعُوْنِ اور دخان میں اَنْ تَرْجُمُوْنِ، فَاعْتَزِلُوْنِ اور قٓ میں الْمُنَادِ اور دو جگہ وَعِيْدِ اور ذاریات میں لِيَعْبُدُوْنِ، اَنْ يُّطْعِمُوْنِ، فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ اور قمر میں فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ، يَدْعُ الدَّاعِ، مُهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ اور چھ جگہ نُذُرِ اور رحمٰن میں وَلَهُ الْجَوَارِ اور ملک میں نَذِيْرِ، نَكِيْرِ اور نوح میں وَاَطِيْعُوْنِ اور مرسلات میں فَكِيْدُوْنِ اور کورت میں الْجَوَارِ الْكُنَّسِ اور فجر میں اِذَا يَسْرِ، بِالْوَادِ، اَكْرَمَنِ، اَهَانَنِ اور کافرون میں وَلِيَ دِيْنِ ان سب کلمات مذکورہ کی یاء محذوف ہے۔

فائدہ: بعض نے ان یاءات محذوفات کے علاوہ اور پانچ کلمات کو بھی یائے محذوفہ میں

Scanned by CamScanner

شمار کیا ہے۔ طٰہٰ میں بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى اور شعراء میں مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ اور قصص میں الْوَادِ الْأَيْمَنِ اور قٓ میں وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ اور نازعات میں بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى فقط۔

قاعدہ: یائے متکلم ہر منادیٰ سے محذوف ہوگی جیسے يٰعِبَادِ اور يٰقَوْمِ وغیرہ مگر زمر اور عنکبوت میں يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ کی یائے متکلم منادیٰ سے محذوف نہیں اور يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ زخرف میں مختلف فیہ ہے۔

قاعدہ: جو یائے منونہ بسبب کسرۂ ماقبل کے ساکن کی گئی ہو وہ ہر جگہ محذوف ہوگی[1] مثل غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ، وَمِنْ وَّالٍ، وَفَرَاشٍ وغیرہ ذٰلک

قاعدہ: جس کلمہ میں دو یاء ہوں گی اس سے بوجہ تماثل ایک یاء محذوف ہوگی جیسے يُحْيِ اور يَسْتَحْيِ وغیرہ۔

فائدہ: بقر میں جس قدر اِبْرٰهٖمَ میں بعد ہاء کے اُن سب کی یاء غیر مرسوم ہے اسی طرح اِلٰفِهِمْ میں بعد ہمزہ کے یا محذوف ہے جس طرح اس کے لام کے بعد الف محذوف ہے۔

گیارہویں فصل

زیادت اور اثبات الف کے بیان میں:

جو الف زائد عن اللفظ مرسوم ہو اس کو اثبات الف کہتے ہیں۔

(۱) قاعدہ: اگر واوٗ جمع کے بعد ضمیر نہ ہو تو اس کے بعد الف ہر جگہ مرسوم ہوگا جیسے قَالُوْا اور وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وغیرہ مگر جَآءُوْ اور وَبَآءُوْ میں واوٗ جمع کے بعد الف محذوف ہوگا اسی طرح بقر میں فَاِنْ فَآءُوْ اور فرقان میں وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا اور سبا میں وَالَّذِيْنَ سَعَوْ اور حشر میں تَبَوَّؤُ الدَّارَ میں بھی واوٗ کے بعد الف محذوف ہوگا۔

(۲) قاعدہ: جو ہمزہ بشکل واوٗ مرسوم ہے اس واوٗ کے بعد الف زائد مرسوم ہے جیسے فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا انعام میں اور شُرَكٰٓؤُا اور شوریٰ میں ایسا ہی فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا انعام

[1] یہ حذف بوجہ اجتماع ساکنین بین الیاء والتنوین ہے۔ ۱۲ محمد حسین مالگانوی

میں اور شعراء میں اسی طرح عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ شعراء میں اور مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا فاطر میں ایسا ہی الضُّعَفٰٓؤُا اور فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اور مومن میں وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اور روم میں شُفَعٰٓؤُا اور صافات میں الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ اور دخان میں بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ اور ممتحنہ میں اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ میں بھی بعد واوٗ کے الف مرسوم ہے لیکن اَبْنٰٓؤُا میں اختلاف ہے یعنی بعض میں اسی طرح مرسوم ہے اور بعض میں بجائے واوٗ کے الف مرسوم ہے اسی طرح لفظ جَزٰٓؤُا یہ سات جگہ آیا ہے۔ ایک جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ شوریٰ میں دوسرا اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ تیسرا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ یہ دونوں مائدہ میں۔ چوتھا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ حشر میں، پانچواں جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ زمر میں۔ چھٹا جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰى کہف میں۔ ساتواں وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى لیکن آخر کے تین کلمات میں بین الالف بعض مصاحف میں واوٗ لکھا ہے اور بعض میں نہیں۔

(۳) قاعدہ: صیغۂ واحد میں بعد واوٗ اصلیہ کے ہر جگہ الف مرسوم ہوگا۔ جیسے يَدْعُوْا، لِيَبْلُوَا وغیرہ۔ نساء میں عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ میں بلا الف مرسوم ہے۔

(۴) قاعدہ: ہمزۂ وصل بہ شکل الف ہر جگہ ثابت اور مرسوم ہوگا مگر پانچ مواقع میں محذوف یعنی غیر مرسوم ہوگا (۱) لفظ بِسْمِ اللّٰهِ میں (۲) جب ہمزۂ وصل پر لام تاکید یا لام جارہ داخل ہو مثل لِلَّذِيْنَ، لِلّٰهِ اور وَلَلدَّارُ وغیرہ کے۔ (۳) ہمزۂ وصل سَئَلَ. يَسْئَلُ کے امر کا جب بعد واوٗ یا فاء کے واقع ہو مثل وَاسْئَلُوْا، فَسْئَلُوْا وغیرہ۔ (۴) ہمزۂ وصل مکسور بعد ہمزہ استفہام کے مثل اَتَّخَذْتُمْ، اَفْتَرٰى، اَسْتَكْبَرْتَ وغیرہ کے، اور بعد ہمزہ استفہام ہمزۂ وصل مفتوح مثل اٰلْئٰنَ، ءٰالذَّكَرَيْنِ میں حذف اور اثبات کی بابت اختلاف ہے۔ علامہ دانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اثبات اوجہ ہے۔ (۵) قبل ہمزہ اصلی ساکنہ کے جب ہمزۂ وصل واوٗ یا فاء کے بعد واقع ہو تو محذوف الرسم ہوگا مثل وَاْتُوا الْبُيُوْتَ، فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ وغیرہ کے۔

(۵) قاعدہ: منصوب منون ہر جگہ بشکل الف مرسوم ہوگا جیسے عَلِيْمًا حَكِيْمًا وغیرہ مگر جب ہمزہ متطرفہ منصوب منون واقع ہو تو تماثل فی الرسم کی وجہ سے منصوب منون کا الف محذوف ہوگا جیسے مُتَّكَاً، وَمَلْجَاً اور غُثَآءً، جُفَآءً وغیرہ مگر شَيْئًا میں چونکہ ہمزہ محذوف ہے اس وجہ سے منصوب منون بشکل الف ہے اسی طرح تاء تانیث میں منصوب منون بہ شکل الف نہ ہوگا جیسے رَحْمَةً وغیرہ۔

Scanned by CamScanner

فائدۂ زائدہ: اگرچہ وقف تابع رسم خط کے ہے لیکن موافقت قاعدہ کی وجہ سے مَلْجَأً، جُفَاءً پر بھی مثل عَلِیْمًا وغیرہ کے وقف الف ہی کے ساتھ ہوگا۔

کہف میں لٰکِنَّاْ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ اور احزاب میں الظُّنُوْنَا، الرَّسُوْلَا، السَّبِیْلَا اور دہر میں سَلٰسِلَا اور پہلا قَوَارِیْرَا ان سب میں بالاتفاق الف مرسوم ہے۔ اور ثانی قَوَارِیْرَا میں اختلاف ہے۔ اور لُؤْلُؤًا میں بعد واؤ متطرفہ کے صرف حج میں بالاتفاق الف مرسوم ہے۔ اور فاطر و دہر میں اختلاف ہے، یعنی بعض اہل رسم الف کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ اور بعض بغیر الف کے۔ اور ثَمُوْدَا سورۂ ہود اور فرقان اور عنکبوت اور نجم میں بعد دال کے الف مرسوم ہے۔ اور مِائَةَ و مِائَتَيْنِ میں بعد میم کے بالاتفاق الف مرسوم ہے۔ لیکن فِئَةً اور فِئَتَيْنِ بلا الف مرسوم ہیں۔ اور وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ میں بعد شین کے الف مرسوم ہے۔ اسی طرح لَا اِلَى اللّٰهِ اور لَا اِلَى الْجَحِیْمِ اور لَا اَذْبَحَنَّهٗ اور لَا اَنْتُمْ اور لَا اَوْضَعُوْا میں بعد لام الف کے اور اَنْ تَبُوْٓاَ میں بعد ہمزہ کے اسی طرح الرِّبٰوا میں بھی بعد واؤ کے الف زائد ہے۔

بارہویں فصل

اثبات یاء کے بیان میں:

جن کلمات میں خلاف قاعدہ یا زائد لکھی گئی ہے اس کو اثبات یا کہتے ہیں جیسے آل عمران میں اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اور انعام میں مِنْ نَّبَاِیْ الْمُرْسَلِیْنَ اور یونس میں مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اور نحل میں اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی اور طٰہٰ میں اٰنَآئِ الَّیْلِ اور انبیاء میں اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ اور شوریٰ میں مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اور روم میں بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ اور لِقَآئِ الْاٰخِرَةِ ذاریات میں بِاَیْیدٍ وَّاِنَّا اور ن میں بِاَیِّیكُمُ الْمَفْتُوْنُ ان سب میں بعد الف کے یاء زائد مرسوم ہے اور مَلَا۟ئِهٖ وَمَلَا۟ئِهِمْ میں بعد ہمزہ کے یاء مرسوم ہے اسی طرح اَلّٰٓئِیْ تُظٰهِرُوْنَ اور وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ اور وَالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ، اِلَّا الّٰٓئِیْ میں بعد ہمزہ کے یاء مرسوم ہے۔

تنبیہ: مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰی اور اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ جو سورہ نور میں ہے اور مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ جو احزاب میں ہے بحذف الیاء مرسوم ہے۔

فائدہ: اگرچہ تماثل فی الرسم کی وجہ سے بجائے دو یاء کے ایک یا لکھی جاتی ہے لیکن اس قاعدے سے چند کلمات مستثنیٰ ہیں ایک عِلِّیِّیْنَ دوسرا هَيِّئْ تیسرا یُهَيِّئْ چوتھا وَمَكْرَ السَّيِّئِ اور پانچواں اَفَعَيِيْنَا اسی طرح یُحْیِیْكُمْ ویُحْیِیْهَا و یُحْیِیْنَ جو ساتھ ضمیر کے واقع ہوا اسی طرح لفظ بِسَيِّئَةٍ، السَّيِّئَةُ اور اٰخَرَ سَيِّئًا معرفہ ہو یا نکرہ ان سب میں دو یاء مرسوم ہوں گی۔

تنبیہ: اس فائدہ میں کہیں ایک یاء اصلی دوسری جمع کی ہوگی اور کہیں ایک یاء اصلی دوسری صورت ہمزہ ہوگی۔

تیرہویں فصل

ابدال حرف کے بیان میں:

ابدال حرف کی دو صورتیں ہیں: اول یہ کہ بجائے الف کے واؤ مرسوم ہو۔ دوسرے یہ کہ بجائے الف کے یاء مرسوم ہو۔ یہ ابدال باعتبار تلفظ کے ہوتا ہے اور اس کی رسم بہ اعتبار اصل کے ہوتی ہے اسی وجہ سے یہ رسم غیر قیاسی ہے اگرچہ بلحاظ تغیر تام ہونے کے اصل یہ ہے کہ جب ابدال باعتبار تلفظ کے ہو تو باعتبار رسم کے بھی ہو لیکن یہ رسم قیاسی ہے جیسے عَفَا و خَلَا اور اِنَّ صَلَاتِیْ اس وجہ سے یہ رسم محتاج بیان نہیں۔ ابدال غیر قیاسی کے دو قاعدے ہیں: (۱) جو الف واؤ سے بدلا ہوا ہوتا ہے وہ واؤ کی شکل میں لکھا جاتا ہے اسی وجہ سے چار کلمات یعنی صلوٰۃ، زکوٰۃ، حیٰوۃ، الرِّبٰو چاہے معرف باللام ہوں یا غیر معرف۔ ہر جگہ واؤ کی شکل میں لکھے جائیں گے لیکن صلوٰۃ اور حیٰوۃ جب کسی ضمیر کی طرف مضاف ہوں گے تو الف کے ساتھ مرسوم ہوں گے جیسے اِنَّ صَلَاتِیْ اور حَیَاتِیْ وغیرہ پس یہ دونوں جب کسی اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں گے تو بہ شکل واؤ مرسوم ہوں گے مثل صَلٰوةِ الْعِشَآءِ وغیرہ کے۔

فائدہ: ان کلمات اربعہ کے علاوہ چار کلمات اور بھی ہیں کہ جن میں بجائے الف کے واؤ مرسوم ہے یعنی لفظ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ اور نور میں لفظ مِشْكٰوةٍ اور مومن میں النَّجٰوةِ اور نجم میں مَنٰوةَ۔ (۲) جو الف یاء سے بدلا ہوا ہوتا ہے وہ یاء کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ چاہے اسماء میں ہو یا افعال میں۔ اور اسماء معرف ہوں یا غیر معرف جیسے یُتْلٰی، یُدْعٰی، وَاٰتٰكُمْ وَاٰرٰكُمْ، مُرْسٰهَا

Scanned by CamScanner

اور مُوسٰی و عِیسٰی و بُشْرٰی والْحُسْنٰی و الْعُسْرٰی و اَزْکٰی و اَدْنٰی و اَرْبٰی وغیرہ لیکن اس
قاعدہ سے پانچ کلمات مستثنیٰ ہیں:
ایک وَمَنْ عَصَانِیْ ابراہیم میں۔ دوسرے اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ حج میں۔ تیسرے الْاَقْصَا
معرّف اسراء میں۔ اور غیر معرّف دو جگہ صرف قصص میں۔ چوتھے سِیْمَاهُمْ فتحنا میں۔ پانچویں
طَغَا الْمَآءُ حاقہ میں۔ ان سب کلمات کے الفاظ بصورت الف مرسوم ہیں۔

تنبیہ: جب الفؔ یائی بعد یاء کے واقع ہو تو یہ الفؔ بصورت الف مرسوم ہوگا جیسے
دُنْیَا، وَالْعُلْیَا، وَالرِّءْیَا، اَوِالْحَوَایَا، فَاَحْیَا بِهٖ، وَاَحْیَاکُمْ، وغیرہ ذٰلک۔

فائدہ: كِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اور رُسُلَنَا تَتْرَا میں بالاتفاق الفؔ مرسوم ہے۔

فائدہ: کل مصاحف میں اِلٰی ، حَتّٰی ، عَلٰی یاءؔ کے ساتھ مرسوم ہیں۔ اسی طرح
یٰوَیْلَتٰی یٰحَسْرَتٰی، یٰاَسَفٰی۔ و اَنّٰی بمعنی کیفؔ اور متٰی، عَسٰی، بَلٰی کے الفاظ بھی ہر جگہ یاءؔ کے
ساتھ مرسوم ہیں۔ اور لَدٰی صرف لَدَا الْحَنَاجِرِ جو سورہ مومن میں مختلف فیہ ہے یعنی بعض نے یاءؔ
کے ساتھ نقل کیا ہے اور بعض نے الفؔ کے ساتھ۔ اور لَدَا الْبَابِ جو یوسف میں ہے الفؔ کے
ساتھ مرسوم ہے۔

فائدہ: جو واوؔ یا سے رسمًا بدل کر الف کے ساتھ پڑھا جائے وہ یاؔ کی شکل میں لکھا جاتا
ہے۔ اسی وجہ سے گیارہ کلمات یعنی بَاْسُنَا ضُحًی اعراف میں۔ اور وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی طٰهٰ
میں اور مَا زَکٰی نور میں۔ اور ضُحٰهَا و دَحٰهَا نازعات میں۔ اور ضُحٰهَا و تَلٰهَا و طَحٰهَا شمس
میں۔ اور وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی اور الْقُوٰی جہاں آئے یہ سب یاءؔ کی شکل میں لکھے جائیں
گے۔ پس جو واوؔ الف سے بدلا ہوا ہو وہ الفؔ ہی کے ساتھ مرسوم ہوگا چاہے اسم ہو یا فعل جیسے
الصَّفَا وغیرہ۔

چودھویں فصل

لام کے بیان میں:

قاعدہ: الَّذِیْ، الَّذِیْنَ، الَّذٰنِ، الَّذَیْنِ، الَّیْلِ، الَّتِیْ، الّٰتِیْ میں کثیر الدور ہونے

کی وجہ سے تخفیفًا ہر جگہ بجائے دو لام کے ایک ہی لام لکھا جائے گا جیسے الَّذِیْنَ، اَضَلّٰنَا، وَالَّیْلِ
اِذَا یَغْشٰی، وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ، الّٰتِیْٓ اَحْصَنَتْ، وَالّٰٓیِٔیْ یَئِسْنَ۔ ان کے علاوہ اگر کسی کلمہ میں
دو لام ہوں گے تو دونوں لکھے جائیں گے جیسے اللّٰعِنُوْنَ، اللَّطِیْفُ، اَللّٰهُمَّ وغیرہ۔

تمّت

بِعَوْنِ اللّٰهُمَّ وَالْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِكَ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ
الْعَلِیْمُ۔ اٰمین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِجَاهِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی
اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلِیَآءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

تقریظات

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

اللہ پاک کی حمد و ثنا سے زبان و قلم عاجز، جس نے ہم کو خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کی
امت مرحومہ میں پیدا فرمایا، اور ہماری ہدایت کے لیے ایک جامع قانون قرآن پاک نازل
فرمایا، جس کی نظم اور فصاحت و بلاغت اور اخبار ماضیہ و آتیہ وغیرہ سب معجز خصوصًا رسم خط عثمانی جو
من جملہ متشابہات قرآنی ہے لَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ جس کے صحت پر ہر ہر قراءت اور ہر ہر
روایت کی صحت کا مدار، یہ ایک عجیب رسم ہے کہ اسی ایک رسم خط سے جملہ قرآت متواترہ، مشہورہ،
سبعہ و عشرہ سب صحیح پڑھی جاتی ہیں اس خط کے خلاف کوئی قرات معتبر نہیں۔ اسی وجہ سے یہ رسم خط
من جملہ ارکان قرآن ہے۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یحرم مخالفة خط مصحف عثمان رضی اللہ عنہ فی
واو و یاء او الف او غیر ذٰلك حالانکہ کثرت سے محفوظ مطابق مکتوب غلط صریح ہو جاتا ہے۔ سچ
ہے: خطأن لا یقاسان خط القوافی وخط القراٰن۔ بہر حال اس رسم خط پر امت مرحومہ،
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علمائے عظام رحمہم اللہ علیہم کا اجماع ہے جس کی اہمیت فرمان نبی اکرم ﷺ لَا تَجْتَمِعُ
اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ سے واضح ہے۔ فن رسم خط میں کتب عربیہ مقنع و رائیہ وغیرہ بہت ہیں مگر زبان
اردو رائج میں کوئی کتاب اس فن شریف کی باوجود حاجت شدیدہ نظر سے نہیں گزری۔

Scanned by CamScanner

الحمد للہ والمنۃ کہ اس حاجت کو میرے چھوٹے لڑکے حافظ، قاری، مولوی محب الدین احمد سلمہ ربہ مدرس مدرسہ سبحانیہ، الٰہ آباد نے پوری کی۔ اور اصول رسم خط میں ایک رسالہ موسوم بہ **معرفۃ الرسوم** جو ہدیہ ناظرین ہے۔ باوجود قلت فرصت کے ایک عجیب ترتیب سے مرتب کیا جس کو میں نے من اولہ الی آخرہ دیکھا۔ اور کتاب مقنع علامہ دانی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق پایا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست آخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

اللہ پاک اس کو قبول فرماوے اور اس کے مؤلف کو دارین کی جزاء خیر دے اور اس فن کے دوسرے جزء کے تالیف و تکمیل کی توفیق عنایت فرماوے۔

امین یا رب العالمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔ واخر دعوانا اَنِ الحمد للہ رب العالمین۔

حررہٗ العبد الضعیف ضیاء الدین احمد غفر لہ

یوم یک شنبہ ۱۰/ جمادی الاولی ۱۳۴۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا یہ کتاب ''معرفۃ الرسوم'' میں نے اول سے آخر تک سنی، علاوہ مسائل صحیح ہونے کے عبارت مضمون بھی ماشاء اللہ بہت دل چسپ ہے۔ اس کتاب کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ اس پر قرآن شریف کی صحت موقوف ہے۔ کہیں پر غلطی ہوجانے سے کفر عائد ہوجاتا ہے اور نماز صحیح نہیں ہوتی۔ جیسے لَاۡاِلَی اللّٰہِ تُحۡشَرُوۡنَ وغیرہ۔

اور اس فن کے فوائد بہت کچھ ہیں۔ ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ بغیر تعلیم و تعلم کے کلام مجید کسی کو آنہیں سکتا اور نہ کوئی غیر اس کے پڑھنے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ قرآن مجید کے محفوظ رہنے کی یہ بھی ایک قوی وجہ ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماوے۔ اور مؤلف کو جزائے خیر عطا کرے۔ اور ان کے علم و عمل اور حیات میں برکت دے۔ امین ثم امین۔

کتبہ: فقیر محمد عبد الکافی عفی عنہ

مہتمم مدرسہ سبحانیہ و امام جامع مسجد چوک، الٰہ آباد

قطعۂ تاریخ طبع از طبع عالی

تاج الشعراء ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ العالی

ہوگئی تالیف کیا اچھی کتاب		قاری و حافظ پڑھیں گے بے گماں
یہ ہے تحفہ اہل دیں کے واسطے		نوح لکھ تاریخ ''جان ارمغاں'' ۱۳۴۶ھ

قطعۂ تاریخ طبع من تصنیف منشی نثار احمد خاں المتخلص بہ نثار بارہ بنکوی خوش نویس

حبذا قاری محب الدیں نوشت		نسخۂ رسم الخط ام الکتاب
حافظ و قاری ضیاء الدیں کہ او		از ضیاء شد چرخ دیں را آفتاب
از انتساب خاص و فیض عام او		شد مؤلف در اماکن انتخاب
نسخۂ مفتاح قرآنِ حکیم		خوانندش بر دل نماید فتح یاب
سال طبع او زروی ۹ طبع شد		ایں چنیں بادا پسند شیخ و شاب ۱۳۳۷۶۹ = ۱۳۴۶ھ

پروف ریڈنگ: محمد فاروق ابوالعرفان الحنفی

Scanned by CamScanner

سامنے کے صفحہ پر دیئے گئے نقشوں میں بتائے گئے مخارج کی تفصیل

مخرج نمبر	حرف/حروف	مخارج
۱	ا	حلق کی خالی جگہ سے ادا ہوگا۔ لیکن حروف حلقی کی طرح ادا نہیں ہوگا۔ اور حروف حلقی چھ ہیں۔ ھ، ء، ع، ح، غ، خ۔
۲	ھ، ء	حلق کے نیچے کا حصہ جو سینہ کی طرف ہے، یعنی سینے کے پاس ہے۔
۳	ع، ح	حلق کے درمیان سے۔
۴	غ، خ	حلق کا اوپر کا حصہ جو زبان کی جڑ کے بعد شروع ہوتا ہے۔
۵	ق	زبان کی جڑ کے اوپر والے تالو کے نرم حصے سے۔
۶	ک	"ق" کے مخرج کے پہلے تالو کا جو سخت حصہ ہے، وہاں سے۔
۷	ج، ش، ی	زبان کا بیچ والا حصہ اوپر کی طرف یعنی تالو میں لگا کر۔
۸	ض	زبان کا دایاں یا بایاں کنارہ اوپر کی ڈاڑھ سے لگانا اور زبان کی نوک (انی) اوپر کے تالو میں لگانا اور بہتر یہ ہے کہ زبان کا بایاں کنارہ اوپر کی ڈاڑھ سے لگائے۔
۹	ل	زبان کا کنارہ اوپر والے مسوڑے سے لگانا، یعنی اوپر والے دانتوں کی جڑ جو اوپر والے تالو کی طرف ہے، وہاں پر زبان کا کنارہ لگانا۔
۱۰	ن	زبان کا سرا یعنی نوک تالو میں لگا کر۔
۱۱	ر	پشت زبان یعنی زبان کا نیچے والا وہ حصہ جو زبان کے نیچے کا حصہ ہے اس کا کنارہ تالو میں لگا کر۔
۱۲	ت، د، ط	زبان کا سرا (نوک زبان) اوپر کے سامنے والے دانتوں کی جڑ سے لگا کر۔
۱۳	ث، ذ، ظ	زبان کا سرا (نوک) اوپر والے سامنے کے دانتوں کے اندرونی کنارہ سے لگا کر
۱۴	ز، س، ص	اوپر اور نیچے کے سامنے والے دانتوں کو ایک دوسرے سے ملا کر اور ان کے ملنے کی جگہ کے اندرونی حصہ پر زبان کی نوک لگانے سے۔
۱۵	ف	اوپر کے سامنے والے دانت کے کنارے اور نیچے کے ہونٹ کے تری والے حصے سے۔
۱۶	ب	دونوں ہونٹوں کے تری والے حصہ کے ملنے سے۔
۱۷	م	دونوں ہونٹوں کے خشکی والے حصہ کے ملنے سے۔
۱۸	و	دونوں ہونٹوں کے کنارے ملیں گے اور بیچ والا حصہ کھلا رہے گا اور بیچ والے کھلے حصے کی گولائی سے ادا ہوگا۔

مخارج الحروف

الغنة

سقف الحنك الأعلى

المنطقة الرخوة

المنطقة الصلبة

شفت عليا

شفت سفلى

اللسان

طرف

حافة

أدنى

وسط

أقصى

الجوف

ثنایا علیا

رباعیة

انیاب

ضاحکہ

طواحن

ناجذ

اضراس داڑھیں

ثنایا سفلی

شفۂ علیا

شفۂ سفلی

ادنیٰ حلق

وسط حلق

اقصیٰ حلق
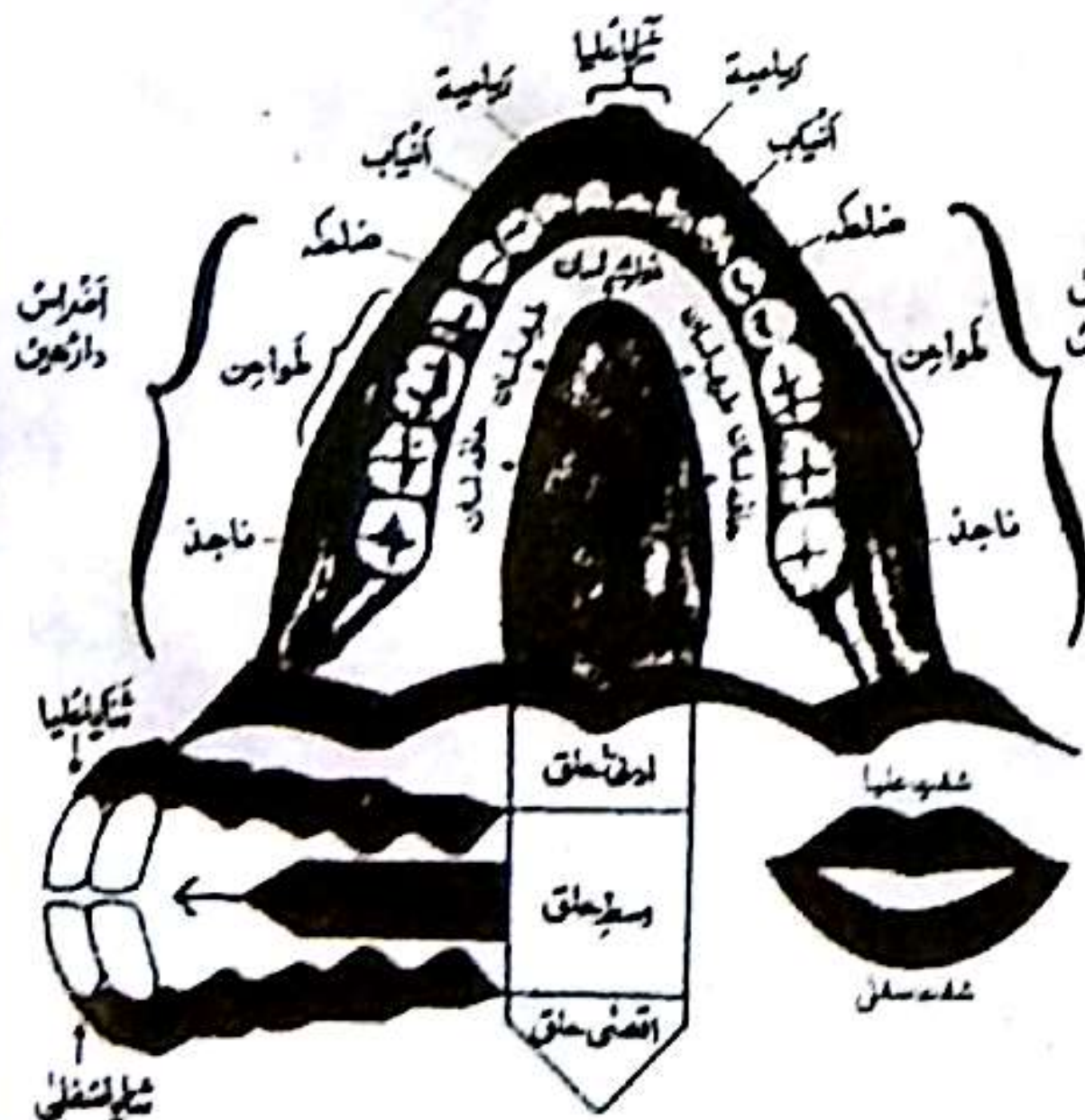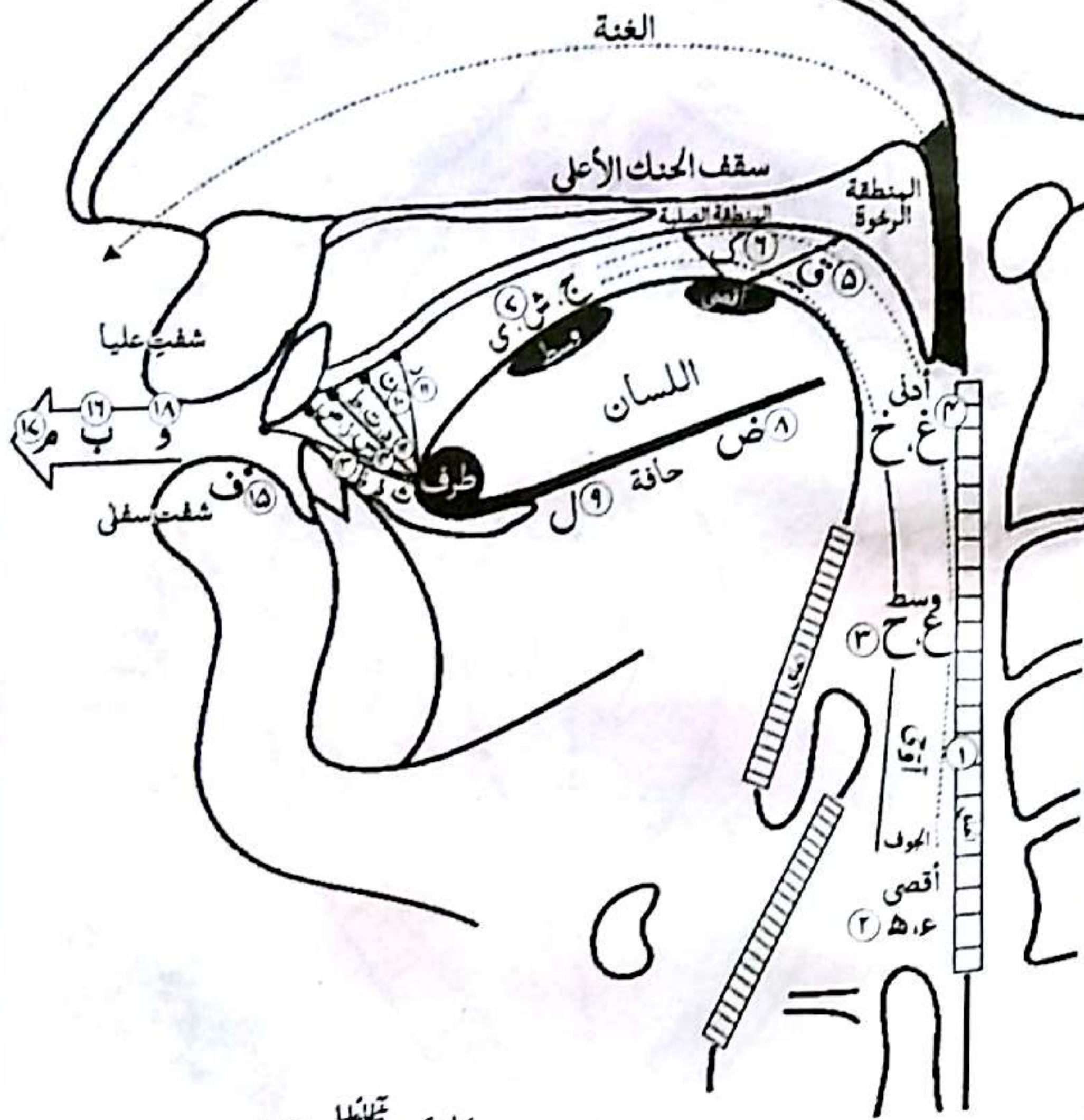
(ا) زبان کا وہ حصہ جو ثنایا کو لگتا ہے نوک (راس لسان) کہلاتا ہے۔

(ب) زبان کا وہ حصہ جو دانتوں کو لگتا ہے طرف لسان کہلاتا ہے۔

(ج) زبان کا وہ حصہ جو داڑھوں کو لگتا ہے حافہ لسان کہلاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner